قاعدة
هجاء
ناظره
حفظ
تجوید
قراءات
تربیت

اشراف امتی حملة القرآن

قرآن حکیم کے معلّمین کے لیے ایک بہترین مشیر ایک کامل
رہنما اور ایک مکمل دستور العمل

قواعد ہجا القرآن

مع

طریقۃ تعلیم الصبیان

شیخ القرّاء حضرة قاری محمّد شریف نوّر اللہ مرقدہٗ
بانیٔ مدرسہ دار القرّاء لاہور، پاکستان

مکتبة القراءة لاهور

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ

قرآن حکیم کے معلمین کے لیے ایک بہترین مشیر ایک کامل
رہنما اور ایک مکمل دستور العمل

قواعد ہجاء القرآن

مع

طریقۃ تعلیم الصبیان

قاعدۃ
ہجاء
ناظرہ
حفظ
تجوید
قراءات
تربیت

شیخ القراء حضرۃ قاری محمد شریف نور اللہ مرقدہ
بانی مدرسہ دار القراءات لاہور پاکستان

مکتبۃ القراءۃ لاہور
143-B
ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبر 5853171

مکتبۃ القراءۃ لاہور

daisydig@saudia.com

جمال القرآن
مع حاشیہ
إیضاح البیان

زینۃ القرآن

معلم التجوید للمتعلم المستفید

فوائد مکیہ
مع حاشیہ
توضیحات مرضیۃ

المقدمۃ الجزریۃ
تحفۃ الاطفال

الكلام المفيد
فی
اجراء التجوید

التقدمۃ الشریفیۃ
شرح
المقدمۃ الجزریۃ

سبیل الرشاد
فی تحقیق تلفظ الضاد

تلخیص المعانی
شرح شاطبیہ

فہرست

قواعد علم الہجاء کا آغاز

طَرِیقَۃ تَعلِیمُ الصِّبیَان

حصہ دوم

ناظرہ کے شعبہ سے متعلق ہدایات اور مشورے

حفظ کے اساتذہ کیلئے مشورے اور ہدایات

شعبہ تجوید میں کام کرنے کا دستور العمل

قراءاتِ سبعہ وعشرہ

خاتمہ

پیشِ لفظ

قاعدہ اور ہجا کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَیَانَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مَّهْبَطِ الْوَحْیِ وَالْقُرْاٰنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ بِاللِّسَانِ وَالْاِحْسَانِ ۝ اَمَّا بَعْدُ۔

یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ جس چیز کی بنیاد جتنی مضبوط اور پختہ ہوگی، وہ چیز اتنی ہی مستحکم اور پائیدار ہوگی۔ اسکے برعکس اگر کسی چیز کی بنیاد کمزور اور غیر مستحکم ہوگی تو وہ چیز بھی کمزور اور ناپائیدار ہوگی مشہور اور زبانِ زد خلائق ہے :۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رَوَد دیوار کج

چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ جن بچوں کو قاعدہ اچھی طرح سمجھا کر پڑھا دیا جاتا ہے اور انہیں ہجے کرنا اور حرفوں کو جوڑ کر لفظ بنانا آجاتے ہیں، وہ آگے چل کر قرآن مجید پڑھنے میں آسانی محسوس کرتے ہیں اور استاد کی تھوڑی سی محنت سے رواں دواں اور فرفر پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اسکے برعکس جو بچے قاعدہ اچھی طرح اور سمجھ کر نہیں پڑھ پاتے، انہیں قرآن مجید پڑھنے میں بڑی دقّت پیش آتی ہے اور وہ روانی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے، اسلئے کہ جب وہ حرفوں کو جوڑنا اور ان سے لفظ بنانا ہی نہیں جانتے تو مسلسل اور رواں عبارت کیسے پڑھ سکتے ہیں، اسلئے مدّت سے خیال تھا کہ ایک ایسا قاعدہ

مرتّب کیا جائے جس میں قرآن مجید کے علم الہجاء کو پوری شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے علاوہ بچوں کو قاعدہ پڑھانے کا طریقہ اور اسکا دستور العمل بھی بیان کیا جائے۔

چنانچہ ۳۱ اگست ۱۹۶۲ کو جب کہ میں مانسہرہ ضلع ہزارہ میں مقیم تھا بعض خاص محرکات کی بناء پر اس کام کی ابتداء بھی کر دی تھی، لیکن عدیم الفرصتی اور مشاغل کی کثرت کچھ ایسی حائل ہوئی کہ ارادہ کی تکمیل نہ کر سکا اور صرف پیش لفظ اور وہ بھی ادھوری شکل میں لکھوا کر طاقِ التوا میں ڈال دیا۔

حتیٰ کہ پانچ سال بعد اگست ۱۹۶۷ میں پھر بعض محرکات نے تکمیلِ ارادہ پر ابھارا، لیکن تقدیر کے فیصلہ میں اس کام کی تکمیل کیلئے وہ وقت بھی طے نہیں تھا۔ اسلئے پہلے کام پر معمولی سا اضافہ کرنے پایا تھا کہ پھر ملتوی کرنا پڑا۔

تا آنکہ مئی ۱۹۷۱ میں تیسری بار پھر اس کام کا تقاضہ دل میں پیدا ہوا اور اس مرتبہ یہ عزم کیا گیا کہ خواہ صرف جمعہ ہی کو اس موضوع پر کچھ لکھا جائے لیکن اس کام کو جاری ضرور رکھا جائے۔ چنانچہ اس عزم کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے کام کا آغاز کر دیا اور اس مرتبہ بہت حدتک کام ہو بھی گیا، لیکن اس کے بعد پھر کچھ ایسے حالات پیش آئے اور طرح طرح کی مصروفیات وعوارض اور گوناگوں افکار وامراض نے تیسری بار پھر نامکمل مسوّدہ کو اٹھا کر طاقِ نسیان میں ڈال دینے پر مجبور کر دیا۔

حتیٰ کہ نومبر ۱۹۷۶ میں چوتھی بار اس کام کی تکمیل کا پھر بیڑا اٹھایا اور اس مرتبہ دوسرے تمام مشاغل کو یکسر ملتوی کر کے اور صرف اسی کی تکمیل کا عزم کر کے کام شروع کر دیا اور اس کتابچہ کا نام "قَوَاعِدُ هِجَآءِ الْقُرْاٰنِ مَعَ طَرِيْقَةِ تَعْلِيْمِ الصِّبْيَانِ" تجویز کیا۔ چنانچہ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس تالیف کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور شائقین کی خدمت میں یہ نادر تحفہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمادی۔

یہ ساری تاریخ اس لئے بیان کرنا پڑی ہے کہ اس کتاب کا اشتہار اب سے بہت پہلے شائع ہو چکا تھا اور شائقین کی فرمائشیں بھی وصول ہونا شروع ہو گئی تھیں، لیکن مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر

تاخیر در تاخیر ہوتی چلی گئی، تا آنکہ یہ دن آ گیا۔ اور گو اس تاخیر و التوا کی وجہ سے شائقین کو بڑی زحمت اٹھانا پڑی ہے اور خود میرا بھی یہی حال رہا ہے، بلکہ میں تو اس محنت کو بارآور ہوتے دیکھنے کے لئے ناظرین سے بھی زیادہ بے تاب رہا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس تاخیر و التوا میں بھی اللہ تعالیٰ کی شاید حکمت ہی کارفرما رہی ہے، کیونکہ اگر اب سے پندرہ برس پہلے اور اولین مرحلہ میں ہی یہ کام انجام پا گیا ہوتا تو غالباً بلکہ یقیناً اس مفید شکل میں سامنے نہ آیا ہوتا جس میں کہ اب آیا ہے۔ اس لئے کہ اب اسے اس طویل عرصہ میں حاصل شدہ تدریسی تجربات اور اس موضوع پر شائع شدہ کتابچوں کی مدد سے اور ان کی روشنی میں مکمل کیا گیا ہے، اور اُس وقت تک نہ تو یہ تجربات حاصل ہوئے تھے اور نہ یہ کتابچے ہی منصۂ شہود پر آئے تھے۔

بہرحال اب یہ فقید المثال تحفہ ناظرین کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ اس سے خوب خوب استفادہ کیجئے اور دورانِ مطالعہ میں محظوظ ہو ہو کر مؤلف پُرتقصیر کو حسنِ خاتمہ، رضائے مولیٰ اور مغفرتِ ذنوب کی بار بار دعا دیجئے، کیونکہ اس کاوش کا اصل صلہ یہی ہے۔

نام کی تشریح

سب سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نام کی تشریح کی جائے۔ تاکہ مطالعہ کے دوران موضوع سامنے رہے۔

❋ "قاعدہ" عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنیٰ بنیاد اور نیو کے آتے ہیں۔ چنانچہ خود قرآن عزیز میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ دیکھو سورۃ بقرہ رکوع نمبر ۱۵، اور سورہ نحل رکوع نمبر ۴۔ ان دونوں موقعوں[1] میں جو لفظ قواعد ہے وہ اس قاعدہ ہی کی جمع ہے۔

❋ "ہجاء" کے معنیٰ ہجے کرنے یعنی حرفوں کو آپس میں جوڑنے اور ملانے کے آتے ہیں۔

❋ "تعلیم الصّبیان" کے معنیٰ ہیں بچوں کو تعلیم دینا اور سکھلانا۔ پس کتابچہ کے نام کے معنیٰ یہ ہوئے کہ:۔

"قرآن مجید کے حرفوں کو جوڑ کر ان سے لفظ بنانے کے اصول اور طلبہ کو قرآن کریم پڑھانے کا دستور العمل۔"

اس کتابچہ میں یہی دو چیزیں بیان کی گئی ہیں اور قاعدہ پڑھانے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ بچوں کو ہجے کرنا اور حرفوں کو ایک دوسرے سے ملا کر کلمات بنانا آجائیں۔ اس لئے کتابچہ کا نام تجویز کرنے میں اس بات کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ نام ہی سے موضوع سمجھ میں آجائے اور پورا موضوع نام ہی میں سما جائے۔

[1] ① وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ (بقرہ: ۱۲۷) ② قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ (نحل: ۲۶)۔

کتابچہ کی ضرورت

یوں تو ہر زمانہ میں خدامِ قرآن اپنی اپنی سمجھ اور بساط کے موافق قرآنی قاعدے مرتب کرتے رہے ہیں اور اس محنت سے طلبہ کو فائدہ پہنچتا رہا ہے اور یہ سلسلہ اب بھی بحمد للہ جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ چنانچہ اس وقت ہمارے سامنے ① بغدادی قاعدہ ② نورانی قاعدہ ③ حبیبی قاعدہ ④ انجمن حمایتِ اسلام کا قرآنی قاعدہ ⑤ قاعدہ مصباح القرآن ⑥ محکمہ تعلیم کا قرآنی قاعدہ ⑦ تعلیم القرآن ٹرسٹ کا رہنما قرآنی قاعدہ ⑧ مدنی قاعدہ ⑨ قاعدہ یسرنا القرآن ⑩ قاعدہ مفتاح القرآن ⑪ قاعدہ تیسیر القرآن ⑫ قاعدۃ البنین ⑬ قاعدۃ الصّبیان، یہ اور ان کے علاوہ بعض دوسرے قاعدے بھی موجود ہیں اور ان میں سے ہر قاعدہ بحمد للہ اپنی جگہ مفید، مرتبین کی علمی قابلیت، طلبہ کے ساتھ خیرخواہی، خدمتِ قرآن کا جذبہ اور ان جیسے دوسرے جوہروں کا آئینہ دار ہے اور حصولِ مقصد کیلئے یہ سب کوششیں مشکور اور ان کے کرنے والے کامیاب وکامران ہیں۔

لیکن کون نہیں جانتا کہ زمانہ جوں جوں آگے کی طرف بڑھ رہا ہے توں توں طریقہ ہائے تعلیم کی نئی نئی راہیں سامنے آرہی ہیں اور اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس مقصد کے حصول کیلئے سہل سے سہل تر راہ تلاش کی جائے، تاکہ قرآن کی تعلیم کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوسکے اور اسکے نتائج مفید سے مفید تر شکل میں سامنے آسکیں، اسلئے ان سب کے باوجود ایک ایسے کتابچہ کی ضرورت اب بھی محسوس کی جارہی تھی جس کی مدد سے اساتذہ بچوں کو قاعدہ اچھی طرح سمجھا کر پڑھا سکیں اور انہیں ہجوں میں ماہر بنا سکیں، بس اسی احساس اور جذبہ کی بناء پر اس کتابچہ کی تالیف عمل میں لائی گئی ہے۔

مکمل قرآنی قاعدہ

لیکن چونکہ یہ قاعدہ "ہجا القرآن" اور "طریقہ تعلیم الصّبیان" کی تمام تر تفصیلات پر حاوی ہونے کی وجہ سے قاعدہ کی ضخامت سے بڑھ کر کتابچہ کی شکل اختیار کر گیا اور اس میں مخاطب بھی

معلّمین ہی کو کیا گیا تھا، اس لئے یہ تجویز ذہن میں آئی کہ اس کتاب میں درج شدہ تختیوں کو ایک الگ قاعدہ میں درج کر دیا جائے اور بچوں کے ہاتھوں میں وہ چھوٹا قاعدہ ہی دیا جائے اور کتاب ''قواعد ہجاء القرآن'' صرف معلّمین اور اساتذہ کیلئے ہی مخصوص رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ان تختیوں کے مجموعہ کا نام ''مکمل قرآنی قاعدہ'' تجویز کیا گیا۔

پس بچوں کے پڑھنے کیلئے تو ''مکمل قرآنی قاعدہ'' ہے اور معلّمین واساتذہ کے مطالعہ کیلئے ''قواعد ہجاء القرآن''۔

مطبوعہ چارٹس

یہ قاعدہ چونکہ چھوٹے بچوں کے علاوہ اسکولوں کے طلبہ کیلئے بھی لکھا گیا ہے اور اسکولوں میں پوری کلاس کو ایک ہی وقت میں پڑھانا پڑتا ہے، اسلئے مکمل قرآنی قاعدہ کی چند ابتدائی اور چھوٹی چھوٹی تختیوں کو بڑے سائز کے چارٹوں پر بھی طبع کرانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ تاکہ اسکولوں کے اساتذہ ان چارٹوں کی مدد سے جماعتی انداز میں پڑھا سکیں اور انہیں مقصد کی تحصیل میں مشکل پیش نہ آئے۔ امید ہے کہ معلّمین مکتبہ کی اس پیش کش کو پسند فرمائیں گے۔

خصوصیات

۱ شروع ہی سے تجوید کی رعایت

زیرِ نظر کتابچہ کی تالیف کے دوران یہ بات خصوصیت کیساتھ مؤلف کے پیش نظر رہی ہے کہ بچوں کو شروع ہی سے قرآن کے صحیح تلفظ سے آشنا کرایا جائے، کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ بچے کے کان شروع میں جس تلفظ سے آشنا ہوتے ہیں اور ان کو جس تلفظ کی مشق کرائی جاتی ہے وہ ان کیلئے جبلّی اور بمنزلہ مادری زبان کے ہوتا ہے، لیکن چونکہ اس تالیف کا مقصد بچوں کو صرف ہجوں میں

ماہر اور عامل بالتجوید بنانا ہی ہے عالم بالتجوید بنانا مقصود نہیں، اسلئے کتابچہ میں تجوید کی اصطلاحات اور اس علم کے اصول وقواعد علمی انداز میں بیان نہیں کیئے گئے بلکہ قاعدہ ہی کی زبان میں بیان کیئے گئے ہیں۔ لہٰذا معلّمین کو بھی یہی چاہیئے کہ طلبہ کو خواہ مخواہ علمی اصطلاحات میں نہ الجھائیں اور ان کے یاد کرنے کا بوجھ ان پر نہ ڈالیں، بلکہ جس طرح اور جس انداز سے پڑھانے کا مشورہ دیا گیا ہے بس اسی ڈھنگ اور اسی انداز سے پڑھائیں۔ مؤلف کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ اگر اساتذہ کرام بچوں کو اس کتابچہ میں درج شدہ ہدایات کی روشنی میں محنت اور لگن کے ساتھ پڑھائیں گے تو انشاء اللہ العزیز ان کے اندر قرآن مجید کو تجوید اور صحتِ لفظی کیساتھ پڑھنے کی استعداد خود بخود اور غیر شعوری طور پر پیدا ہو جائے گی۔

۲ اسکولی طلبہ کو پڑھانے کے اصول

اس بات کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ اس کتابچہ کی مدد سے جہاں اساتذہ بہت چھوٹے اور بالکل نوآموز بچوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ پڑھا سکیں وہاں وہ سمجھدار اور اسکولوں کے طلبہ کو اسکولی انداز میں اور جماعتی طریق پر بھی پڑھا سکیں، اسلئے دونوں ہی قسم کے طلبہ کو پڑھانے کا ڈھنگ اور اس سے متعلق اصول اس کتابچہ میں بیان کیئے گئے ہیں، کیونکہ اس وقت قوم کے دردمند تعلیمِ قرآن کے دلدادہ اور اس سے شغف رکھنے والے حضرات اس فکر میں ہیں کہ کوئی ایسا طریقہ تلاش کیا جائے جسے اپنا کر کم سے کم وقت میں بچوں کے اندر قرآن مجید پڑھنے کی استعداد پیدا کی جا سکے تاکہ قرآن کی تعلیم زیادہ سے زیادہ عام اور اسکا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو سکے اور انہیں یہ فکر دامن گیر ہے کہ اگر کوئی ایسی راہ تلاش نہ کی گئی کہ جس پر چل کر معلّمین کم خرچ و بالانشین اور تھوڑے وقت میں زیادہ کام کر سکنے والے اصول کو اپنا سکیں تو نونہالانِ اسلام کی اکثریت قرآن پاک کی تعلیم سے بے بہرہ رہ جائیگی۔

[1] یہ احساسات وجذبات جناب الحاج سیٹھی محمد یوسف صاحب حفظہ اللہ (سابق صدر تعلیم القرآن ٹرسٹ راہوالی) کے ہیں۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی اور بالخصوص عمر کے آخری پندرہ برس تو کلیۃً قرآن مجید کی خدمت

اسلیئے اس کتابچہ میں جہاں چھوٹے بچوں کو قاعدہ پڑھانے کے اصول بیان کیئے گئے ہیں، وہاں اسکے ساتھ ہی پوری کلاس کو ایک ہی وقت میں پڑھانے اور دونوں قسم کے طلبہ کو الگ الگ انداز میں سمجھانے کے اصول بھی بیان کیئے گئے ہیں۔

اور اس کی اشاعت کیلئے وقف کیئے رکھے اور صرف زبانی جمع خرچ ہی نہیں کیا بلکہ اپنی جان، مال اور وقت سب کچھ اس راہ میں لگا دیا اور نہ صرف پاکستان کے کونے کونے میں بلکہ کویت، بحرین، سعودی عرب اور ممالکِ افریقہ میں بھی خود جا جا کر مدارس قائم کیئے اور وہاں کے اصحابِ خیر کو بھی اسی راہ پر ڈال دیا اور گھر میں ہر قسم کی آسائش اور آرام و راحت حاصل ہونے کے باوجود اس مقصد کے حاصل کرنے کیلئے پیرانہ سالی میں طویل مسافرت اختیار کی اور ہر قسم کی صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کیں۔

بالآخر یہی درد اور یہی تمنا لے کر ۳۰ ربیع الاوّل ۱۳۹۷ھ، ۲۱ مارچ ۱۹۷۷ء کو شب دو شنبہ میں کراچی میں بعمر تقریباً ۷۰ برس داعی اجل کو لبیک کہا اور اگلے روز بعد نمازِ عصر لاہور کے سب سے قدیمی اور بڑے قبرستان "میانی صاحب" میں اپنے والد بزرگوار حاجی عبدالرحیم سیٹھی اور بڑے بھائی حاجی محمد عبداللہ سیٹھی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيْـهِ رَاجِعُـوْنَ ○

اگرچہ نہ تو مرحوم نے کبھی مجھ سے اس کتابچہ کے لکھنے کی فرمائش کی اور نہ میں نے ہی ان سے کبھی اسکا ذکر کیا، لیکن واقعہ یہی ہے کہ اس کاوش پر ابھارا مجھے مرحوم کے انہی جذبات و احساسات نے تھا جن کا میں برسہا برس تک اور بالخصوص ۶۳-۱۹۶۲ء کے موسم گرما میں قیامِ مانسہرہ کے زمانہ میں کئی ماہ تک دن رات مشاہدہ کرتا رہا۔ اے کاش کہ ان کا کوئی جانشین پیدا ہو جائے اور وہ بھی ان کی طرح اپنی اُخروی زندگی کو کامیاب وکامران بنالے، جسکا مشاہدہ جنازہ کے وقت زیارت کرنے والوں نے اپنی آنکھوں سے اس جہاں میں ہی کر لیا تھا۔ دیکھنے والے یوں محسوس کر رہے تھے گویا مرحوم کو کوئی بہت بڑی دولت اور ملکِ دوام حاصل ہو گیا ہے اور وہ اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور زیارت کرنے والوں کو زبانِ حال سے یہ کہہ کر کہ کیا میں نہیں کہا کرتا تھا کہ "کرنے کا اصل کام یہی ہے" اس کام میں اپنی عمریں لگا دینے کی دعوت دے رہے ہیں[1] فَرَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ اصحابِ خیر اور قرآن سے محبت کا دعویٰ کرنے والوں کیلئے سیٹھی صاحب مرحوم کی زندگی قابلِ تقلید اور ایک بہترین نمونہ ہے۔ وَفِىْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنٰفِسُوْنَ ○ اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہیئے۔ (مطففین: ۲۶)

---

① یہ تاثرات حافظ قاری محمد ربیع صاحب مہتمم مدرسہ تجوید القرآن لاہور کے ہیں۔

۳ مہمل بلکہ غیر قرآنی الفاظ سے بھی خالی

اکثر قاعدوں میں مشق کی تختیوں کے ضمن میں غیر قرآنی بلکہ بعض میں تو مہمل اور بے معنیٰ الفاظ بھی درج کیئے گئے ہیں، جو کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اسلیئے اس قاعدہ میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ کوئی مہمل بلکہ غیر قرآنی لفظ بھی درج نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اس میں شروع سے آخر تک تمام الفاظ قرآن میں سے ہی لیئے گئے ہیں۔ تاکہ بچے قاعدہ خوانی کے دوران ہی قرآن کے الفاظ سے زیادہ سے زیادہ روشناس ہوسکیں۔

۴ متن کے علاوہ حواشی بھی

بعض موقعوں میں حاشیہ پر بھی بہت ہی مفید اور نہایت ضروری مضامین درج کیئے گئے ہیں۔ لہٰذا معلّمین کو چاہیئے کہ ان حواشی کا بھی مطالعہ فرمائیں اور ضرور فرمائیں، کیونکہ ان میں جو مضامین بیان کیئے گئے ہیں، وہ افادیت اور ضرورت کے لحاظ سے متن کے مضامین سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔

۵ بالتدریج اور ارتقائی اصول کے تحت

اس قاعدہ کی تالیف میں مروّجہ قاعدوں سے استفادہ تو بیشک کیا گیا ہے، لیکن لکیر کا فقیر بن کر اور آنکھیں بند کر کے محض نقل درنقل سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ بڑے غور و فکر لگن، کاوش، شوق اور محنت کے ساتھ ایک خاص اُسلوب پر اور اس بات کو پیش نظر رکھ کر مرتّب کیا گیا ہے کہ بچوں کے اندر تدریجی طور پر اور ایک خاص ارتقائی اصول کے تحت قرآن مجید کے الفاظ کے ہجے کرنے اور پھر ان کی روشنی میں ان کو صحتِ لفظی کیساتھ ادا کرنے کی استعداد پیدا ہوتی چلی جائے اور ان کے دماغوں پر ایک دم بوجھ بھی نہ پڑے۔ پھر یہ کہ صرف مروّجہ قاعدوں سے ہی استفادہ نہیں کیا گیا بلکہ ان کے علاوہ تجوید و قراءات اور رسم کی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے اور اپنے امکان کی حد تک

ان ہر دو تالیفات[1] کو زیادہ سے زیادہ جامع اور مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اگر اس کوشش وکاوش کے باوجود بھی ان میں کچھ کمی رہ گئی ہے تو پھر اس کی وجہ مؤلف کی نااہلی اور عدمِ صلاحیت کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے۔ تاہم اگر حضرات معلّمین علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے کہ جب تک زیادہ دودھ دینے والی گائے میسر نہ آسکے، اس وقت تک کم دودھ دینے والی سے ہی فائدہ اٹھاتے رہنا چاہیئے، بہتر شکل کے سامنے آنے تک اسی سے استفادہ کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ العزیز یہ حقیری خدمت بھی ان کیلئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ اور ایک بیش بہا تحفہ ثابت ہوگی۔

۶ ناظرہ، حفظ اور تجوید کے معلّمین کیلئے بھی

جیساکہ معلوم ہی ہے کہ تعلیم کا منتہا صرف قاعدہ ہی نہیں ہے، بلکہ یہ تو محض ایک زینہ ہے اصل مقصود ناظرہ اور حفظ ہے، اس لئے ہجاء القرآن کے قواعد درج کرنے کے بعد ناظرہ پڑھانے اور حفظ کرانے کے اصول بھی اس کتابچہ میں بیان کیئے گئے ہیں، بلکہ تجوید وقراءات کے معلّمین کے لئے بھی بعض مفید مشورے درج کیئے گئے ہیں۔ پس یہ کتابچہ قاعدہ، ناظرہ، حفظ اور تجوید وقراءات سب ہی شعبوں کے معلّمین کیلئے ایک بہترین مشیر ایک بہترین رہنما اور ایک کامل ومکمل دستورالعمل ہے۔

۷ شروع میں مقدمہ اور آخر میں خاتمہ

اصل موضوع شروع کرنے سے پہلے "مقدمہ" اور موضوع ختم کرنے کے بعد "خاتمہ" کے زیرِعنوان معلّمین کیلئے بعض نہایت مفید، کارآمد اور بہت ہی اہم مشورے درج کیئے گئے ہیں۔

"مقدمہ" تو اس ناچیز کا ہی ہے اور "خاتمہ" میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۶۷۶ھ کی کتاب

[1] یعنی مکمل قرآنی قاعدہ اور اس کی شرح قواعد ہجاء القرآن۔

اَلتِّبْیَانُ فِیْ اٰدَابِ حَمَلَةِ الْقُرْاٰنِ کے ان اقتباسات کا اردو ترجمہ درج کیا گیا ہے جن کا تعلق معلّمین سے ہے۔ اسلیئے اگر حضرات معلّمین تعلیم کے دوران علّامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کو پیش نظر رکھیں گے تو اس کی برکت سے انشاء اللہ العزیز وہ مخلص اور مقبول بارگاہ بن جائیں گے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف وکرم سے اس بے سلیقہ اور سراسر ناکارہ کو بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

تجوید' وقف اور رسم کی اہم کتابیں

گو اس کتابچہ کی تالیف کے دوران مجھے بار بار یہ خیال آتا رہا کہ میں یہ کیا کام کر رہا ہوں کہ

- اَلتِّبْیَانُ فِیْ تَرْتِیْلِ الْقُرْاٰنِ
- عُمْدَةُ الْبَیَانِ فِیْ صِیَانَةِ الْقُرْاٰنِ
- اور رِجَآءُ الْغُفْرَانِ فِیْ بَیَانِ رَسْمِ الْقُرْاٰنِ

جیسی انتہائی اہم اور ضروری کتابوں کی تکمیل کے کام کو مؤخر در مؤخر کر کے قاعدہ کی تالیف میں لگ گیا ہوں، لیکن اسکے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا رہا کہ اگر یہ تالیف پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو تجوید وقف اور رسم جیسے اہم قرآنی علوم کیساتھ ساتھ "ہجا القرآن" کے علم میں بھی ایک نہایت مفید تالیف معرض وجود میں آجائے گی۔ اس لیئے طبیعت کے بار بار منحرف ہونے کے باوجود میں اس کام میں لگا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ متذکرہ بالا کتابیں بھی ایک نہ ایک دن مکمل ہو ہی جائیں گی۔ باقی یہ فیصلہ کرنا ناظرین کا کام ہے کہ میں نے یہ کوئی مفید خدمت انجام دی ہے یا یوں ہی وقت ضائع کیا ہے۔

مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ قرآنی علوم کا یہ گوشہ جو اب تک غالباً اجاگر نہیں ہوا تھا، وہ اس کتابچہ کی تالیف سے بفضلہ تعالیٰ اجاگر ہوگیا ہے اور اصل مدار اس محنت کے بار آور ہونے کا اس پر ہے کہ ان کی بارگاہ میں قبول ہو جائے، ورنہ سب کچھ ہونے کے باوجود کچھ بھی نہیں۔

ایک دردمندانہ گزارش

جب اس ناچیز نے محض حق تعالیٰ شانہ کی توفیق وعنایت سے یہ نادر اور فقید المثال تحفہ بڑی کاوش اور لگن کیساتھ تیار کر کے قرآن مجید کے معلّمین کی خدمت میں پیش کیا ہے تو اب معلّمین کا بھی یہ فرض ہے کہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اس میں درج شدہ اصول وقواعد کا بار بار مطالعہ فرمائیں اور پھر ان کی روشنی میں بچوں کو تعلیم دیں اور اس کو یوں ہی طاقِ نسیان میں نہ ڈال دیں۔ امید ہے کہ حضرات معلّمین مؤلف کی اس درد بھری گزارش کو شرفِ پذیرائی بخشیں گے اور اپنی دعواتِ صالحہ میں یاد رکھیں گے۔

مُقدّمہ

قرآنِ حکیم کے معلّمین کی خدمت میں چند اہم گزارشات

اصل مضمون شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معلّمین کی خدمت میں چند ضروری گزارشات اور مفید مشورے عرض کیئے جائیں۔ اگر معلّمین حضرات ان کا بغور مطالعہ فرما کر ان پرعمل پیرا ہوں گے اور دورانِ تعلیم میں ان کو پیش نظر رکھیں گے تو انشاء اللہ العزیز وہ تعلیم کے کام کو نہایت خوش اسلوبی، عمدگی اور ذمہ داری کیساتھ انجام دے سکیں گے۔

احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہوئیے

اس سلسلہ میں، مَیں قاعدہ اور ناظرہ کے معلّمین کی خدمت میں سب سے پہلے یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ خود کو احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہونے دیجئے اور دل میں یہ خیال نہ لائیے کہ آپ کوئی معمولی کام کر رہے ہیں اور اس کام کی کوئی حیثیت نہیں ہے، چونکہ اس قسم کا خیال دل میں لانے سے آپ کا شوق و جذبہ متاثر ہوگا اور جس جذبہ اور جس ولولہ کے ساتھ آپ کو بچوں کی تعلیم کا کام کرنا چاہیئے وہ اس خیال کے آنے سے سرد پڑ جائیگا اور آپ تعلیمی ذمہ داریوں سے کما حقہٗ عہدہ برآ نہیں ہوسکیں گے، کیونکہ جب جذبہ ہی سرد پڑ جائیگا تو آپ محنت کس بناء پر کریں گے جب اسٹیم ہی نہیں ہوگی تو گاڑی کیسے چلے گی۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ کی محنت سطحی نظر رکھنے والوں کی نگاہ سے اوجھل رہے گی، لیکن اونچی اونچی اور سر بفلک عمارتوں کی بنیاد کس کو نظر آتی ہے، مگر اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ یہ بڑے بڑے محلّات اور آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتوں کا وجود اُنہی بنیادوں کا رہینِ منّت ہے جو اب دکھائی نہیں دے رہیں۔

اگر کسی بڑے سے بڑے قاری اور بڑے سے بڑے عالم کے علمی محل میں آپ کی محنت نظر نہیں آتی تو یہ قصور ہے نہ دیکھنے والی آنکھ کا۔ لیکن آپ کی زمین کی تہہ میں نصب کی ہوئی اینٹ کی اہمیت سے انکار وہی شخص کرسکتا ہے جسے اس راستے کی خبر نہ ہو اور اسے یہ معلوم نہ ہو کہ آج جو شخص علم وفضل کے آسمان پر مہتاب بن کر چمک رہا ہے وہ کل آپ کے سامنے طفلِ مکتب تھا اور آپ ہی نے سب سے پہلے اس کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھا کر الف، با، تا کہلوایا تھا جب کہ وہ اس وقت حرفوں کی شناخت بھی نہیں کرسکتا تھا۔ کوئی آپ کی نصب کی ہوئی اینٹ کو اہمیت دے یا نہ دے آپ کا حصہ عنداللہ اس محل کی تعمیر میں لگ چکا اور آپ کے پیشِ نظر ہونا بھی یہی چاہیئے کہ اللہ کی بارگاہ میں آپ کا نام خدّامِ قرآن کی فہرست میں درج ہو جائے اور بس، آپ کے شاگرد اور آگے ان کے شاگرد الیٰ نہایتِ سلسلہ جب تک آپ کی روشن کی ہوئی شمع سے مستفیض ہوتے رہیں گے، ان سب کو جو کچھ اور جتنا کچھ ملتا رہے گا وہ سارے کا سارا آپ کے حساب میں بھی درج ہوتا رہے گا ان شاء اللہ۔

مشہور حدیث ہے:۔ اِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ (سنن ترمذی: کتاب العلم) یعنی اچھی بات کا راستہ بتانے والے کو بھی وہی ثواب ملتا ہے جو عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔

آپ کی حیثیت وہ نہیں جو دنیاوی تعلیم کے معلّمین کی ہوتی ہے کہ وقت دیا، پیسہ لیا اور بس اسلئے کہ اس تعلیم کا مقصد دنیا ہی ہوتی ہے، لیکن آپ کی محنت کا اصل ثمرہ آپ کو اس جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہوجانے کے بعد ملے گا اور آپ کو یہ خدمت انجام دینی بھی اسی مطمعِ نظر سے چاہیئے۔ اس وقت جو تھوڑا بہت مل رہا ہے اس کی حیثیت آگے پہنچ کر ملنے والے کے مقابلے میں قلیل بلکہ اقل قلیل ہے، لیکن اسکے ملنے کی شرط یہ ہے کہ آپ کی محنت کا مقصد بھی وہی ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا اور کسے معلوم نہیں کہ وہ امّت کے بہترین افراد میں سے ہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء مفسرین، محدّثین، فقہاء ان کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ان کے علوم وفیوض سے کتنوں کے سینے منور ہو چکے ہیں، لیکن بایں ہمہ عزوشرف

وفضل وکمال آپ فرماتے ہیں :۔

"مجھے یہ بات پسند ہے کہ لوگ مجھ سے علم حاصل تو کریں لیکن میری طرف نسبت ایک حرف کی بھی نہ کریں"۔

یعنی کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے یہ مسئلہ (امام) شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے سیکھا ہے۔ خیر وہ تو بڑے درجہ کے انسان تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی آخرت کیلئے کیا تھا، نمود وریا سے انہیں کیا واسطہ مگر حتی المقدور ہمیں بھی ان حضرات کے نقشِ قدم پر چلنے کی کچھ نہ کچھ کوشش تو کرنی چاہیئے۔ اگر آج ہمارا کوئی نام نہیں لیتا تو ہمیں بددل نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے لیئے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہمیں قرآن کی (خواہ اسکے ابتدائی شعبہ ہی کی سہی) خدمت کرنے کی توفیق میسر ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ ہم قرآن مجید کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور ہمارا وقت کسی لایعنی اور دنیاوی شغل میں نہیں لگا ہوا۔ پھر یہ کہ آپ اگر محنت اور جذبہ سے کام کریں گے تو اس کی بدولت آپ کے منصب میں بھی ترقی ہوگی۔ اگر آج آپ قاعدہ یا ناظرہ پڑھا رہے ہیں تو کل کو انشاء اللہ حفظ کا شعبہ بھی آپ کے سپرد ہو جائیگا۔ لیکن ترقی کے یہ مدارج آپ اسی صورت میں طے کر سکیں گے کہ مفوضہ کام کو حتی المقدور حسن وخوبی اور محنت کیساتھ انجام دیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر آپ نے ابتدائی مرحلہ میں ہی سستی لاپرواہی اور بدنظمی کا مظاہرہ کیا تو پھر اسکے بعد کا شعبہ آپ کے سپرد کون کریگا اور نہ صرف یہ بلکہ موجودہ منصب سے بھی معزول ہونا پڑے گا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

شاگردوں کیساتھ نرمی' ملاطفت اور شفقت سے پیش آیئے

دوسری چیز جو آپ کی خدمت میں عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے اندر یہ احساس پیدا فرمائیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی معلمی جیسا بلند مرتبہ اور قابلِ رشک منصب عطاء فرمایا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کیساتھ نرمی، ملاطفت اور شفقت والا رویہ اختیار فرمائیں۔ سختی تو کسی حالت میں بھی اچھے نتائج پیدا نہیں کرتی، چہ جائیکہ چھوٹے بچوں پر کی جائے اور بچے بھی وہ جو اس پُرفتن دور میں کھیل کود اور اپنی فطری آزادی کو قربان کر کے آپ کے پاس

قرآن پاک پڑھنے کیلئے آئے ہیں۔ اگر اس وقت آپ سے ملاطفت والے اس اصول میں کوتاہی ہوگئی تو نامعلوم اسکے نتیجہ میں کتنے بچے اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہ جائیں گے۔ اگر آپ نے اس نفسیاتی اصول سے غفلت برتی تو آپ کامیاب معلم قرار نہیں دیئے جائیں گے۔ جہاں ایک معلم کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ بچوں کو تعلیم دینے کا آسان سے آسان اور سہل سے سہل طریقہ اختیار کرے، وہاں اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کو الفت ومحبت اور خوش اخلاقی کے ذریعہ اپنے ساتھ مانوس کرے[1]۔

[1] ہاں بچوں کو اپنے ساتھ مانوس کرنے میں ایسے بے تکلف بھی نہ ہو جائیں کہ ان کے دلوں سے آپ کا وقار جاتا رہے اور وہ گستاخ ونڈر بن جائیں۔ دانشمندوں نے کہا ہے: مَنْ كَثُرَ مِزَاحُهُ زَالَتْ هَيْبَتُهُ یعنی جو زیادہ بے تکلف ہو جاتا ہے اسکا رعب جاتا رہتا ہے۔ لہٰذا نفسیات کے اس اصول کو ملحوظ رکھنا بھی ازبس ضروری ہے۔ یہ درست ہے کہ تمام بچے مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہوتے، یقیناً بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب تک ان کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے وہ چلتے ہی نہیں۔ غالباً ایسوں ہی کے بارے میں عربی زبان میں یہ کہاوت کہی گئی ہے: "اَلضَّرْبُ لِلصِّبْيَانِ كَالْمَآءِ فِي الْبُسْتَانِ" یعنی "بچوں کی تربیت میں مار پیٹ کو ایسا ہی دخل ہے جیسا پانی کو باغ کی نشو ونما میں"۔ تاہم جہاں تک ممکن ہو، ایسوں کیساتھ بھی نرمی اور ملاطفت سے ہی پیش آیئے اور اگر کسی وقت بتقاضائے ضرورت کچھ سختی کرنی پڑ ہی جائے تو دوسرے وقت میں عفو ودلجوئی سے اس کا تدارک کر دیجیئے۔ غصہ کی پرورش زیادہ دیر تک نہ کرتے رہیئے۔ آپ کے اس رویہ کا بھی انشاء اللہ اچھا اثر پڑے گا۔ حدیث میں ایسے شخص کی مذمت آئی ہے جس کو غصہ آئے تو جلدی لیکن جائے دیر سے۔

اخلاقی تربیت قرآن کے معلم اور مشفق استاد کا بہت ہی مبارک فرض ہے، لیکن اس فرض کی ادائیگی کے وقت اگر استاد آپے سے باہر ہو گیا اور جوش سے مغلوب ہوکر ہوش کھو بیٹھا اور خود کو قابو میں نہ رکھ سکا تو مصلح ہونے کی بجائے الٹا مجرم بن جائیگا۔ خصوصاً جب بچہ کسی جرم کا مرتکب ہو اس وقت اس مغلوبیت کا احتمال اور بھی زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ ایسے موقع پر غصہ آنا فطری امر ہے اور کوئی شخص جس قدر نیک اور اچھا ہوگا بری بات پر اس کو اتنا ہی زیادہ غصہ آئیگا، اسلئے ایسے موقع میں جوش کو ہوش پر غالب آنے سے روکے رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ مقصد ان معروضات کا یہ ہے کہ آپ ننھے منے بچوں کے دلوں میں دین کا پودا لگا رہے ہیں اسلئے اس بات کی پوری کوشش کیجیئے کہ جو آپ کے پاس آگیا ہے وہ محروم نہ جائے۔

سبق پڑھانے سے پہلے مطالعہ ضرور کیجئے

تیسرا مشورہ اس سلسلے میں یہ عرض کرنا ہے کہ ہر سبق کے پڑھانے سے پہلے اس سے متعلقہ وضاحتی نوٹوں اور ہدایات کا مطالعہ ضرور کیجئے اور یہ مت خیال کیجئے کہ قاعدہ پڑھانے کیلئے مطالعہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، اس لیئے کہ مطالعہ کے بغیر پڑھانا ایسا ہی ہے جیسے اندھیرے میں اِدھر اُدھر قدم پھینکنا۔

مطالعہ کرنے کے بعد اور اس کی روشنی میں اگر آپ سبق پڑھائیں گے تو آپ خود ہی محسوس کرلیں گے کہ جو سبق آپ نے بغیر مطالعہ کے پڑھایا تھا اُس میں اور اِس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کسی کتاب کی شرح کی حیثیت اسکے معلم کی ہوتی ہے، اسلیئے اگر آپ سبق مطالعہ کر کے پڑھائیں گے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے وہ سبق پہلے خود استاد سے پڑھا ہے اور پھر اپنے شاگردوں کو پڑھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ اگر معلّمین حضرات اس مشورہ پر عمل کریں گے تو صرف یہی نہیں ہوگا کہ وہ قاعدہ کماحقہٗ پڑھا سکیں گے بلکہ اس کی وجہ سے فن معلمی میں بھی کمال حاصل کرلیں گے، لیکن یہ مقصد جب ہی حاصل ہوسکتا ہے اور اس محنت سے پوری طرح استفادہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ کسی اسکول کے اندر اور ایک ہی وقت میں پوری کلاس کو پڑھا رہے ہوں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر آپ کسی مکتب میں چالیس پچاس بچوں کو فرداً فرداً پڑھا رہے ہیں تو ایسی صورت میں ان سب جگہوں کا مطالعہ نہیں کر سکتے، تاہم جتنا کچھ اور جو کچھ ممکن ہو اس سے دریغ نہ کیجئے۔ اللہ کرے کہ مکاتب میں بھی اسکولوں کی طرح داخلہ کا ایک ہی وقت متعین ہو جائے اور پوری کلاس کو ایک ہی وقت میں پڑھانا ممکن ہوسکے تاکہ کم خرچ و بالانشین والے اصول پر عمل پیرا ہوکر مکاتب میں بھی تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ بچوں کو پڑھایا جا سکے۔ اس سلسلہ میں ہماری مخلصانہ رائے یہ ہے کہ اگر مکاتب میں اسکولوں کی طرح سال کے بعد داخلہ کی صورت ممکن یا مناسب نہ ہو تو پھر جلدی سے جلدی بھی تین ماہ کے بعد نیا داخلہ کیا جائے اور اس درمیان میں اگر کسی بہت ہی شائق بچے کو داخل کرنا ہی پڑ جائے تو اس کو بھی اسی کلاس میں شامل کر

دیا جائے پھر اگر وہ امتحان کے وقت دوسروں کے ساتھ پورا نہ اتر سکے تو آئندہ شروع ہونے والی سہ ماہی کلاس میں شریک کر دیا جائے۔ یہ کوئی تُک نہیں کہ ہر دن ایک نہ ایک نیا بچہ داخل ہوتا رہتا ہے اور بیچارے استاد کو اس ایک کیلئے الگ وقت نکالنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں استاد کتنا بھی قابل تجربہ کار اور محنتی کیوں نہ ہو، اس کی قابلیت، تجربہ اور محنت سب بے نتیجہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا مکاتب کے مہتممین حضرات کو اس بارے میں کوئی مفید اور نتیجہ خیز لائحہ عمل ضرور مرتّب کرنا چاہیئے تاکہ تعلیم قرآن کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو سکے۔

ان چند تمہیدی معروضات کے بعد اب مکمل قرآنی قاعدہ کی تختیاں درج کر کے ان سے متعلقہ وضاحتی نوٹ اور ہدایات درج کی جاتی ہیں۔ بغور مطالعہ فرمایئے اور پوری محنت اور لگن کے ساتھ پڑھایئے۔

قاعدہ کے مضامین کا اجمالی خاکہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شرح شروع کرنے سے پہلے بطورِ خلاصہ موضوع کی وضاحت کر دی جائے۔ تاکہ ناظرین تختیوں کے باہمی تعلق اور ان کے ضمن میں درج کی ہوئی ہدایات اور وضاحتوں کا باہمی ربط آسانی کیساتھ سمجھتے چلے جائیں اور قاعدہ کی تالیف کا مقصد جو راقم الحروف کے سامنے ہے وہ دورانِ مطالعہ ان کے ذہنوں میں مستحضر رہے۔ پس قاعدہ کی تالیف وترتیب سے میرے نزدیک مقصود یہ ہونا چاہیئے کہ طلبہ کو سب سے پہلے حرفوں کی شناخت میں ماہر بنایا جائے اور ان کو حتی الامکان صحیح تلفظ سکھایا جائے اور پھر اسکے بعد ان کے عوارض یعنی حرکات، جزم، مد لین، تشدید اور تنوین کی شکلوں سے روشناس کرا کر ان کا تلفظ اور ہجے سکھائے جائیں۔

قاعدہ کا یہ حصہ تو وہ ہے جسے عام طور پر مرتبین پیشِ نظر رکھتے ہی ہیں اور اپنی اپنی سعی وبساط کے موافق مدوّن کرتے ہیں، لیکن یہ اسکا ابتدائی حصہ ہے، کیونکہ بہت سی چیزیں ان سب کے بعد بھی ایسی رہ جاتی ہیں جن کی تعلیم قاعدہ ہی میں دینا نہ صرف مناسب بلکہ ضروری ہے اور کوئی قاعدہ اس وقت تک مکمل قاعدہ کہلانے کا مستحق قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ اس میں "وہ" چیزیں درج نہ کی گئی ہوں اور "وہ" یہ ہیں:۔

① خالی حروف اور شوشوں کا مسئلہ

② ننھے سے نون یا نونِ قطنی کی بحث

③ جزم کے بعد تشدید والا حرف

④ دو تشدیدوں کا ساتھ ساتھ آنا

⑤ تین تین تشدیدوں والے الفاظ

⑥ غیر مشدد حرف سے پہلے نون ساکن وتنوین کا تلفظ

⑦ ان حروف کی نشاندہی جن کا تلفظ کتابت کے خلاف ہے

⑧ وقف کے طریقے

⑨ حروفِ مقطعات کے تلفظ کی وضاحت

چنانچہ میں نے زیرِنظر کتاب میں ان سب ہی چیزوں کو اپنے امکان کی حد تک پوری شرح وبسط اور تفصیل وتوضیح کیساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ مزید برآں دو تختیوں میں دو ہمزوں اور ملتی جلتی آوازوں والے حرفوں کیساتھ ساتھ آنے کے مسئلہ کو بھی بیان کیا ہے اور ان کے تلفظ کی وضاحت کی ہے اور پھر اس سب کے بعد آخری تختی میں اسمآء الحسنٰی یعنی اللہ تعالیٰ کے مبارک نام درج کیئے ہیں، تاکہ یہ قاعدہ برکتوں سے معمور ہوکر نورٌ علیٰ نور کا مصداق بن جائے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آپ بھی آمین کہہ دیجیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکمل قرآنی قاعدہ کی پہلی تختی

حروفِ ہجاء یا مفرد حروف[1]

ا	ب	ت[2]	ث	ج	ح	خ	د
ذ	ر	ز	س	ش	ص	ض	ط
ظ	ع	غ	ف	ق	ك	ل	م
ن	و	ه	ء	ى	ے		

[1] بعض قاعدوں میں حروفِ ہجاء درج کرنے سے پہلے صرف نقطوں سے روشناس کرانے کی غرض سے ایک سبق میں سیدھی لکیروں کے اوپر نیچے نقطے درج کیئے گئے ہیں مثلاً اسطرح ـبـ ـتـ ـثـ ـنـ ـيـ مگر ہمارے خیال میں اس ہندی کی چندی کی ضرورت نہیں۔ اسلئے کہ قرآن میں صرف لکیروں کے اوپر نیچے نقطے نہیں لگائے گئے بلکہ حرفوں کیساتھ ہی استعمال کیئے گئے ہیں، اسلئے اس سبق کی کوئی ضرورت نہیں۔

[2] میں اب تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ قاعدوں کے مرتبین نے حروفِ ہجاء کے سلسلہ میں تائے مدوّرہ کو کیوں درج نہیں کیا جب کہ قرآن شریف میں اسکا استعمال بکثرت ہوا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ گو عام حالات میں یہ پڑھی تو تاء ہی جاتی ہے لیکن شکل اس کی چونکہ ھاء جیسی ہوتی ہے، اس لئے اسکے درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تو اس دلیل میں بھی کوئی وزن نہیں، لیکن چونکہ تادمِ تحریر میرے ذہن میں بھی اسکی کوئی تشفی بخش توجیہ نہیں آئی، اسلئے میں نے بھی اس کو درج کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اگر کسی محقق کے علم میں اس کی کوئی توجیہ ہو تو ازراہ عنایت مؤلف کو آگاہ فرمائیں۔

سلسلہ ہدایات
مندرجہ بالا تختی کے پڑھانے کا طریقہ

۱ بسم اللہ پڑھا کر حروف کہلایئے

استاد کو چاہیئے کہ سب سے پہلے بچے کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہلائے اور پھر اس کے بعد اسکے داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی ایک ایک حرف پر رکھ کر اس طرح کہلائے :-

اَلِفْ، بَا، تَا، ثَا

اگر بچہ بہت چھوٹا ہے تو پہلے دن اس کیلئے اتنا سبق ہی کافی ہے بلکہ بہت ہے مگر استاد کو یہ نہیں چاہیئے کہ ایک ہی مرتبہ سبق کہلا کر خود کو اس بچے کی تعلیم سے سبکدوش سمجھ لے بلکہ اس کو یہ حروف بار بار کہلائے اور اتنی مرتبہ کہلائے کہ اس کی زبان پر جاری ہو جائیں اور اس کیلئے یہ ضروری

۱ بہت چھوٹا بچہ جو آج ہی مکتب میں داخل ہوا ہے چونکہ ایک سانس میں اور صحتِ لفظی کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں کہہ سکے گا، اسلئے استاد کو بھی ایک ہی سانس میں اور پوری صحتِ لفظی کے ساتھ کہلانے کے درپے نہیں ہونا چاہیئے۔ چونکہ ایسا کرنے سے اس کی ننھی زبان پر بوجھ پڑے گا، بس جیسے بھی وہ کہہ سکے کہلا کر آگے حرف کہلانے شروع کر دیجیے، مگر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہلایئے ضرور۔ کیونکہ یہ بڑی برکت کی چیز ہے اور اسکا ترک نامبارک ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ہر وہ اچھا کام جس کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔

۲ پھر دوسرے روز جیم سے ذال تک، تیسرے روز را سے ضاد تک، چوتھے روز طا سے کاف تک پانچویں روز لام سے یا تک اور چھٹے روز اول سے آخر تک پھر ساری تختی پڑھائیں۔ یہ ایک ہفتے کا نصاب ہو گیا مگر یہ بہت چھوٹے بچوں کیلئے ہے، رہے سمجھدار اور اسکولوں کے طلبہ؟ تو ان کے بارے میں ہم آگے چل کر مشورہ عرض کریں گے۔

ہے کہ بچے کو اپنے سامنے سے ہٹانے سے پہلے خود اس کی زبان سے دو چار مرتبہ یہ سبق سن لے۔ ہاں اس بات کا بھی خیال رکھیئے کہ حروف محض زبان پر ہی جاری نہ ہوں بلکہ بچے کی آنکھیں بھی ان حرفوں کی شکلوں سے پوری طرح آشنا ہو جائیں۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ اِدھر حرف زبان سے کہلائیں اور اُدھر اس پر انگلی رکھوائیں۔ دو چار مرتبہ ایسا کرنے سے اور انگلی اور زبان کے مشترک عمل سے بچے کی آنکھیں اور کان دونوں ہی حرفوں کی آوازوں اور ان کی شکلوں سے متعارف ہو جائیں گے۔

۲ بے تے ثے نہ کہلائیں بلکہ با تا ثا کہلائیں

ہمارے شہروں میں عام طور پر ب ت ث ح خ ر ز ف ھ ی کو بے تے ثے حے خے رے زے فے ھے یے، ط ظ کو توئے زوئے اور ص ض کو سواد، ضُواد کہنے کا رواج ہے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ان حرفوں کو اس طرح کہا اور کہلایا جائے:۔ بَا تَا ثَا حَا خَا رَا زَا فَا هَا يَا طَا ظَا صَادْ اور ضَادْ، کیونکہ ان حرفوں کا صحیح تلفظ یہی ہے اور عربی کتابوں میں یہ حروف اسی طرح ادا ہوتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں:۔

بِالْبَآءِ الْمُوَحَّدَةِ وَالتَّآءِ الْمُثَنَّاةِ وَالثَّـآءِ الْمُثَلَّثَةِ وغیرہ وغیرہ[1]

بلکہ خود قرآن عزیز میں بھی ان حرفوں کا یہی تلفظ آیا ہے جیسا کہ بعض سورتوں کے شروع میں ارشاد ہے:۔ الٓرٰ ۝ الٓمٓصٓ ۝ طٰهٰ ۝ يٰسٓ ۝ حٰمٓ ۝ وغیرہ وغیرہ

[1] ہاں یہ صحیح ہے کہ بعض روایتوں میں دو حرفی مقطعات یعنی ح ر ط ھ اور ی امالہ سے بھی پڑھے گئے ہیں اور امالہ کا تلفظ یائے مجہول کے مانند ہی ہوتا ہے لیکن آپ بچوں کو امالہ سے تو نہیں پڑھا رہے اور اگر ان حرفوں کو امالہ سے ہی پڑھانا ہے تو پھر سارا قرآن شریف امالہ والی روایت کے موافق ہی پڑھانا پڑھے گا، لیکن یہ بات ہم نے یوں ہی تکمیل البحث لکھ دی ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ قاعدہ پڑھانے والے اساتذہ بالعموم فتحہ اور امالہ کی اصطلاح تک سے بھی واقف نہیں ہوتے، بلکہ وہ سمجھتے ہی یہ ہیں کہ ان حرفوں کا اصلی تلفظ بے تے ثے اور حے خے وغیرہ ہے۔ رہے توئے زوئے، سواد، ضُواد، وا اور کیاف، یہ تو سرے ہی سے مہمل ہیں۔

ایسے ہی اکثر معلّمین واؤ کو وا کہتے اور پڑھاتے ہیں، لیکن یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ واؤ دو حرفی نہیں بلکہ تین حرفی ہے، اسلئے اسکا صحیح تلفظ واؤ ہے۔ عربی کی کتابوں میں اسکا یہی تلفظ آتا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں: بِالْوَاوِ الْمَدِّيَّةِ۔ چنانچہ اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے مکمل قرآنی قاعدہ میں ان حرفوں کے اوپر خفی قلم سے ان کا صحیح تلفظ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

اور بعض علاقوں میں کاف کو کیاف اور بعض میں کیف بھی کہتے ہیں لیکن یہ دونوں بھی مہمل ہیں، اس کا صحیح نام کاف ہی ہے۔ عربی کتابوں میں بلکہ خود قرآن مجید میں بھی اسکا یہی نام آیا ہے۔ جیسا کہ سورہ مریم کے شروع میں ارشاد ہے: كٓهٰيٰعٓصٓ اور بعض قاعدوں میں جو یہ لکھا ہے کہ افریقہ اور عربی ممالک میں تو بار تار ثار کہنا چاہیئے اور ہند و پاک میں رواج کے مطابق بے تے ثے، تو یہ کہنے والے کی جہالت اور اس کی فاش غلطی ہے۔ اگر مفرد حروف رواج کے مطابق کہنے چاہئیں تو پھر مرکب الفاظ بھی رواج ہی کے مطابق ادا کرنے چاہئیں۔ اور اَلْحَمْدُ کو اَلْهَمْدُ صِرَاطَ کو سِرَاتَ اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ کو وَلَا لدُّوَآلِيْنَ اور نہ جانے کیا کیا کہنا چاہیئے۔ نیز پھر تو ت ط، ح ھ، ق ک، ث س، ص س، ع ء، ذ ز اور ز ظ میں بھی فرق کرنے کی ضرورت نہیں اور اس سے تجوید اور صحتِ لفظی کی ساری عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس قول کے قائل کو جاہل کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اگر قرآن مجید رواج ہی کے مطابق پڑھنا ہے تو پھر کسی قاری اور مجود سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، کسی بھی اردو پڑھانے والے ماسٹر سے پڑھا جا سکتا ہے۔

[۳] ابھی سے صحیح تلفظ سکھایئے

جو حروف خالص عربی زبان کے ہیں اور ہماری زبان میں نہیں پائے جاتے یعنی ث ح ذ

[۱] واؤ کے بارے میں ایک غلطی یہ بھی مشاہدہ میں آتی رہتی ہے کہ اس کو عام طور سے فا کے مخرج یعنی اوپر کے دانتوں کی نوکوں کو نیچے کے ہونٹ کے شکم سے لگا کر ادا کیا جاتا ہے، یہ قطعاً غلط اور نادرست ہے۔ واؤ انضمامِ شفتین یعنی دونوں ہونٹوں کے بالکل گول ہونے سے ادا ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے شاگردوں کو ابھی سے اس کے صحیح تلفظ کی مشق کرایئے تاکہ آگے چل کر تکلیف نہ ہو۔

ص ض ط ظ ع اور ق انہیں بچوں کو ابھی سے صحیح عربی تلفظ کے ساتھ کہلائیے بلکہ خ ذ اور غ بھی خصوصی توجہ کے لائق ہیں۔ یہ مقصد نہیں کہ بچے پہلے ہی دن یا قاعدہ خوانی کے زمانہ میں ہی بڑے اعلیٰ درجہ کے مجود بن جائیں اور ہر حرف کو اسکے بالکل اصلی مخرج سے اس کی تمام صفات کے ساتھ ادا کر سکیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے کان شروع ہی سے ان حرفوں کے صحیح تلفظ سے آشنا ہوں اور وہ اپنی زبان سے اسی تلفظ کے ادا کرنے کے عادی بنیں۔ اگر استاد صاحبان اس بات کا خیال رکھیں گے اور اس عزم کیساتھ بچوں کو حروف کہلائیں گے تو انشاء اللہ چند روز میں وہ صحیح تلفظ کے ساتھ کہنے لگ جائیں گے، کیونکہ ان کے کانوں نے اس سے پہلے ان حرفوں کا تلفظ سنا ہی نہیں۔ اس لئے آپ آج ان کے کانوں میں جو تلفظ ڈالیں گے اس کو اخذ کرنا اور اسکے مطابق کہنا ان کیلئے تقریباً ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اہلِ زبان کیلئے ہوتا ہے اور اگر آپ نے اس وقت اس انتہائی ضروری مشورہ پر عمل نہ کیا اور تعلیم کے اس زرّیں اصول سے بے اعتنائی برتی تو پھر بچے کی زبان پر غلط لفظ جاری ہو جانے کے بعد محنتِ شاقّہ کے باوجود بھی شاید وہ بات پیدا نہ ہو سکے جو اَب ذرا سی توجہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔

میں نے خود بعض ننھّے اور معصوم بچوں کو قاعدہ خوانی کے زمانہ میں ثار حار اور خار وغیرہ کا نہایت عمدہ تلفظ کرتے ہوئے سنا ہے۔ جو استاد کی فنِ تدریس میں اعلیٰ قابلیت کی دلیل ہے۔

مگر بچوں کو علمی انداز میں حرفوں کے مخارج اور ان کی صفات وغیرہ سمجھانے کا قصہ نہ چھیڑیں ان کیلئے اس وقت تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ خود اہتمام سے صحیح ادا کریں اور بچے کو اس طرح کہنے کیلئے فرمائیں۔ ہاں اگر محض زبان سے ادا کرنے سے کام نہ چلے تو زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ مخرج پر انگلی[1] رکھ کر بتلائیں کہ یہ حرف یہاں سے نکالو اور یہ یہاں سے، لیکن مخرج کا نام لینے اور بچے

[1] مگر انگلی رکھنے کا عمل صرف انہی حرفوں میں کریں جو زبان کی نوک اور دانتوں سے ادا ہوتے ہیں، زبان کے بیچ اور جڑ سے ادا ہونے والے حرفوں کے بارے میں یہ عمل نہ کریں، ورنہ بچوں کو تکلیف ہوگی اور وہ اس سے متوحش ہوں گے اور ان حرفوں میں امید ہے کہ اس کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔ ہاں ع ح کی صحیح

کو یہ بتانے کی ہرگز ہرگز تکلیف گوارا نہ کریں کہ اس مخرج کا نام یہ ہے اور اسکا یہ، کیونکہ اس وقت اسکا ذہن ان چیزوں کے محفوظ کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا اور نہ اس وقت یہ چیزیں بتانے کی ہیں۔ اس وقت تو صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کے کانوں کو صحیح تلفظ سے آشنا کرایا جائے اور بس علمی انداز میں سمجھانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہاں اگر پڑھنے والے سمجھدار اور نسبتاً بڑی عمر کے ہوں تو علمی انداز میں بھی سمجھا سکتے ہیں مگر بہت ہی مختصر لفظوں میں تفصیل بیان کرنے کی ان کے سامنے بھی ضرورت نہیں، کیونکہ آپ تجوید کا رسالہ نہیں پڑھا رہے ہے قاعدہ پڑھا رہے ہیں۔

۴ امتحان بھی لیجیے

مندرجہ بالا ہدایات کی روشنی میں پوری تختی پڑھانے اور یاد کرا چکنے کے بعد بچوں کو حروف شناسی میں مزید ماہر بنانے کی غرض سے ایک دو مرتبہ تختی الٹی بھی سنیں یعنی پہلے تو الف سے یار تک پڑھایا اور سنا تھا اور اب یار سے الف تک سنیں اور پھر اس کے بعد ان سے بطورِ امتحان کچھ سوالات بھی کریں۔ مثلاً اسطرح کہ پہلے صرف نقطہ والے حرفوں پر، پھر ان پر جو نقطہ والوں کے مشابہ ہیں اور پھر باقی حرفوں[1] پر انگلی رکھ کر پوچھیں کہ یہ کونسا حرف ہے اور یہ کونسا۔ ایسے ہی مثلاً کبھی پہلے ثار پر پھر تار پر پھر بار پر، ایسے ہی پہلے خار پر پھر حار پر پھر جیم پر اور ایسے ہی پہلے ذال پر پھر دال پر وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی کبھی پہلے صرف ایک ایک نقطہ والے حرفوں پر پھر دو دو اور تین تین والوں پر اور پھر باقی حرفوں پر بلا ترتیب[2] انگلی رکھ کر پوچھیں۔ بچے اگر بتا نہ سکیں تو گھبرا نہ جائیں، غصہ

ادائیگی سکھانے کیلئے بسا اوقات حلق کے اوپر انگلی رکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے، مگر یاد رکھیے کہ انگلی بہت ہی آہستگی سے رکھیے۔ کیونکہ مقصود بچے کو حرف کے نکلنے کی جگہ بتانا ہے، خدانخواستہ اسکا گلا گھونٹنا مقصود نہیں۔

[1] الف ك ل م و ہ ء اور ی یہ آٹھ حروف وہ ہیں جن کا کوئی مشابہ نہیں، باقی سے یہی مراد ہیں اور گو مشابہ تو نون کا بھی کوئی نہیں مگر وہ نقطہ والوں کی فہرست میں آجاتا ہے۔

[2] اس طرح بار بار اور ترتیب بدل بدل کر پوچھنے سے انشاء اللہ العزیز بچے مفردات کی پہچان میں خوب ماہر ہوجائیں گے کیونکہ معروف ترتیب میں تو خود ترتیب سے بھی شناخت میں مدد ملتی ہے اور بچوں کی زبان

نہ کریں، پھر بتائیں، پھر پوچھیں۔ غرض یہ کہ حروف کی پہچان جب اتنی ہو جائے کہ قرآن مجید یا کسی کتاب سے جو حرف بھی پوچھا جائے، فوراً بلا تامل بتادیں تب دوسری تختی پڑھائیں۔ اس سے پہلے نہ پڑھائیں اسلئے کہ اس تختی کی حیثیت بنیاد کی ہے۔

سمجھدار اور اسکولی بچوں کو مفردات کی تختی پڑھانے کا طریقہ

مفردات کی تختی پڑھانے کے بارے میں جو ہدایات اوپر درج کی گئی ہیں ان کا تعلق زیادہ تر بہت چھوٹے اور بالکل مبتدی بچوں کی تعلیم سے تھا، لیکن اگر آپ کسی اسکول میں پڑھارہے ہیں اور سب بچے ذہن و فہم کے لحاظ سے ایک ہی سطح کے ہیں اور ہیں بھی چھٹی ساتویں جماعت کے طالب علم تو ان کو یہ تختی پڑھانے کیلئے آپ کو حروف شناسی پر اتنی محنت اور دردسری نہیں کرنی پڑے گی، کیونکہ وہ حرفوں کی شکلوں بلکہ بہت سے حرفوں کے ناموں سے بھی پہلے ہی سے واقف ہوں گے۔ البتہ ان کیلئے تلفظ پر آپ کو محنت شاید چھوٹے بچوں کی بہ نسبت بھی کچھ زیادہ ہی کرنی پڑے، کیونکہ اُن بچوں کی تعلیم کی ابتدا آپ ہی کے پاس ہوئی تھی اور ان حرفوں کے نام انہوں نے سب سے پہلے آپ ہی سے سنے تھے، اس سے پہلے نہ وہ ان حرفوں کو پہچانتے تھے اور نہ ان کے کان ان حرفوں کی آوازوں سے آشنا ہوئے تھے، لیکن یہ اسکولی بچے اپنی گذشتہ پانچ چھ سال کے تعلیمی زمانہ میں نا معلوم کن کن لوگوں سے ان حرفوں کے نام سن چکے ہوں گے اور ان کے کانوں میں خدا جانے ان حرفوں کی اور کیا کیا آوازیں پڑی ہوں گی اور نہیں تو اردو کے قاعدہ میں انہوں نے بار، تار، ثار کو بے تے سے، حار کو حے، خار کو خے، ذال کو زال، رار کو رے، زار کو زے، صاد کو سواد، ضاد کو دُواد، طار کو توئے، ظار کو زوئے، فار کو فے، قاف کو کاف، واؤ کو وا، ھار کو ھے اور یار کو یے تو پڑھا اور سنا ہی ہوگا، اب آپ کو انہیں دوسری لائن پر ڈالنا ہے اور پہلی لائن سے ہٹا کر ڈالنا ہے اور یہ

پر وہ ترتیب رواں ہوتی ہے، اسلئے بعض دفعہ شناخت کرنے کے بغیر ہی بچہ وہی حرف زبان سے نکال دیتا ہے لیکن اگر آپ اس سے پہلے "اشرفی قرآنی قاعدہ" پڑھا چکے ہیں تو پھر اس قسم کے امتحانات لینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اسلئے کہ وہاں خود قاعدہ ہی میں یہ تختی ترتیب بدل بدل کر اور کئی بار درج کر دی گئی ہے۔

کام یقیناً مشکل ہے۔ کسی کو شروع ہی سے سیدھی لائن پر ڈالنا تو آسان ہوتا ہے لیکن غلط لائن سے ہٹا کر سیدھی لائن پر ڈالنا اسکے مقابلہ میں بہت دشوار ہوتا ہے۔ پھر یہ بچے یوں بھی نسبتاً شوخ ہوتے ہیں، اسلئے بڑی تحمل مزاجی اور بردباری سے کام لیتے ہوئے انہیں حرفوں کا صحیح تلفظ سکھانا ہوگا۔ چنانچہ سب سے پہلے تو آپ انہیں یہ بات سمجھائیں کہ :

عزیز طالب علمو! اردو کے قاعدہ میں الف بار کی تختی میں تو تم نے پینتیس ۳۵ بلکہ پینتالیس ۴۵ حروف پڑھے تھے لیکن عربی میں چونکہ بعض حروف نہیں آتے اسلئے قرآنی قاعدہ میں صرف انتیس ۲۹ حروف ہی ہیں اور پھر دوسری بات یہ سمجھائیں کہ بعض حرفوں کے نام تو عربی اور اردو دونوں قاعدوں میں ایک جیسے ہی ہیں لیکن بعض حرفوں کے نام اردو قاعدہ میں کچھ اور تھے، قرآنی قاعدہ میں کچھ اور ہیں، اسلئے جب تمہیں یہ حروف کہلائے جائیں تو پورے دھیان اور توجہ سے سنو اور پھر اسی طرح اپنی زبان سے کہنے کی کوشش کرو۔

اس تمہید کے بعد آپ انہیں اس طرح پڑھائیں کہ تعلیم کے کمرہ میں چسپاں بلیک بورڈ پر اپنے ہاتھ سے زیادہ سے زیادہ خوشخط صورت میں ایک ایک حرف لکھ کر بلند آواز سے اور پوری صحتِ لفظی کیساتھ کہلاتے جائیں۔ جتنا سبق پڑھانا مقصود ہو اسی طرح دو چار مرتبہ پوری جماعت کو کہلائیں اور کہلانے کے دوران اپنے کانوں کو بچوں کی طرف متوجہ رکھیں۔ جوں ہی کسی بچے کی زبان سے کسی حرف کا تلفظ غلط سنیں فوراً بلند آواز کیساتھ صحیح ادا کر کے اس کی اصلاح کریں کہ پوری جماعت سن لے۔ اسی طرح دو چار مرتبہ پورا سبق پوری جماعت کو کہلانے کے بعد اب ایک ایک[1]

[1] اگر آج کے ٹائم میں سب سے فرداً فرداً نہ سنا جائے تو باقیوں سے کل کے ٹائم میں سنیں لیکن سنیں ضرور بار بار سننے اور اصلاح کرنے سے سبق یاد بھی خوب ہو جائیگا اور تلفظ بھی عمدہ ہو جائیگا۔ کشمیر میں جنت دکھانے کی ضرورت نہیں جنت تو آسمانوں پر ہی ہے۔ چھ بلکہ نو ماہ میں بھی ختم کرا دینا ضروری نہیں۔ یہ بچے آپ کے پاس تیسری سے پانچویں تک یا چھٹی سے آٹھویں تک کے تین سالوں کیلئے آئے ہیں۔ اگر آپ نے اس عرصہ میں اسکول کے چار پانچ سو طالب علموں کو صحتِ لفظی کیساتھ ناظرہ بھی پڑھا دیا تو یہ بھی آپ کا بہت بڑا کارنامہ

کر کے ہر ہر لڑکے سے پورا سبق بلند آواز کے ساتھ سنیں اور اس دوران میں بھی غلط تلفظ کی اصلاح کرتے رہیں اور اگر آپ خوشخط نہیں لکھ سکتے تو پھر غلط سلط اور الٹا سیدھا لکھ کر خواہ مخواہ شاگردوں کے روبرو اپنی خفت نہ کرائیں۔ اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ آپ مکمل قرآنی قاعدہ پر ہی پڑھائیں۔ اسطرح کہ آپ کے ہاتھ میں شرح ہو اور بچوں کے ہاتھ میں قاعدہ۔ پس آپ تو شرح میں دیکھ کر الفاظ کہلائیں اور بچے اپنے اپنے قاعدہ میں دیکھ کر وہ لفظ کہیں۔

نوٹ: یہاں پہنچ کر پہلی تختی پڑھانے سے متعلق ہدایات کا سلسلہ ختم ہوا اور اب ذیل میں حروفِ ہجاء کی تعداد اور ان کی ترتیب سے متعلق دو مفید بحثیں درج کی جاتی ہیں، بغور ملاحظہ فرمائیں۔

ہوگا۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

اور اب تو غضب یہ ہے کہ چھ یا نو ماہ تو درکنار، چالیس روز میں پورا قرآن مجید ختم کرا دینے کے بلند وبام دعوے کیئے جا رہے ہیں اور اس کے لئے کلاسیں لگائی جا رہی ہیں اور اہلِ ثروت کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان سے خوب خوب روپیہ بٹورا جا رہا ہے اور ان چالیس روزہ کلاسوں کے موجدین کی اپنی حالت یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ کو اَلْھَمْدُ اور نا معلوم کہ اور کیا کیا کہتے ہیں۔ حافظ شیرازی نے شاید ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا تھا:۔

حافظا مے خورد رندی باش ولے
دام تزویر مکن ہرگز قرآن را

[۱] لیکن صرف موٹے اور باریک حرفوں میں فرق کرنے پر ہی زور نہ دیتے رہیئے، دوسرے حرفوں کے بارے میں بھی ہدایت فرمایئے۔ اگر غ خ اور ذ کو باریک پڑھنا غلط ہے تو ث کو سین، ح کو ھا، ذ کو زا، اور ع کو ہمزہ پڑھنا بھی یقیناً غلط ہے۔ یہ سطور ہم نے اسلئے لکھی ہیں کہ بعض قاعدوں میں باریک اور موٹے حرفوں میں فرق کرنے پر تو بار بار زور دیا گیا ہے لیکن باقی حرفوں کی تصحیح کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔

حروفِ ہجاء کی تعداد اور انکی ترتیب سے متعلق دو مفید بحثیں

الف حروفِ ہجاء انتیس ہیں اٹھائیس نہیں

بعض قاعدوں میں حروفِ ہجاء کی تعداد اٹھائیس [۲۸] بیان کی گئی ہے جو صحیح نہیں۔ حروفِ ہجاء انتیس [۲۹] ہیں اور الف بھی یقیناً ایک حرف ہے، اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ قَالَ، کَانَ اور تَابَ وغیرہ میں قاف ولام، کاف ونون اور تاء وباء کے درمیان جو ایک سیدھی اور نرم آواز نکلتی ہے اسے کیا کہیں گے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ اسے ہمزہ نہیں کہہ سکتے، اسلئے کہ ہمزہ سخت اور جھٹکے کے ساتھ ادا ہوتا ہے اور یہ آواز نرم اور سیدھی ہے، اور اگر یہ ہمزہ ہے تو پھر دَآبًّا میں دال اور باء کے درمیان اور سَآئَ میں سین اور لام کے درمیان جو حرف ادا ہوتا ہے وہ کیا ہے؟ ہاں یہ صحیح ہے کہ علماء نحو میں سے مبرّد نے ایک خاص وجہ کی بناء پر اٹھائیس [۲۸] حروف بیان کیئے ہیں لیکن دوسرے تمام علماء نے ان کے خیال کا رد کیا ہے۔ جس کی تفصیل تجوید وقراءات کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اور تعدادِ حروف کی اصل وجہ آوازوں کا تغایر ہے کسی سطحی دلیل کی بناء پر کسی حرف کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ب حروفِ ہجاء کی ترتیب کونسی بہتر ہے

ایسے ہی بعض قاعدوں میں حروفِ ہجاء کو معروف ترتیب کے خلاف مخارج کی ترتیب کے موافق درج کیا گیا ہے، یعنی ہمزہ سے شروع کر کے واؤ پر ختم کیا ہے، لیکن ہمارے خیال میں معروف ترتیب ہی اولیٰ اور انسب ہے۔ ایک تو اس لئے کہ سارے جہاں میں یہی جانی پہچانی ہے اور عامۃ الناس اسی سے متعارف ہیں۔ عربی کے علاوہ فارسی اور اردو میں بھی یہی مروّج ہے اور دوسرے اس میں ایک خاص مناسبت بھی ہے، اور وہ یہ کہ اس میں ہم شکل حروف ساتھ ساتھ

درج ہیں۔ چنانچہ الف کے بعد پہلے ب ت ث پھر ج ح خ پھر د ذ پھر ر ز پھر س ش پھر ص ض پھر ط ظ اور پھر ع غ ہیں اور یہ سب متحد الشکل ہیں، جن میں محض نقطوں ہی سے امتیاز ہوتا ہے، پھر ان کے بعد ف ق ہیں اور یہ دونوں بھی قریب قریب ہم شکل[1] ہیں، پھر ان کے بعد ك ل ہیں اور ان کی شکلیں بھی کسی حد تک ملتی جلتی ہیں اور پھر اس سب کے بعد آخر میں وہ چھ حرف ہیں جو شکل وصورت کے لحاظ سے منفرد ہیں اور گو مرکبات کی تختی میں ن ی بھی ب ت ث کے زمرہ میں ہی آتے ہیں، لیکن مفردات کی تختی میں چونکہ یہ دونوں بھی م و ھ اور ء کی طرح منفرد اور امتیازی شکلیں رکھتے ہیں اسلئے ان کو بھی ان[2] چار ہی کیساتھ شامل کر دیا ہے۔

رہی مخارج والی ترتیب؟ سو جیسا کہ معلوم ہی ہے کہ قاعدہ کے بچوں کو یہ سمجھانا ضروری نہیں کہ فلاں حرف حلق کے شروع سے نکلتا ہے، فلاں درمیان سے اور فلاں آخر سے وغیرہ وغیرہ، ان کو اس وقت تو حرفوں کی شکلوں سے روشناس کرانے اور ان کا تلفظ سکھانے کی ضرورت ہے اور بس۔ اس مقصد کیلئے مخارج کی ترتیب مفید بلکہ مناسب ہی نہیں، پھر یہ کہ مخارج کی ترتیب جاننے سے بچوں کو کچھ فائدہ تو ہوگا نہیں، الٹا حروف شناسی کا مسئلہ مشکل میں پڑ جائے گا، اسلئے کہ ء ھ، ع ح، غ خ، ق ك، ج ش اور ایسے ہی باقی ہم مخرج حروف نہ تو ایک جیسی آوازیں رکھتے ہیں اور نہ ہی ایک جیسی شکلیں۔ چنانچہ نہ تو ء ھ کی شکل ایک ہے نہ ع ح کی نہ غ خ کی اور نہ ہی ان کی آواز ایک طرح کی ہے۔ ایسے ہی باقی ہم مخرج حرفوں میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔ ہاں معروف

[1] خصوصاً کلمہ کے شروع اور درمیان میں آنے کی صورت میں تو یہ دونوں بالکل ہی ہمشکل ہوتے ہیں۔

[2] بلکہ غور کرنے سے ان کی ترتیب میں بھی ایک لطیف مناسبت نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ پہلے وہ تین حرف رکھے گئے ہیں جن کو اگر الٹ دیا جائے تب بھی ان کا تلفظ یہی رہتا ہے۔ پھر ان کے بعد وہ دو حرف ہیں جن کے شروع کی آواز ایک ہی طرح کی ہے اور پھر سب سے آخر میں ی رکھی گئی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے آخر میں ہونے کی صورت میں یہ اسی شکل میں لکھی جاتی ہے۔ اسلئے اس کو آخر ہی میں رکھنا مناسب تھا۔ رہا الف؟ سو اس کو سب سے پہلے اور شروع میں اسلئے رکھا گیا کہ یہ اپنی شکل کے لحاظ سے تمام حرفوں میں مختصر ہے اور اسلئے بھی کہ لفظ کے شروع میں آنے والا ہمزہ اسی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

ترتیب کے موافق درج کرنے کے بعد حروف شناسی میں مزید ماہر بنانے کی غرض سے اگر مخارج کی ترتیب کے موافق بھی درج کر دیے جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایک حد تک مفید ہے، کیونکہ اس سے بچے حروف شناسی میں خوب ماہر بن سکتے ہیں اور وہ تختی ان کیلئے بمنزلہ امتحانی تختی کے ثابت[1] ہوسکتی ہے، لیکن یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ شروع ہی میں مخارج کی ترتیب کے موافق درج کیئے جائیں۔

ایسے ہی بعض قاعدوں میں ھ کو و سے پہلے درج کیا ہے، لیکن تادم تحریر میں اس ترتیب کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ ابجد کی ترتیب کے موافق ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ پھر تو ساری ترتیب اسی کے مطابق رکھنی چاہیئے، لیکن یہ ترتیب مخارج کی ترتیب سے بھی زیادہ نامناسب ہے، کیونکہ اسکا تلفظ سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ محض اعداد و شمار کیلئے مستعمل ہے۔

ایسے ہی بعض قاعدوں میں ''ی'' سے پہلے لام اور الف سے مرکب ایک حرف لکھا ہوا ہے یعنی لا لیکن میرے خیال میں یہ بھی ایک بے جوڑ سی بات ہے، اسلئے کہ یہ دو حرفی مرکب کی شکل ہے نہ کہ مفرد کی، اور مفردات کی تختی میں مرکب کی شکل درج کرنے کے کوئی معنٰی نہیں اور اس کی دلیل میں جو یہ کہا گیا ہے کہ الف کی آواز ظاہر کرنے کیلئے اس کو لام سے ملا کر لا کی شکل میں لکھا جاتا ہے تو اس میں بھی کوئی وزن نہیں اسلئے کہ اس مقصد کے حصول کیلئے لام ہی کی کیا تخصیص ہے ہر حرف کے ساتھ ملا کر اسکا تلفظ کیا جا سکتا ہے اور اس تکلف کی آخر ضرورت ہی کیا ہے، جب کہ الف کی آواز ظاہر کرنے کیلئے با تا ثا . الخ پر مشتمل ایک مستقل تختی درج کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ پہلی تختی میں حروف ہجاء کو معروف ترتیب کے خلاف درج کرنا، ایسے ہی ھاء کا واؤ سے پہلے رکھنا اور ایسے ہی یاء سے پہلے لام اور الف سے مرکب لا کا درج کرنا مناسب نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم

[1] مگر زیر نظر قاعدہ چونکہ سمجھدار اور اسکولوں کے طلبہ کو سامنے رکھ کر مرتّب کیا گیا ہے، اس لئے اس میں اس نوع کی تختی درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، کیونکہ اسکولوں کے طلبہ حروف شناسی کا مرحلہ پہلے ہی سے طے کیئے ہوتے ہیں۔

۲

مرکبات کی تمہید اور حرفوں کے سرے

حرف	ابتداء	درمیان	آخر	حرف	ابتداء	درمیان	آخر
ا			ـا	ض	ضـ	ـضـ	ـض
ب	بـ	ـبـ	ـب	ط	طـ	ـطـ	ـط
ت	تـ	ـتـ	ـت	ظ	ظـ	ـظـ	ـظ
ة			ـة	ع	عـ	ـعـ	ـع
ث	ثـ	ـثـ	ـث	غ	غـ	ـغـ	ـغ
ج	جـ	ـجـ	ـج	ف	فـ	ـفـ	ـف
ح	حـ	ـحـ	ـح	ق	قـ	ـقـ	ـق
خ	خـ	ـخـ	ـخ	ك	كـ	ـكـ	ـك
د			ـد	ل	لـ	ـلـ	ـل
ذ			ـذ	م	مـ	ـمـ	ـم
ر			ـر	ن	نـ	ـنـ	ـن
ز			ـز	و			ـو
س	سـ	ـسـ	ـس	ه	هـ	ـهـ	ـه
ش	شـ	ـشـ	ـش	ء			
ص	صـ	ـصـ	ـص	ى	يـ	ـيـ	ـى

وضاحت : جیساکہ معلّمین جانتے ہی ہیں کہ حروفِ ہجاء جب الگ الگ یا لفظ کے آخر میں لکھے جاتے ہیں تو اس وقت تو وہ پورے پورے اور اپنی اصلی شکلوں میں لکھے جاتے ہیں اور جب دوسرے حرفوں سے ملا کر لکھے جاتے ہیں تو اس وقت پورے پورے نہیں لکھے جاتے بلکہ ان کے صرف سرے[1] ہی لکھے جاتے ہیں۔ اس لئے اب اس تختی میں حرفوں کے سرے یعنی ان کی وہ شکلیں درج کی گئی ہیں جن میں وہ دوسرے حرفوں سے ملکر آنے کی صورت میں لکھے جاتے ہیں۔ پس اس تختی کی حیثیت آیندہ درج ہونے والی یعنی تختی نمبر۳ کی تمہید کی ہے، کیونکہ اِس میں تو صرف سرے ہی درج کیئے گئے ہیں اور اُس میں پھر ان سروں کو دوسرے حرفوں کے ساتھ ملا کر دکھایا گیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حرف جب لفظ کے شروع یا درمیان میں آتا ہے تو اس کی شکل یہ ہوتی ہے اور جب وہی حرف آخر میں آتا ہے یا الگ لکھا جاتا ہے تو اس کی شکل یہ ہوتی ہے۔ لیکن بچوں کی مزید سہولت کی خاطر سروں کیساتھ ساتھ ہر حرف کو اس کی اصلی اور پوری شکل میں بھی درج کر دیا ہے تاکہ آسانی سے معلوم ہوتا جائے کہ یہ سرا اس حرف کا ہے اور یہ اس حرف کا۔

ہدایات

۱ بچوں کو علمی انداز میں نہ سمجھایئے

لیکن اگر آپ بہت ہی چھوٹے بچوں کو پڑھا رہے ہیں تو ان کو علمی انداز میں یہ قضیہ سمجھانے کی ہرگز کوشش نہ فرمائیں کہ جب یہ حرف الگ لکھا جاتا ہے تو اس کی شکل یہ ہوتی ہے اور جب اس کو دوسرے حرف سے ملا کر لکھتے ہیں تو یہ ہوتی ہے، کیونکہ اس سے ان کے دماغوں پر خواہ مخواہ کا

[1] پس سروں سے مراد حرفوں کے سرے ہیں نہ کہ لفظوں کے۔ چنانچہ یُکْفُرْ کی فاء باوجودیکہ ہے تو کلمہ کے درمیان میں، لیکن اس پر بھی یہ لکھی ہوئی بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح فَرَقْنَ کے شروع میں لکھی ہوئی ہے۔ فَافْهَمْ

بوجھ پڑے گا اور وہ اس بات کو سمجھ بھی نہیں سکیں گے، ان کو تو آپ حرفوں پر انگلی رکھوا کر صرف ان کے نام ہی کہلاتے جائیں اور بس۔ ایسا کرنے سے ان کے ذہنوں میں یہ بات خود بخود آتی جائے گی کہ جس طرح حرفوں کی ایک شکلیں وہ تھیں اسی طرح ان کی دوسری شکلیں یہ بھی ہیں۔ ہاں اگر پڑھنے والے سمجھدار اور اسکولوں کے طلبہ ہوں تو ان کو علمی انداز میں سمجھانے میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ مفید ہے، کیونکہ اس سے ان کی تعلیم قرآن کیساتھ دلچسپی بڑھے گی۔

۲ سابقہ ہدایات پر یہاں بھی عمل کیجئے

تختی نمبر ایک کے ذیل میں جو ہدایات درج کی گئی ہیں یعنی بسم اللہ پڑھا کر حروف کہلانا، بے تے ثے نہ کہلانا بلکہ بار تار ثار کہلانا، حرفوں کا تلفظ صحیح صحیح اور تجوید کے مطابق کرانا، امتحان لینا وغیرہ وغیرہ، اس تختی کے پڑھاتے وقت بھی ان سب ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ورنہ اگر آپ نے ان ہدایات سے تغافل برتا اور ان پر عمل نہ کیا تو پچھلی محنت بھی ساری اکارت جائے گی۔ بڑی چستی، ہمت، محنت اور لگن کے ساتھ پڑھایئے۔ ایسے ہی سمجھدار اور اسکولوں کے بچوں کو پڑھانے کا جو طریقہ اوپر درج کیا گیا ہے کہ یا تو انہیں تختہ سیاہ پر خوشخط لکھ کر اور یا مکمل قرآنی قاعدہ میں پڑھائیں۔ اس تختی بلکہ قاعدہ کی تمام تختیوں کے پڑھانے کا وہی طریقہ ہے۔ رہا ناظرہ پڑھانے کا طریقہ؟ سو وہ آگے چل کر اسکے موقع پر بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

٣

مرکبات کے ضمن میں مفردات کی مشق

ب	ت	ث	ن	ی	با	بت
بج	تد	تر	تس	تص	تط	ثع
نف	نق	نك	نل	نم	ين	يو
يه	يی	ج	ح	خ	جا	جب
جث	جح	جذ	جز	حش	حض	حظ
حغ	حف	حق	خك	خل	خم	خن
خو	خه	خی	س	ش	سا	سب
سج	سد	سر	سس	سص	سط	سع
شف	شق	شك	شل	شم	شن	شو
شه	شی	ص	ض	صا	صت	صح
صذ	صز	صش	صض	صظ	صغ	ضف
ضق	ضك	ضل	ضم	ضن	ضو	ضه
ضی	ط	ظ	طا	طث	طخ	طد
طر	طس	طص	طط	طع	ظف	ظق
ظك	ظل	ظم	ظن	ظو	ظه	ظی
ع	غ	عا	عب	عج	عذ	عز

عش	عص	عط	عغ	غف	غق	غك
غل	غم	غن	غو	غه	غي	ف
ق	فا	فت	فح	فد	فر	فس
فص	فط	فع	قف	قق	قك	قل
قم	قن	قو	قه	قي	ك	كا
كا	كث	كخ	كذ	كز	كش	كض
كظ	كغ	كف	كق	كك	كل	كم
كن	كو	كه	كي	ل	لا	لا
لا	لب	لج	لد	لر	لس	لص
لط	لع	لف	لق	لك	لل	لم
لم	لن	لو	له	لي	م	ما
ما	مت	مح	مذ	مز	مش	مض
مظ	مغ	مف	مق	مك	مل	مم
من	مو	مه	مي	ه	ها	هث
هخ	هد	هر	هس	هص	هط	هع
هف	هق	هك	هل	هم	هن	هو
هه	هي					

وضاحت: اس تختی میں اگرچہ درج تو دو حرفی مرکبات کیئے گئے ہیں لیکن مقصود اس سے بھی مفردات ہی کی مشق کرانا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسکے مندرجات کو جزم وحرکات سے خالی رکھا

گیا ہے تاکہ تلفظ میں ترکیب کی شکل پیدا نہ ہونے پائے۔

چونکہ قرآن مجید میں حروفِ ہجاء زیادہ تر مرکبات ہی کے ضمن میں آئے ہیں اور مفردات کی صورت میں نسبتاً کم آئے ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ جزم و حرکات کی تختیوں سے پہلے مرکبات کے ضمن میں بھی مفردات کی مشق کرادی جائے تاکہ بچے حروف شناسی میں پوری طرح ماہر بن جائیں۔

پس اس تختی کو اس اسلوب پر مرتب کیا گیا ہے کہ دو حرفوں کے باہم ملکر آنے کی جو جو اور جتنی شکلیں ممکن ہیں وہ اختصار کیساتھ اور خلاصہ کے طور پر سب اس میں آگئی ہیں۔ چنانچہ پہلے ب ت ث ن ی کو پھر ج ح خ کو پھر س ش کو پھر ص ض کو پھر ط ظ کو پھر ع غ کو پھر ف ق کو پھر ك کو پھر ل کو پھر م کو اور پھر ھ کو باری باری الف سے لے کر یا تک کے تمام حروف ہجاء[1] کے ساتھ ملا کر دکھایا گیا ہے اور گو [ن ی] ب ت ث کے ہم شکل نہیں ہیں لیکن شروع اور درمیان میں آنے کی صورت میں چونکہ یہ ان کے ہم شکل ہی ہوتے ہیں اسلئے ان کو بھی انہی کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف اختصار مقصود ہے وہاں دوسری طرف یہ مقصد بھی پیش نظر ہے کہ جن حرفوں میں صرف نقطوں ہی سے فرق ہوتا ہے ان کو بچے قاعدہ ہی میں اچھی طرح پہچان لیں۔

ایسے ہی ف ق اگرچہ الگ الگ اور آخر میں آنے کی صورت میں تو مختلف الشکل ہوتے ہیں لیکن شروع اور درمیان میں آنے کی صورت میں چونکہ یہ بھی متحد الشکل ہی ہوتے ہیں، اس لئے ان دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

رہے باقی چار حرف یعنی ك ل م ھ ؟ سو یہ چونکہ مختلف الشکل ہیں، اس لئے ان میں سے ہر ایک کیلئے الگ الگ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ نیز جن حرفوں کی از روئے کتابت ایک سے زیادہ شکلیں متداول ہیں وہ سب ہی درج کر دی گئی ہیں۔

[1] مگر ہر حرف کے ساتھ نہیں بلکہ اختصار کے پیش نظر متحد الشکل حرفوں میں سے صرف ایک ایک کے ساتھ ہی درج کیا گیا ہے۔

رہے باقی سات حرف یعنی ا د ذ ر ز و اور ء؟ سو یہ چونکہ شروع کی طرف سے کسی حرف سے نہیں ملتے بلکہ ہمزہ تو آخر کی طرف سے بھی نہیں ملتا، اسلئے پہلے چھ کو شروع کی طرف سے اور ہمزہ کو شروع اور آخر دونوں طرف سے ملا کر دکھانا ممکن ہی نہیں تھا۔

رہ گیا وہ واؤ اور وہ یاء اور ایسے ہی یاء کا وہ شوشہ جس کے اوپر ہمزہ کی علامت بنی رہتی ہے جیسے ؤ ئ ئ؟ سو ان کے بارے میں تختی نمبر ۲۲ کے ضمن میں چونکہ مفصل بحث آرہی ہے، اس لئے یہاں ان شکلوں کو درج نہیں کیا گیا۔ ورنہ ننھے منّے بچوں کے دماغوں پر قبل از وقت غیر ضروری بلکہ مضر بار پڑ جاتا اور گو یہ تختی کسی قدر طویل ہوگئی ہے لیکن امید ہے کہ جتنی طویل ہے اتنی ہی مفید ثابت ہوگی۔

حضرت مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے طلبہ کیساتھ انتہائی شفقت و خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اساتذہ کو یہ مشورہ دیا ہے کہ مرکبات کی تختی پڑھانے کے بعد قرآن مجید میں یا پارہ عَمَّ میں بچوں سے امتحان لیں، اور بڑی محنت سے ان کو مرکبات کے ضمن میں مفردات کی مشق کرائیں، لیکن احقر کا تجربہ یہ ہے کہ اکثر معلّمین اس مشورہ پر عمل نہیں کرتے اور قاعدہ پڑھنے والے بچوں سے سیپارہ میں امتحان نہیں لیتے اور اس میں مشقت محسوس کرتے ہیں، اسلئے احقر نے قاعدہ ہی میں ایک لمبی چوڑی تختی ترتیب دیدی ہے۔ تاکہ یہ مقصد بھی قاعدہ ہی سے حاصل ہو جائے۔ امید ہے کہ اساتذہ کرام اس کاوش کو بنظرِ استحسان دیکھیں گے۔

ہدایت: ساری تختی ایک ہی دن میں نہ پڑھا دیجئے

چونکہ یہ تختی خاصی طویل ہوگئی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ بچے ایک دن اور ایک ہی سبق میں پوری تختی نہیں پڑھ سکیں گے، لہٰذا ہمارا مشورہ یہ ہے کہ یہ تختی چھوٹے بچوں کو تو ان کی حسبِ استعداد گیارہ یا بائیس یا اس سے بھی زیادہ دنوں میں پڑھائیں۔ اور اگر پڑھنے والے بڑی عمر کے اور کچھ سمجھدار یا اسکولوں کے چھٹی ساتویں کلاسوں کے لڑکے ہوں تو ان کو یہ تختی چار دنوں میں بھی پڑھائی جا سکتی ہے۔ البتہ تلفظ کی صحت کی خاطر آپ کو ان پر چھوٹے بچوں کی بہ نسبت بھی شاید محنت کچھ

زیادہ ہی کرنی پڑے، اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تختی تو آپ ان کو ساری کی ساری چار ہی دنوں میں پڑھا دیں کیونکہ اگر آپ ان کو تھوڑا تھوڑا سبق دیں گے تو وہ خوش نہیں ہوں گے، لیکن تلفظ کی صحت پر محنت زیادہ کریں اور جن حرفوں کا تلفظ زیادہ غلط ہو ان حرفوں پر خاص توجہ دیں اور بار بار درست کرائیں۔ اس بارے میں چونکہ وہ خود کو ناخواندہ سمجھتے ہوں گے، اسلئے آپ کے بار بار پڑھانے اور کہلانے سے نہیں اکتائیں گے۔ لیکن اگر آپ نے ان کو سبق تھوڑا دیا اور ان کے دماغوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ہمیں حروف شناسی کی مشق کرائی جا رہی ہے تو بہت ممکن ہے کہ وہ اس سے اکتا جائیں کیونکہ یہ چیز تو وہ اسکول میں پانچ چھ سال تک سیکھ ہی چکے ہیں۔ باقی بڑی عمر کے اور اسکولی بچوں کو پڑھانے کا طریقہ یہاں بھی وہی ہے جو مفرد حرفوں کی تختی کے پڑھانے کا بیان کیا گیا ہے کہ اگر آپ خوشخط ہیں تو خود بلیک بورڈ پر لکھ کر ورنہ چھپے ہوئے چارٹوں کی مدد سے پڑھائیں۔ ان بچوں کو پڑھانے کیلئے حرفوں پر انگلی رکھوانے کا اصول نہ برتیں۔ وہ اس کو ایک مذاق سا سمجھیں گے اور ان کو اس کی ضرورت بھی نہیں۔

نوٹ: ہم نے حروف شناسی اور مرکبات کے ضمن میں مفردات کی شناخت میں بچوں کو ماہر بنانے کی اپنی بساط کی حد تک امکانی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تختیاں زیادہ بھی ہو گئی ہیں اور طویل بھی۔ اب اس ہندی کی چندی کے بعد بچوں کو عملاً ماہر بنانے کی ذمہ واری اساتذہ پر ہے۔ اس تفصیل وتطویل کے بعد بھی اگر بچے حروف شناسی میں ماہر نہ بن سکیں تو پھر مرتّب کا قصور ہوگا نہ نصابِ تعلیم کا۔ پھر تو یہی کہنا پڑے گا کہ استاد اگر کم استعداد ہو تو بہتر سے بہتر طریقہ تعلیم کو بھی فیل کر کے رکھ دیتا ہے اور نصاب تعلیم کو بھی۔

۴

حرکات[1] زبر زیر پیش

اَ [2]	اِ	اُ	بَ	بِ	بُ	تَ	تِ	تُ
ثَ	ثِ	ثُ	جَ	جِ	جُ	حَ	حِ	حُ
خَ	خِ	خُ	دَ	دِ	دُ	ذَ	ذِ	ذُ
رَ	رِ	رُ	زَ	زِ	زُ	سَ	سِ	سُ
شَ	شِ	شُ	صَ	صِ	صُ	ضَ	ضِ	ضُ
طَ	طِ	طُ	ظَ	ظِ	ظُ	عَ	عِ	عُ
غَ	غِ	غُ	فَ	فِ	فُ	قَ	قِ	قُ
كَ	كِ	كُ	لَ	لِ	لُ	مَ	مِ	مُ
نَ	نِ	نُ	وَ	وِ	وُ	ہَ	ہِ	ہُ
ءَ	ءِ	ءُ	یَ	یِ	یُ			

[1] زبر زیر پیش کی وجہ سے چونکہ حرفوں کی آوازیں ہل جاتی ہیں اور ان کے ذریعہ حرفوں کو ایک دوسرے سے ملا کر کلمات بنائے جاتے ہیں اسلئے ان کو حرکتیں کہتے ہیں اور حرکت کے معنیٰ بھی ہلنے کے ہی آتے ہیں۔ پھر چونکہ زبر حرف کے اوپر اور زیر حرف کے نیچے ہوتا ہے اور پیش کے ادا ہوتے وقت ہونٹ کچھ آگے کو بڑھ جاتے ہیں اور اس کی شکل بھی کچھ اسی طرح کی ہوتی ہے، اسی مناسبت سے فارسی اور اردو میں ان حرکتوں کے یہ نام تجویز کیئے گئے ہیں اور عربی میں زبر کو فتحہ، زیر کو کسرہ اور پیش کو ضمہ کہتے ہیں اور ان کے ان ناموں کی وجہ تجوید کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

[2] جیساکہ حضرات معلّمین جانتے ہی ہیں کہ جس الف پر کوئی حرکت یا جزم ہوتی ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہوتا ہے الف نہیں، اسلئے ایسے الف کو ہمزہ ہی کہلا یئے الف نہ کہلا یئے۔ ہاں اگر پڑھنے والے بہت چھوٹے بچے ہوں تو ان کو الف کہلانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ گذشتہ تین تختیوں میں اس شکل سے الف

وضاحت: حروف شناسی کی مشق کرا چکنے کے بعد اب اس تختی میں حروفِ ہجاء کو تینوں حرکتوں[1] کے ساتھ ادا کرنے کی مشق کرائی گئی ہے کیونکہ جیسا کہ معلوم ہی ہے کہ محض حرفوں سے جب تک ان پر حرکتیں اور جزم وتشدید وغیرہ ادا نہ کیئے جائیں کسی لفظ کا تلفظ ممکن نہیں ہوتا۔ مثلاً اَلْحَمْدُ کا لفظ ہی لے لیجیئے۔ اسکا یہ تلفظ اسی صورت میں متحقق ہوگا کہ ہمزہ اور حاء پر زبر، لام اور میم پر جزم اور دال پر پیش ادا کی جائے۔ ورنہ اگر یہ چیزیں ادا نہ کی جائیں تو محض حرفوں سے یہ لفظ بن ہی نہیں سکتا اور قاعدہ سے اصل مقصود الفاظ وکلمات کے ہجے اور ان کا تلفظ سکھانا ہوتا ہے، حرف تو صرف بمنزلِ بنیاد کے ہوتے ہیں، اسلئے قرآنی کلمات کی تختیوں سے پہلے ایک ایک تختی میں حرکات جزم، تشدید اور تنوین وغیرہ کی مشق کرائی گئی ہے۔

ہی کے نام سے متعارف ہو چکے ہیں اور کسی چیز کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔

[1] بعض قاعدوں میں یہ تختی اسطرح درج کی گئی ہے کہ تینوں حرکتیں ایک ہی حرف پر لگا دی گئی ہیں۔ زبر وپیش اوپر اور زیر نیچے مثلاً اس طرح: اِٗ بُ تِٗ ... الخ لیکن ہمارے خیال میں یہ صورت بچوں کیلئے مناسب نہیں۔ اسلئے کہ اس سے ان کو بڑی الجھن سی ہوتی ہے اور یوں بھی قرآن مجید میں ایسا کوئی حرف نہیں ہے جس پر تینوں حرکتیں لگائی گئی ہوں۔ ایسے ہی یہ صورت بھی کچھ زیادہ مناسب نہیں کہ پہلے پوری تختی میں صرف زبر کی، پھر صرف زیر کی اور پھر صرف پیش کی مشق کرائی جائے۔ اسلئے کہ اس صورت میں تینوں حرکتوں کیساتھ ساتھ ادا نہ ہونے کی وجہ سے حرکتوں کی آوازوں کا باہمی فرق بچوں کے ذہن میں اس خوبی اور عمدگی کیساتھ نہیں آتا جس خوبی اور عمدگی کے ساتھ تینوں حرکتوں کے یکے بعد دیگرے اور مسلسل ادا ہونے کی صورت میں آتا جاتا ہے۔ اسلئے ہم نے اس اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ امید ہے کہ معلّمین حضرات بھی اس کو پسند فرمائیں گے۔ ہاں اگر کوئی قاعدہ بالکل ہی ننھے منّے اور کمسن بچوں کیلئے لکھا جائے تو اس میں حرکتوں کی الگ الگ مشق کرانا ہی مفید بلکہ ضروری ہے۔ مگر الگ الگ درج کرنے کے بعد پھر ایک تختی میں اس طرح دکھانا بھی ضروری ہے کہ ایک حرف پر زبر لگائی جائے، دوسرے حرف کے نیچے زیر اور تیسرے کے اوپر پیش۔ مثلاً اس طرح:۔ اَ بِ تُ ... الخ اور یہ اسلئے کہ تینوں حرکتوں کے مسلسل اور یکے بعد دیگرے ادا ہونے سے حرکتوں کی آوازوں کا باہمی فرق بچوں کے ذہن میں اچھی طرح آجائے۔ لیکن یہ صورت اس قاعدہ میں بھی مناسب نہیں کہ ایک ہی حرف پر تینوں حرکتیں لگا دی جائیں، کیونکہ اس سے حرج لازم آئے گا۔ جبکہ قرآن مجید میں اس طرح کا کوئی حرف آیا بھی نہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم

ہدایات: مہمل لفظ نہ کہلایئے

اس تختی کے ہر ہر حرف کا تلفظ صرف ایک ایک حرکت کیساتھ اور الگ الگ ہی کرائیں اور کسی حرف پر یکے بعد دیگرے تینوں حرکتیں ادا کر کے اس سے مرکب نہ بنائیں۔ مثلاً اس طرح کہلائیں: بار زبر بَ ، بار زیر بِ ، بار پیش بُ اور بس۔ بعد میں تینوں کو اسطرح ملا کر نہ کہلائیں: بَبِبُ کیونکہ یہ ایک مہمل لفظ ہے اور یوں بھی اس تختی سے مقصود صرف حرکت والے مفردات ہی کی مشق کرانا ہے۔ مرکبات کی مشق کیلئے قرآنی الفاظ پر مشتمل آگے تختی آرہی ہے۔

بچوں کو حرکات کے کھینچنے سے روکیئے

اسکا خیال رکھیں کہ بچے حرکتوں کو نہ کھینچیں، کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ بچے عموماً زبر زیر پیش کو کچھ اس طرح کھینچ کھینچ کر ادا کرتے ہیں جس طرح الف واؤ اور یاء کو کھینچا جاتا ہے۔ مثلاً بار زبر بَ کو بَا، بار زیر بِ کو بِیْ اور بار پیش بُ کو بُوْ کہہ دیتے ہیں، یہ غلَط ہے۔ ہاں اسکا بھی خیال رہے کہ ان حرفوں کے آخر میں ہمزہ کی آواز پیدا نہ ہونے پائے، کیونکہ حرکتوں کو نہ کھینچنے کا ردِ عمل بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ آخر میں ہمزہ کی آواز پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی بچے بار زبر بَ کو بَأْ، بار زیر بِ کو بِئْ اور بار پیش بُ کو بُؤْ کہہ دیتے ہیں، یہ بھی غلَط ہے۔ بڑی احتیاط سے یہ تختی پڑھائیں کہ بچے نہ تو حرکتوں کو ان کی مقدار سے زیادہ کھینچیں اور نہ آخر میں ہمزہ کی آواز ہی نکالیں نیز اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ بچے زیر و پیش کو معروف[1] ادا کریں مجہول ادا نہ کریں۔ ورنہ اگر خود آپ ہی نے لا پرواہی اور بے احتیاطی سے تلفظ کیا تو پھر بچوں سے صحیح تلفظ کا مطالبہ بے معنٰی ہوگا۔

[1] زیر کے بارے میں تو کوئی خاص بات بتانے کی نہیں البتہ پیش کے بارے میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پیش انضمامِ شفتین (دونوں ہونٹوں کے پوری طرح گول ہونے) سے ادا ہوتا ہے۔ پھر ہونٹوں کا دائرہ جتنا کم ہوگا پیش اتنا ہی صحیح اور معروف ادا ہوگا اور اسکے برعکس دائرہ میں کشادگی اگر زیادہ ہوگی تو پیش مجہول ادا ہوگا۔ لہٰذا اپنے شاگردوں کو قاعدہ ہی میں ہونٹوں کو اچھی طرح گول کر کے اور گولائی کا دائرہ کم سے کم رکھ کر پیش کو ادا کرنے کی مشق کرائیں اور اسکا عادی بنائیں۔

۵

زبر زیر پیش کی مشق قرآنی الفاظ میں

ا	اَحَدَ	بَدَاَ	تَرَكَ	ثَمَرَ	جَعَلَ
حَمَلَ	خَرَجَ	دَخَلَ	ذَرَاَ	رَفَعَ	زَعَمَ
سَجَدَ	شَكَرَ	صَبَرَ	ضَرَبَ	طَبَعَ	ظَهَرَ
عَبَسَ	غَفَرَ	فَطَرَ	قَتَلَ	كَفَرَ	لَعَنَ
مَكَثَ	نَزَلَ	وَرَدَ	هَلَكَ	يَذَرَ	يَدَكَ
ب	اِبِلِ	اُكُلُ	ثُلُثُ	حُرُمُ	رُسُلُ
سُدُسُ	حَسُنَ	ضَعُفَ	كَبُرَ	خَبُثَ	اَذِنَ
بَخِلَ	تَبِعَ	حَسِبَ	خَشِيَ	رَضِيَ	سَمِعَ
شَهِدَ	صَعِقَ	طَفِقَ	عَمِلَ	غَضِبَ	فَلِمَ
كَرِهَ	لَبِثَ	مَعِيَ	نَكِرَ	وَسِعَ	يَتِرَ
ج	اُخِذَ	بُغِيَ	جُمِعَ	حُشِرَ	خُلِقَ
دُعِيَ	ذُكِرَ	سُقِطَ	ظُلِمَ	عُثِرَ	فُعِلَ
قُدِرَ	كُتِبَ	مُنِعَ	نُفِخَ	وُعِدَ	هُدِيَ
اَلِدُ	تَجِدُ	يَلِجُ	نَرِثُ	اِرَمَ	حُلُمَ
عُنُقِ	عَرِمِ	سُبُلَ	فَلَقِ	مَلِكِ	يَهَبُ

وضاحت : سابقہ تختی میں حروفِ ہجاء کو تینوں حرکتوں کیساتھ درج کرنے کے بعد اب اس تختی میں مشق کی غرض سے قرآن مجید کے وہ الفاظ درج کیئے گئے ہیں جن کے تینوں حرفوں پر حرکت

ہے۔ ان الفاظ میں وہ بھی ہیں جن کے تینوں حرفوں پر ایک ہی طرح کی حرکت ہے یعنی تینوں پر زبر ہے یا تینوں کے نیچے زیر[1] یا تینوں پر پیش۔ وہ بھی ہیں جن کے پہلے اور تیسرے حرف پر تو ایک طرح کی حرکت ہے اور بیچ والے پر دوسری طرح کی، اور وہ بھی ہیں جن کے تینوں حرفوں پر مختلف قسم کی حرکت ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور مقصود ان سب کے جمع کرنے سے یہ ہے کہ بچے قاعدہ ہی میں اس نوع کے ہر قسم کے الفاظ سے آگاہ ہو جائیں اور ان کی زبانیں ہر طرح کے الفاظ ادا کرنے پر قادر ہو جائیں۔ تاکہ قرآن کریم پڑھنے کے دوران نہ استاد کو مشکل پیش آئے اور نہ شاگرد کو۔

قواعدِ علمِ الہجاء کا آغاز

۱ ہجے کرانے میں سُبک رفتاری سے کام نہ لیجیے

چونکہ اس تختی سے قرآنی الفاظ کی مشق شروع ہو رہی ہے اسلئے یہاں سے ہجوں سے متعلق ہدایات کا سلسلہ بھی شروع ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات جو ملحوظ رکھنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ ہجے کراتے وقت ایسی پھرتی اور سُبک رفتاری سے کام نہیں لینا چاہیئے کہ استاذ سب کچھ کہہ جائے اور بچے کے پلے کچھ بھی نہ پڑے بعض معلّمین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ہجے کراتے وقت ایسی پھرتی سے کام لیتے ہیں کہ بچہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ استاذ صاحب کیا فرما رہے ہیں۔ مثلاً بعض اساتذہ کَتَبَ کے ہجے اسطرح کرتے ہیں: کازرکَ، تازرتَ، بازربَ، کَتَبَ یعنی نہ تو حرف کا نام پورا لیتے ہیں اور نہ ہی حرکت کا۔ چنانچہ کاف کو صرف کا اور زبر کو صرف زر کہہ دیتے ہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ہر حرف کو اس سے پہلے والے حرفوں کیساتھ ملا کر کہلایا جائے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے کہ کسی لفظ کے سب ہی حرفوں کو ادا کرنے کے بعد ملایا جائے۔ مثلاً اس طرح نہیں کہلانا چاہیئے: کاف زبر کَ، تاء زبر تَ، باء زبر بَ، کَتَبَ۔ بلکہ اس طرح کہلانا چاہیئے: کاف زبر کَ،

[1] افسوس کہ تینوں حرفوں کے نیچے زیر والا سوائے اِبِل کے اور کوئی نہیں مل سکا۔

تا، زبر تَ، کَتَ، با، زبر بَ، کَتَبَ۔ یعنی تینوں حرفوں کو ایک دم مت کہلائیں بلکہ پہلے ایک حرف کو کہلائیں پھر دوسرے کو، پھر دونوں کا رواں کہلائیں اور پھر تیسرے کو ساتھ ملا کر تینوں کا رواں کہلائیں۔ ایسے ہی دوسرے لفظوں کو بھی سمجھ لیجیے۔

۲ رواں بھی ضرور کہلایئے

ہاں یہ بھی یاد رکھیے کہ صرف ہجے ہی مقصود نہیں ہیں منتہیٰ مقصود اور اصل غرض رواں پڑھنا ہے۔ ہجے بھی اسی غرض سے کرائے جاتے ہیں کہ رواں پڑھنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔ اس لئے ہجوں کے ساتھ تختی پڑھا چکنے کے بعد دو چار مرتبہ ہجوں کے بغیر صرف رواں بھی کہلایئے اور ضرور کہلایئے۔ ایسا کرنا انتہائی ضروری ہے ورنہ بچے کے اندر رواں پڑھنے کی استعداد پیدا نہیں ہوگی۔

۳ بڑی مستعدی اور محنت سے پڑھایئے

چونکہ یہ تختی خاصی طویل ہے، اسلئے اساتذہ کو چاہیئے کہ اس کو طلبہ کی حسبِ استعداد کئی سبقوں میں تقسیم کر کے پڑھائیں اور اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں کہ بچے ان الفاظ کو صحتِ لفظی کے ساتھ ادا کریں۔ اگر اساتذہ نے بچوں کو قاعدہ ہی میں صحتِ لفظی سکھا دی تو یہ ان کا بڑا کارنامہ اور قرآن مجید کی بڑی خدمت ہوگی اور اگر اس طرف توجہ نہ دی اور بچے غلَط سلط ہی ادا کرتے رہے اور اسی حالت میں قاعدہ ختم کر کے ناظرہ میں شروع ہو گئے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے بچوں کی تعلیمی عمارت بالکل ٹیڑھی رکھی ہے۔ اس لئے حتی الامکان کوشش کیجیئے کہ بچے قاعدہ خوانی کے دوران میں ہی صحیح تلفظ کے عادی بن جائیں، کیونکہ اب اگر وہ ایک ایک لفظ کے کہتے وقت الفاظ صحیح ادا نہ کر سکے تو ظاہر ہے کہ مسلسل اور رواں عبارت ہرگز صحیح نہیں پڑھ سکیں گے۔ ہم کتابچہ کے پیش لفظ میں کہہ آئے ہیں کہ قاعدہ کے معنیٰ بنیاد کے ہیں۔ لہٰذا اگر پڑھانے والے استاذ نے بچوں کو قاعدہ خوانی کے دوران ہجے اور صحتِ لفظی سکھا دی تو کہا جائیگا کہ اس نے تعلیم کی بنیاد نہایت ٹھوس

اور بالکل صحیح رکھی ہے اور اگر ہجے تو سکھا دیئے لیکن صحیح تلفظ نہیں سکھایا، یا صحیح تلفظ تو سکھا دیا لیکن ہجے نہیں سکھائے تو ان دونوں صورتوں میں کہا جائیگا کہ قاعدہ کے استاذ نے بنیاد صحیح نہیں رکھی۔
آپ خود خیال فرمائیں کہ اگر قاعدہ خوانی کے زمانہ میں بچے کو ہجے نہیں آئے تو ناظرہ پڑھانے والا استاد چالیس پچاس طلبہ کو رواں عبارت پر کیسے چلا سکے گا۔ اور اگر ہجے تو آگئے لیکن تلفظ صحیح نہیں ہوا تو پھر وہ بے چارہ مسلسل عبارت پڑھانا سکھائے یا صحتِ لفظی پر محنت کرے اور اگر اس نے بھی لاپرواہی اور تغافل سے کام لیا تو پھر اسکے سوا کیا کہا جا سکتا ہے :۔

گر ہمی باشد مکتب وملّا کارِ طفلاں تمام خواہد شُد

محنت کی بدولت انسان بہت کچھ کر لیتا ہے۔ بڑے بڑے مشکل مراحل طے کر لیتا ہے۔ پہاڑ کی چوٹیوں کو سر کر لیتا ہے۔ اب تو انسان چاند پر بھی کمندیں ڈالنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ پھر اس کی کوئی وجہ نہیں کہ آپ محنت کریں تو بچے قاعدہ کما حقہٗ نہ پڑھ سکیں۔ ہاں یہ مسلّم ہے کہ تمام بچے زبان کی نرمی، ذہانت کی تیزی اور شوق ومحنت کے لحاظ سے ایک جیسے نہیں ہوتے اسلئے آپ کی محنت کا اثر سب پر یکساں طور پر نہیں پڑ سکے گا، لیکن اگر آپ نے محنت ہی نہ کی تو پھر

- صلاحیت والوں کی صلاحیت
- شوق والوں کا شوق
- اور محنت والوں کی محنت بھی

کچھ نتیجہ پیدا نہیں کر سکے گی۔ بہر حال آپ کا کام محنت کرنا ہے آگے جیسی زمین ہوگی بارش اس میں اسی طرح کا اثر کرے گی۔

٦

جزم

اَبْ	اِبْ	اُبْ	اَتْ	اِتْ	اُتْ	اَثْ	اِثْ	اُثْ
اَجْ	اِجْ	اُجْ	اَحْ	اِحْ	اُحْ	اَخْ	اِخْ	اُخْ
اَدْ	اِدْ	اُدْ	اَذْ	اِذْ	اُذْ	اَرْ	اِرْ	اُرْ
اَزْ	اِزْ	اُزْ	اَسْ	اِسْ	اُسْ	اَشْ	اِشْ	اُشْ
اَصْ	اِصْ	اُصْ	اَضْ	اِضْ	اُضْ	اَطْ	اِطْ	اُطْ
اَظْ	اِظْ	اُظْ	اَعْ	اِعْ	اُعْ	اَغْ	اِغْ	اُغْ
اَفْ	اِفْ	اُفْ	اَقْ	اِقْ	اُقْ	اَکْ	اِکْ	اُکْ
اَلْ	اِلْ	اُلْ	اَمْ	اِمْ	اُمْ	اَنْ	اِنْ	اُنْ
اَهْ	اِهْ	اُهْ	اَءْ	اِءْ	اُءْ			

وضاحت : اس تختی کو اس اسلوب پر مرتّب کیا گیا ہے کہ پہلا یعنی حرکت والا حرف تو شروع سے آخر تک تمام مندرجات میں ایک ہی رہا ہے اور بدلا نہیں اور دوسرا یعنی جزم والا حرف بدل بدل کر آتا رہا ہے ۔ چنانچہ اسکے موقعہ پر الف واؤ اور یاء ان تین[1] کے علاوہ باقی سب حرف آگئے ہیں اور یہ اس لئے کہ حرفوں کو تینوں حرکتوں کے ساتھ ادا کرنے کی مشق تو اوپر تختی نمبر ۴ میں کرائی ہی جاچکی تھی ، اسلئے اب اس کو تو بدل بدل کر لانے کی ضرورت نہیں تھی البتہ جزم کیساتھ تمام حرفوں کو

[1] یہ تین حرف اسلئے نہیں لائے گئے کہ الف اور ایسے ہی واؤ اور یاء پر جب جزم ہو تو ان تینوں کا تلفظ عام جزم والے حرفوں سے مختلف ہوتا ہے ۔ چنانچہ ان کی مشق کرانے کی غرض سے آگے دو مستقل تختیاں آرہی ہیں ۔ ایک حروفِ مدّہ کے عنوان سے اور دوسری حروفِ لین کے عنوان سے ۔

ادا کرنے کی مشق کرانے کی ضرورت تھی۔ اسلئے ساری تختی میں پہلا حرف تو ایک ہی رکھا گیا ہے اور دوسرا حرف بدل بدل کر لایا گیا ہے اور پہلے حرف کیلئے جو ہمزہ ہی کو منتخب کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمزہ کا مخرج چونکہ سب سے پہلے ہے، اس لئے پہلا حرف اسی کو تجویز کیا گیا ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ جب مقصود جزم ہی والے حرف کی مشق کرانا تھا تو پھر تنہا اسی کو کیوں نہیں لایا گیا اور پہلے حرف کے ساتھ ملا کر کیوں لایا گیا ہے؟ تو جواب اسکا یہ ہے کہ جزم والے حرف پر چونکہ آواز بند ہو جاتی ہے اور وہ تنہا ادا نہیں ہو سکتا، اس لئے ہجوں میں بھی اس کو پہلے حرف کے ساتھ ملانا ضروری ہوتا ہے۔

ہدایات

١ صحتِ لفظی کا یہاں بھی خیال رکھیئے

سابقہ تختیوں کی طرح اس تختی کے پڑھاتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھیئے کہ بچے حرفوں کو صحتِ لفظی کے ساتھ ادا کریں۔ پس حروفِ مستعلیہ کو پُر، مستفلہ کو باریک، شدیدہ کو سخت، رخوہ کو نرم، زبر و پیش کے بعد والی راء کو پُر اور زیر کے بعد والی راء کو باریک ادا کرایئے۔ ایسے ہی قُطُبُ جَدٍّ کے پانچ حرفوں میں قلقلہ، ص س ز میں صفیر، ش میں تفشّی اور ض میں استطالت و رخاوت ملحوظ رکھنے یعنی اس کو ظ کے مشابہ[١] اور نرم ادا کرنے کا عادی بنایئے وغیرہ وغیرہ، اگر آپ تجوید جانتے

[١] ضاد کی صحیح ادا اور اسکا صحیح تلفظ یہی ہے کہ وہ ظاء کے مشابہ یعنی نرم اور پُر ادا ہوتا ہے۔ لہٰذا بعض قاعدوں میں جو یہ لکھا ہے کہ ضاد کو دال کے مشابہ ادا کرنا چاہیئے تو یہ قطعاً غلط ہے مفسرین، محدّثین، فقہاء، مجودین اور دوسرے علماء امّت کی تالیفات اور ان کے ارشادات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ ہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ضاد ظاء کا مشابہ ہے اسکا عین نہیں اور یہ دونوں دو الگ الگ اور مستقل حرف ہیں۔ چنانچہ تشابہ خود تغایر کی دلیل ہے تفصیل کیلئے احقر کا رسالہ سَبِیْلُ الرَّشَادِ فِیْ تَحْقِیْقِ تَلَفُّظِ الضَّادِ کا مطالعہ کیجئے۔ یہ اس باب میں نہایت جامع اور اپنی نظیر آپ ہے۔

ہیں تو خود سمجھ سکتے ہیں۔ آپ کے مجود اور قاری ہونے کا فائدہ تو جب ہی ظاہر ہوگا کہ اسکا اثر آپ کے شاگردوں پر بھی پڑے اور فائدہ متعدّی ہو۔ آپ کا خود اچھا پڑھ لینا تو آپ کے استاذ صاحب کی محنت کا ثمرہ اور ان کا کمال ہے، آپ کی محنت کا ثمرہ تو جب ہی ظاہر ہوگا کہ آگے آپ کے شاگرد بھی اچھا پڑھیں۔ قاعدہ پڑھانے سے جہاں ہجے سکھانا مقصود ہوتے ہیں، وہاں قرآن کریم کے حروف وکلمات کی صحیح ادائیگی اور ان کا صحیح تلفظ سکھانا بھی یقیناً اس سے مقصود ہوتا ہے۔

٢ حرکتوں کو یہاں بھی معروف ہی ادا کرایئے

حرکت جس طرح مفرد حرف کی معروف ادا کی جاتی ہے، جزم والے حرف کے ساتھ مل کر آنے والے حرف کی حرکت بھی اسی طرح معروف ہی ادا کی جاتی ہے، بلکہ اس میں مفرد حرف کی بہ نسبت غلطی کا وقوع اور مشاہدہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ بالخصوص پُر حرف کی حرکت میں تو یہ غلطی اور بھی کثیر الوقوع اور کثیر المشاہدہ ہے۔ لہٰذا معلّمین اس کا بھی خیال رکھیں اور مفرد حرفوں کی طرح مرکب اور بالخصوص پُر حرفوں کی حرکتیں بھی معروف ہی ادا کرائیں بلکہ ان کو معروف ادا کرانے کا اہتمام اور بھی زیادہ کریں۔

٣ حرکت والے حرف کو جزم والے حرف کیساتھ کس طرح ملایا جائے؟

اس تختی کے مندرجات کے ہجے دو طرح سے کیئے جاتے ہیں:۔

① اس طرح کہا جاتا ہے: ہمزہ بار زبر اَبْ، ہمزہ بار زیر اِبْ، ہمزہ بار پیش اُبْ... الخ

② اس طرح کہا جاتا ہے: ہمزہ زبر بار اَبْ، ہمزہ زیر بار اِبْ، ہمزہ پیش بار اُبْ... الخ

مطلب یہ کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ پہلے دونوں حرفوں کا نام لیا جائے اور پھر پہلے حرف کی حرکت کا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ حرکت کا نام پہلے حرف کے ساتھ ہی لے لیا جائے اور جزم والے حرف کا نام اس کے بعد لیا جائے۔

اگرچہ بعض لوگ دوسری صورت کو اس وجہ سے بہتر بتاتے ہیں کہ اس میں حرکت کا نام

حرف کیساتھ ہی آجاتا ہے اور پہلی صورت میں حرف اور اس کی حرکت کے درمیان اگلے حرف کا نام حائل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اَبْ کے ہجوں میں ہمزہ سے بار تک پہنچنے کے بعد پھر ہمزہ کے زبر کی طرف لوٹنا پڑتا ہے اور اس رجعت سے بچے کے سادہ ذہن پر ایک طرح کا بوجھ سا پڑتا ہے، لیکن احقر کی رائے میں پہلی صورت ہی انسب ہے، کیونکہ ہجے اس طرح نہیں کیئے جاتے: ہمزہ زبر بار جزم اَبْ، بلکہ اس طرح کیئے جاتے ہیں: ہمزہ بار زبر اَبْ۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے حرف کی حرکت کا نام تو لیتے ہیں لیکن دوسرے حرف کیساتھ جزم کا نام نہیں لیتے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حرکت کا نام دوسرے حرف کے بعد ہی لینا چاہیئے۔

ہاں اگر دوسرے حرف کے ساتھ جزم کا کہنا بھی رائج ہوتا تو پھر دوسری صورت ہی متعین ہوتی۔ پھر یہ کہ اگر اس طرح کہا جائے: ہمزہ زبر بار اَبْ، تو اس سے اگرچہ ہمزہ اور اسکے زبر کے درمیان تو بار حائل نہیں ہوتی لیکن زبر کے لفظ اور اس کے ادا ہونے کے درمیان تو حائل ہو ہی جاتی ہے وَاللّٰہُ اَعْلَم۔ تاہم یہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے محل بحث بنایا جائے۔ جو استاذ جس قسم کے ہجوں کا عادی ہو وہ اپنے شاگردوں کو اسی طرح کرا سکتا ہے مقصود دو حرفوں کے مجموعہ کے ہجے اور ان کا تلفظ بتانا ہے اور بس۔

۷

قرآن کے الفاظ میں جزم کی مشق

ا	قَبْلُ	اُتْلُ	اِثْمِ	فَجْرِ	نَحْنُ
يَبْخَلُ	بَدْوِ	جِذْعِ	زَرْعَ	رِزْقَ	لَسْتَ
رُشْدَ	مِصْرَ	بِضْعَ	بَطْشَ	عَظْمُ	ظَعْنِ
بَغْيَ	شَفْعِ	بَقْلِ	ذِكْرُ	مَكْرَ	تِلْكَ
حِمْلُ	عَنْهُ	مَهْدِ	عَهْدَ	رَاْيَ [1]	بَاْسَ
ب	نُجِبْ	يُصِبْ	اَتَتْ	بَكَتْ	صَغَتْ
لَقَدْ	يَكَدْ	يَلِدْ	فَخُذْ	فَصُرْ	تُحِطْ
تُطِعْ	يَزِغْ	نُذِقْ	فَقُلْ	نَعَمْ	لَكُمْ
بِهِمْ	فَمَنْ	لِمَنْ	تَكُنْ	يَكُنْ	يَشَاْ
نَشَاْ					

وضاحت : اس تختی میں وہ الفاظ درج کیئے گئے ہیں جن کے تین حرفوں میں سے دو پر تو حرکت ہے اور ایک پر جزم اور یہ دو طرح کے ہیں: بعض وہ ہیں جن میں جزم بیچ والے حرف پر ہے

[1] جیساکہ اوپر تختی نمبر۴ کے ضمن میں بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ جس الف پر حرکت یا جزم ہوتی ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہوتا ہے، اسلیئے یہاں "ر" کے بعد اگرچہ بظاہر الف ہے، مگر چونکہ اس پر جزم ہے اسلیئے یہ الف نہیں بلکہ ہمزہ ہے، اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ہمزہ جب ساکن ہوتا ہے تو اپنے سے پہلے والے حرف کی حرکت کے موافق یعنی زبر کے بعد الف کی، زیر کے بعد یاء کی اور پیش کے بعد واؤ کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اس حرف کے ہجے اس طرح نہ کرائیں: راء الف زبر رَا، بلکہ اس طرح کہلا یئے: راء ہمزہ زبر رَأ...الخ۔

اور بعض وہ ہیں جن میں تیسرے پر ہے اور اسی بناء پر تختی کو الف اور ب کے ذریعہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پس الف کے ذیل میں تو وہ حرف ہیں جن میں جزم بیچ والے حرف پر ہے اور باء کے ذیل میں وہ حرف ہیں جن میں جزم والا حرف تیسرا ہے اور اس تنوع سے بھی یہی مقصود ہے کہ بچے قاعدہ ہی میں ہر قسم کے الفاظ سے آشنا ہو جائیں تاکہ انہیں قرآن کریم پڑھنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ باقی اس تختی کے پڑھاتے وقت بھی انہی ہدایات پر عمل کریں جن کا ذکر اس سے پہلے والی تختی کے ضمن میں کیا جا چکا ہے۔ پس شدت، رخاوت، استعلاء، استفال، صفیر، قلقلہ، استطالت اور تفشی وغیرہ کا خیال رکھیں۔ اور ایسے ہی جزم والے حرف سے پہلے حرف کی حرکت کو معروف ادا کرنے کی ہدایت فرمائیں۔ مگر علمی انداز میں ان صفات کے معنیٰ سمجھانے بلکہ ان کے نام بتانے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ آپ تجوید کا رسالہ نہیں پڑھا رہے ہیں۔ بس عمل کر کے بتایئے اور اسکے موافق پڑھنے کی مشق کرایئے۔ قاعدہ میں علمی اصطلاحات بالخصوص صفاتِ لازمہ کی بحث چھیڑنا قطعی غیر مفید بلکہ غیر مناسب ہے۔

۸

حروفِ مدّہ

اَ	اُوْ	اِیْ	بَا	بُوْ	بِیْ	تَا	تُوْ	تِیْ
ثَا	ثُوْ	ثِیْ	جَا	جُوْ	جِیْ	حَا	حُوْ	حِیْ
خَا	خُوْ	خِیْ	دَا	دُوْ	دِیْ	ذَا	ذُوْ	ذِیْ
رَا	رُوْ	رِیْ	زَا	زُوْ	زِیْ	سَا	سُوْ	سِیْ
شَا	شُوْ	شِیْ	صَا	صُوْ	صِیْ	ضَا	ضُوْ	ضِیْ
طَا	طُوْ	طِیْ	ظَا	ظُوْ	ظِیْ	عَا	عُوْ	عِیْ
غَا	غُوْ	غِیْ	فَا	فُوْ	فِیْ	قَا	قُوْ	قِیْ
کَا	کُوْ	کِیْ	لَا	لُوْ	لِیْ	مَا	مُوْ	مِیْ
نَا	نُوْ	نِیْ	وَا	وُوْ	وِیْ	ھَا	ھُوْ	ھِیْ
ءَا	ءُوْ	ءِیْ	یَا	یُوْ	یِیْ			

وضاحت : یہ تختی اس اعتبار سے سابقہ تختی کا تتمہ ہے کہ اُس میں حرکت والے حرف کو جزم والے حرف کے ساتھ ملا کر کہنے اور اسکے ہجے کرنے کی مشق کرائی گئی تھی اور اِس میں بھی یہی بات ہے۔مگراس میں چونکہ جزم والا حرف مدّہ ہے اور اسکی آواز دراز ہوتی ہے بخلاف باقی حرفوں کے کہ ان کی آواز دراز نہیں ہوتی ،اس لئے حروفِ مدّہ کا تلفظ سکھانے اور ان کی مشق کرانے کی غرض سے یہ تختی درج کی گئی ہے۔ باقی ہجے اس تختی کے بھی بعینہٖ وہی ہیں جو اس سے پہلی تختی کے بیان کیئے گئے ہیں۔صرف تلفظ اور آواز کا فرق ہے۔ پس اَبْ اِبْ اُبْ کے ہجے جس طرح کیئے جاتے ہیں بَا بُوْ بِیْ کے بھی بعینہٖ اسی طرح کیئے جاتے ہیں یعنی بار الف زبر بَا، بار واؤ پیش بُوْ، بار یار

زیرِ بیِ ...الخ۔

ہدایات

١ بچے حروفِ مدّہ کو ایک الف سے زیادہ نہ کھینچنے پائیں

اس تختی کے مندرجات کا تلفظ کراتے وقت اس بات کا پورا پورا خیال رکھیے کہ بچے حروفِ مدّہ کو ایک الف سے زیادہ نہ کھینچیں، کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ بعض اساتذہ اس بات کا خیال نہیں رکھتے اور بچے یوں ہی بے اندازہ جتنا چاہتے ہیں حرفوں کو کھینچ کھینچ کر ادا کرتے رہتے ہیں۔ یہ قطعاً غلط ہے حروفِ مدّہ کو ایک الف سے زیادہ اس صورت میں کھینچتے ہیں جب ان پر مد ہو، ورنہ نہیں اور مد کے ساتھ حروفِ مدّہ کی آوازوں کی مشق اور ان کے ہجے سکھانے کیلئے آیندہ مستقل تختی آرہی ہے۔

٢ واؤ اور یاء کو باریک اور الف کو حرفِ ماقبل کے لحاظ سے پُر یا باریک ادا کرایئے

اس بات کا بھی خیال رکھیے کہ بچے واؤ مدّہ اور یاء مدّہ کو معروف اور الف کو پُر حرف کے بعد پُر اور باریک حرف کے بعد باریک ادا کریں۔ اگر آپ ابھی سے اس بات کا خیال نہیں رکھیں گے تو پھر بچے الف کو ہمیشہ موٹا اور واؤ اور یاء کو مجہول ادا کرنے کے عادی بن جائیں گے۔ اگرچہ اردو میں تو دونوں طرح کے واؤ اور یاء مستعمل ہیں۔ مثلاً نور کا واؤ اور جمیل کی یاء معروف ہیں اور مور کا واؤ اور درویش کی یاء مجہول، لیکن قرآن مجید میں واؤ اور یاء مجہول قطعاً نہیں ہیں۔ ہمیشہ معروف ہی ادا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی اردو میں تو الف بالعموم قدرے موٹی آواز کے ساتھ ادا ہوتا ہے جیسے مال اور حال وغیرہ کا الف، لیکن قرآن مجید میں الف نہایت باریک اور لطیف ادا ہوتا ہے۔ البتہ جب وہ پُر حرف کے بعد آئے جیسے صٰدِقِیْنَ اور ظٰلِمِیْنَ وغیرہ تو اس صورت میں اس حرف کے تابع ہوکر وہ بھی پُر ہی پڑھا جاتا ہے۔

٩

قرآنی الفاظ میں حروفِ مدّہ کی مشق

ا	بَالَ	تَابَ	حَاشَ	خَافَ	دَارَ	ذَاتَ
رَانَ	زَادَ	سَارَ	ضَاقَ	طَالَ	عَادَ	فَازَ
قَامَ	كَانَ	لَاتَ	مَالَ	نَارَ	وَادِ	غَارِ
صَالِ	دَارِ	اُوْفِ	جُوْعِ	زُوْرِ	طُوْرِ	قُوْمِ
رُوْحُ	نُوْرُ	حُوْتَ	دُوْنَ	يُوْقَ	حِيْلَ	حِيْنَ
رِيْحَ	سِيْقَ	غِيْضَ	قِيْلَ	تِيْنِ	جِيْدِ	طِيْنِ
فِيْهِ	هِيْمِ	دِيْنُ	عِيْرُ			
ب	اَبَا	نَجَا	اَخَا	بَدَا	عَصَا	دَعَا
شَفَا	خَلَا	كَمَا	دَنَا	ذَوَا	اَبُوْ	اُتُوْا
اَخُوْ	هُدُوْا	خُذُوْا	ذَرُوْا	نَسُوْا	رَضُوْا	عِظُوْا
دُعُوْا	قِفُوْا	لَقُوْا	كُلُوْا	عَمُوْا	زِنُوْا	نُهُوْا
اَبِيْ	اَخِيْ	لَفِيْ	تَقِيْ	كُلِيْ	بَنِيْ	نُرِيْ
ج	بَآءَ	جَآءَ	سَآءَ	شَآءَ	مَآءَ	سِيْٓءَ
سُوْٓءُ						

وضاحت: تختی نمبر ۸ میں تینوں حروفِ مدّہ کو حروفِ ہجا ر کیساتھ ملا کر ادا کرنے کی مشق کرائی گئی تھی اور اب اس تختی میں ان کی قرآنی الفاظ میں مشق کرائی گئی ہے۔ پھر جیسا کہ آپ جانتے ہی ہیں

کہ اگر ان حرفوں کے بعد ہمزہ، سکون اور تشدید نہ ہو تب تو ان کی مقدارِ کشش ایک ہی الف کے برابر ہوتی ہے اور اگر ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز ہو تو اس صورت میں ان میں تین یا چار الف کے برابر مد کیا جاتا ہے۔ پہلی صورت میں ان میں جو مد ہوتا ہے اس کو مد اصلی اور جو دوسری صورت میں ہوتا ہے اس کو مد فرعی کہتے ہیں۔ ہم نے اس تختی میں دونوں ہی قسم کے الفاظ درج کر دیئے ہیں۔ پہلے وہ جن میں مد اصلی ہے[1] اور پھر وہ جن میں مد فرعی ہے اور دوسری قسم کے الفاظ پر مد کی علامت بھی بنا دی ہے۔ اس لئے اساتذہ کو چاہیئے کہ بچوں کو دونوں قسم کے لفظوں کی مشق پورے دھیان سے کرائیں۔ اس طرح کہ وہ مد اصلی والے الفاظ کو تو ایک الف سے زیادہ نہ کھینچیں اور مد فرعی والے الفاظ کو پورے اہتمام اور خیال سے تین چار الف کے برابر کھینچیں اور گو مد کی کئی قسمیں ہیں یعنی متصل منفصل لازم عارض، مگر اس تختی میں چونکہ صرف انہی الفاظ کے درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو ایک ایک کلمہ پر مشتمل ہیں اور ہیں بھی تین حرفی اور تشدید وغیرہ سے خالی، اسلئے یہاں صرف مدّ متصل ہی کی مشق کرائی جا سکتی ہے اور وہ بھی صرف چند چھوٹے چھوٹے لفظوں میں۔ رہیں باقی مدیں؟ سو ان کی مشق کیلئے آگے مستقل تختیاں آ رہی ہیں اور ان کے ضمن میں مدّ متصل کی مشق بھی مزید کرائی گئی ہے۔

ہدایات

ا چھوٹے بچوں کو مد کا قاعدہ نہ سمجھایئے

اگر پڑھنے والے سمجھدار اور بڑے طلبہ ہوں تب تو انہیں مد کا پورا قاعدہ سمجھانے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مفید ہے لیکن اگر چھوٹے اور کمسن بچے ہوں (مکاتب کے ہوں خواہ اسکولوں کے)

[1] پھر یہ الفاظ بھی دو طرح کے ہیں بعض وہ ہیں جن میں مد کا حرف بیچ والا ہے اور بعض وہ ہیں جن میں تیسرا ہے پس تختی میں تین طرح کے الفاظ ہیں۔ دو قسم کے تو وہ ہیں جن میں مد اصلی ہے اور تیسرے وہ جن میں مد اصلی کے علاوہ مد فرعی بھی ہے اور اسی بنا پر اس کو الف ب اور ج کے ذریعہ تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

تو ان کو مد کا مسئلہ قاعدہ کی صورت میں سمجھانے کی کوشش نہ فرمائیں۔ ان کو تو صرف اتنا ہی سمجھائیں کہ جس حرف پر یہ [~] شکل بنی ہو اس کو تین چار گنا زیادہ کھینچنا چاہیئے اور صرف سمجھانے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ یہ تمام الفاظ ان کو پوری صحتِ لفظی اور مد کی پوری مقدار کیساتھ بار بار کہلائیں بھی۔ ایسا کرنے سے وہ مد کرنے کے خود بخود اور طبعی طور پر عادی بن جائیں گے۔ اسکے علاوہ اُن ہدایات پر اس تختی کے پڑھاتے وقت بھی عمل کرنا ضروری ہے جن کا ذکر سابقہ تختی کے ضمن میں کیا جا چکا ہے پس الف کو حرفِ ماقبل کے لحاظ سے پُر یا باریک اور واؤ و یاء کو اور ایسے ہی زیر و پیش کو بھی معروف ادا کرنے کی مشق کرانا ضروری ہے۔

۲ مد والے الفاظ کے جوڑ

جس طرح حروفِ مدّہ کے بعد مد کا سبب پائے جانے کی صورت میں ان میں مد کیا جاتا ہے، اسی طرح ایسے لفظوں کے جوڑ بھی عام مد والے حرفوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ بَابَ کے جوڑ تو اس طرح کیئے جاتے ہیں: باء الف زبر بَا، باء زبر بَ، بَابَ، لیکن جَآءَ کے جوڑ اس طرح کیئے جاتے ہیں: جیم الف زبر مد جَا، ہمزہ زبر ءَ، جَآءَ۔ ایسے ہی سِیٓءَ کے ہجے اس طرح کیئے جاتے ہیں: سین یاء زیر مد سِیْ، ہمزہ زبر ءَ، سِیٓءَ اور ایسے ہی سُوٓءُ کے ہجے اس طرح کیئے جاتے ہیں: سین واؤ پیش مد سُوْ، ہمزہ پیش ءُ، سُوٓءُ۔

مطلب یہ ہے کہ ایسے لفظوں کے ہجوں میں حرفِ مد کا نام لینے کے بعد مد کا لفظ بھی بولتے ہیں، مگر مد فرعی ادا صرف اسی صورت میں کرائیے جب پورا لفظ یعنی ہمزہ کو ساتھ ملا کر ادا کرنا ہو اور پہلی مرتبہ جب ہمزہ کو ساتھ نہ ملایا گیا ہو تو اس وقت صرف مد اصلی ہی ادا کرائیں۔ پس جَا، سِیْ اور سُوْ کہتے وقت تو صرف مد اصلی ہی ہوگا اور جَآءَ، سِیٓءَ اور سُوٓءُ کہتے وقت مد فرعی بھی ہوگا، خوب سمجھ لیجیے۔

١٠

کھڑا زبر، کھڑی زیر اور الٹا پیش

اٰ	اٖ	اٗ	بٰ	بٖ	بٗ	تٰ	تٖ	تٗ
ثٰ	ثٖ	ثٗ	جٰ	جٖ	جٗ	حٰ	حٖ	حٗ
خٰ	خٖ	خٗ	دٰ	دٖ	دٗ	ذٰ	ذٖ	ذٗ
رٰ	رٖ	رٗ	زٰ	زٖ	زٗ	سٰ	سٖ	سٗ
شٰ	شٖ	شٗ	صٰ	صٖ	صٗ	ضٰ	ضٖ	ضٗ
طٰ	طٖ	طٗ	ظٰ	ظٖ	ظٗ	عٰ	عٖ	عٗ
غٰ	غٖ	غٗ	فٰ	فٖ	فٗ	قٰ	قٖ	قٗ
كٰ	كٖ	كٗ	لٰ	لٖ	لٗ	مٰ	مٖ	مٗ
نٰ	نٖ	نٗ	وٰ	وٖ	وٗ	هٰ	هٖ	هٗ
یٰ	یٖ	یٗ						
قرآنی الفاظ میں مشق	اٰلَ	قٰلَ[1]	بِهٖ	لَهٗ	يَدُهٗ	يَرَهٗ	مَعَهٗ	

وضاحت: جیسا کہ حضراتِ معلّمین جانتے ہی ہیں کہ قرآن مجید میں بعض موقعوں میں حروفِ مدّہ کی بجائے کھڑی اور الٹی حرکتیں لکھی جاتی ہیں۔ مثلاً مٰلِكِ کہ اس میں پڑھنے میں تو میم کے بعد الف آتا ہے، لیکن یہ الف لکھا نہیں جاتا بلکہ میم کو لام کے ساتھ ملا کر لکھتے ہیں اور اس الف کی

[1] بعض موقعوں میں اسطرح بھی لکھا ہے۔ دیکھو سورہ انبیا آیت: ٤ و ١١٢، مؤمنون آیت: ١١٢ و ١١٤ اور سورہ زخرف آیت: ٢٤۔ اور وجہ اس رسم کی شمولِ قراءات ہے جسکی تفصیل علماءِ قراءات سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

بجائے میم پر کھڑا زبر لکھ دیتے ہیں۔ ایسے ہی یُحْيِ میں حار کے بعد پڑھنے میں تو دو یار آتی ہیں: ایک مکسور اور دوسری مدّہ، لیکن لکھی صرف ایک ہی جاتی ہے اور دوسری کی بجائے اس پہلی یار کے نیچے کھڑی زیر لکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح دَاوٗدَ میں دال اور الف کے بعد پڑھنے میں تو دو واوٗ آتے ہیں: پہلا مضموم اور دوسرا مدّہ، لیکن لکھا ایک ہی جاتا ہے اور دوسرے کی بجائے اس پہلے پر ہی الٹا پیش لکھ دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ ایک تختی میں کھڑے زبر، کھڑی زیر اور الٹے پیش کی بھی مشق کرادی جائے۔ تاکہ یہ قاعدہ صحیح معنوں میں مکمل قرآنی قاعدہ کا مصداق بن جائے۔ پس یہ تختی بلحاظ تلفظ حروفِ مدّہ کی تختی کا تتمہ ہے اور گوعنوان کا تقاضا یہ تھا کہ اس کو حرکات کی تختی کے بعد درج کیا جاتا، تاکہ پڑی کھڑی دونوں قسم کی حرکتیں ایک ساتھ آجاتیں، لیکن چونکہ ان حرکتوں کا تلفظ حروفِ مدّہ جیسا ہوتا ہے اور یہ انہی کی آوازیں دیتی ہیں اور قرآن مجید میں ان کا استعمال بھی انہی کی جگہ ہوا ہے[1]، اس لئے ہم نے اس کو حروفِ مدّہ کی تختی کے بعد درج کرنا مناسب سمجھا ہے اور چونکہ ان تختیوں میں صرف تین حرفی الفاظ درج کرنے کا التزام کیا گیا ہے، اس لئے اس نوع کے جو دو چار قرآنی الفاظ مل سکے ہیں ان کو بھی اسی تختی میں درج کر دیا ہے اور ان کیلئے الگ تختی ترتیب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ آگے ایسے الفاظ پر مشتمل ایک مستقل تختی (تختی نمبر ۱۹) آرہی ہے۔ بہرحال آپ

[1] اور گو الٹے پیش کا استعمال قرآن میں صرف واوٗ، ھار اور ہمزہ کے اوپر اور کھڑی زیر کا صرف ہمزہ، ھار اور یار کے نیچے ہی ہوا ہے۔ جیسے دَاوٗدَ، لِيَسُوْٓءٗ، رَبُّهٗ، اِلٰفِهِمْ، بِهٖ اور يُحْيِ وغیرہ لیکن اس خیال سے کہ اگر ان حرکتوں کو صرف انہی دو چار حرفوں کے ساتھ دکھانے پر اکتفار کیا گیا اور دوسرے حرفوں کیساتھ نہ دکھائی گئیں تو تختی ادھوری اور نامکمل متصوّر ہوگی اور طبیعتیں ایک طرح کا خلا سا محسوس کریں گی۔ کھڑے زبر کی طرح ان دونوں کو بھی سب ہی حرفوں کے ساتھ دکھا دیا ہے۔ پھر یہ کہ اگرچہ قرآن میں تو یہ حرکتیں صرف انہی حرفوں کیساتھ مستعمل ہوئی ہیں، لیکن عربی اشعار میں ان کا استعمال باقی حرفوں کیساتھ بھی ہوا ہے اور باکثرت ہوا ہے۔ جیسے سَامِعٖ، مُحَتَّمٗ، مَوَاقِفٖ، مَصَاحِفٖ، وَالْقَافٗ، اَدْخَلٗ، تِلَاوَتٖ، قِرَآءَتٖ وغیرہ وغیرہ، کہ ان تمام الفاظ کے آخر میں جو واوٗ اور یار ادا ہوتے ہیں وہ ضمہ اور کسرہ کے اشباع ہی سے پیدا ہوئے ہیں ورنہ ان کے آخر میں واوٗ اور یار مرسوم نہیں ہیں اور گو یہ قاعدہ عربی زبان کی املا کا قاعدہ نہیں بلکہ اس کا موضوع صرف قرآنی املا سے بحث کرنا ہے، لیکن اگر تھوڑے سے اضافہ سے جو کہ ہے بھی عربیت

پہلے تو بچوں کو یہ بات سمجھائیں کہ کھڑا زبر الف کی، کھڑی زیر یاء مدّہ کی اور الٹا پیش واوٴ مدّہ کی آواز دیتا ہے اور پھر مندرجہ بالا تختی پڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔

ہدایت

تقابل کی صورت میں بھی پڑھایئے

اگر آپ کسی اسکول میں پڑھا رہے ہیں اور لکھنا بھی جانتے ہیں تو تھوڑی سی محنت اور کرلیں اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ تختی نمبر۱۴، ۹ اور ۱۰ کو بلیک بورڈ کی مدد سے تقابل کی صورت میں بھی پڑھا دیں۔ مثلاً اسطرح کہ پہلے ب پر تینوں بڑی حرکتیں پھر اسی کیساتھ تینوں حروفِ مدّہ اور پھر اس پر کھڑی اور الٹی حرکتیں لکھ کر پڑھائیں اور پھر اسی طرح تمام حرفوں کو اول سے آخر تک باری باری کہلائیں[1]۔ ایسا کرنے سے آپ کے شاگرد انشاءاللہ ان تینوں تختیوں کے باہمی فرق کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے اور وہ آپ کے اس عمل سے اپنے علم میں اضافہ اور ایک طرح کی خوشی محسوس کریں گے، لیکن اگر آپ چھوٹے اور ننھے منّے بچوں کو پڑھا رہے ہیں تو پھر یہ عمل نہ کریں کیونکہ اس سے بجائے فائدہ پہنچنے کے الٹا ان کے دماغوں پر ایک طرح کا بوجھ سا پڑے گا اور وہ اس میں الجھن سی محسوس کریں گے اور اسی مصلحت سے ہم نے خود قاعدہ میں اس نوع کی تختی درج نہیں کی کیونکہ اگر قاعدہ میں درج کی جاتی تو چھوٹے بچوں کو بھی پڑھنی پڑتی۔

کے مطابق، ناظرین کی تشفی ہو جائے تو اس میں آخر حرج بھی کیا ہے، مگر یہ وضاحت صرف معلّمین کیلئے ہی درج کی گئی ہے، ورنہ طلباء کے سامنے اس قضیہ کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے ذہنوں پر یہ سوال غالباً بلکہ اغلباً ابھر ہی نہیں سکتا۔ ہاں اگر کوئی بہت ہی ذہین وفہیم اور فطین ولبیب طالب علم یہ سوال پوچھ لے تو اس کی تشفی کی جا سکتی ہے۔

[1] بلکہ عام حروفِ مدّہ کے بعد ان پر مد کی علامت اور آگے ہمزہ لکھ کر بھی ساتھ ساتھ کہلاتے جائیں تاکہ مدّ اصلی کیساتھ ساتھ مدّ فرعی کی مشق بھی ہوتی جائے۔

۱۱

حروفِ لین

اَوْ	اَیْ	بَوْ	بَیْ	تَوْ	تَیْ	ثَوْ	ثَیْ
جَوْ	جَیْ	حَوْ	حَیْ	خَوْ	خَیْ	دَوْ	دَیْ
ذَوْ	ذَیْ	رَوْ	رَیْ	زَوْ	زَیْ	سَوْ	سَیْ
شَوْ	شَیْ	صَوْ	صَیْ	ضَوْ	ضَیْ	طَوْ	طَیْ
ظَوْ	ظَیْ	عَوْ	عَیْ	غَوْ	غَیْ	فَوْ	فَیْ
قَوْ	قَیْ	کَوْ	کَیْ	لَوْ	لَیْ	مَوْ	مَیْ
نَوْ	نَیْ	وَوْ	وَیْ	ھَوْ	ھَیْ	ءَوْ	ءَیْ
یَوْ	یَیْ						

وضاحت: یہ تختی من وجہ تختی نمبر ۶ کا اور من وجہ تختی نمبر ۸ کا تتمہ ہے۔ چھ کا تو اس وجہ سے کہ اُس کی طرح اس میں بھی حرکت والے حرف کو جزم والے حرف کے ساتھ ملا کر دکھایا گیا ہے اور آٹھ کا اس وجہ سے کہ اُس کی طرح اس میں بھی واؤ ساکن اور یاء ساکن کی مشق کرائی گئی ہے۔ مگر جیسا کہ اساتذہ جانتے ہی ہیں کہ اگر واؤ ساکن سے پہلے والے حرف پر پیش اور یاء ساکن سے پہلے والے حرف کے نیچے زیر ہو تب تو یہ مدّہ کہلاتے ہیں اور اگر ان سے پہلے والے حرف پر زبر ہو تو اس صورت میں ان کو لین کہا جاتا ہے۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہی ہے کہ ماقبل کی حرکت کے مختلف ہونے کی وجہ سے واؤ مدّہ اور واؤ لین کے اور ایسے ہی یاء مدّہ اور یاء لین کے تلفظ میں فرق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مدّہ کی آواز تو دراز ہوتی ہے اور لین کی آواز دراز نہیں ہوتی، اس لئے ان کے تلفظ

کی مشق کرانے کیلئے بھی ایک الگ اور مستقل تختی ترتیب دینی ضروری تھی لیکن چونکہ حروفِ لین صرف واؤ اور یاء ہی ہوتے ہیں (کیونکہ الف ہمیشہ مدّہ ہی ہوتا ہے) اس لئے اس تختی میں صرف انہی دو حرفوں کی مشق کرائی گئی ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ جب اس تختی کے مندرجات بعینہٖ تختی نمبر۱۰ کے مندرجات کی طرح ہیں کہ اِس میں بھی اُس کی طرح حرکت والے حرف کے بعد جزم والا حرف ہے تو پھر ان دو حرفوں کیلئے الگ تختی کیوں ترتیب دی گئی ہے؟ تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ دونوں حروف جن کی اس تختی میں مشق کرائی گئی ہے چونکہ حروفِ لین ہیں یعنی حروفِ مدّہ کی طرح یہ بھی نرم ہی ادا ہوتے ہیں گو ان میں ان کی طرح کشش نہیں ہوتی اسلئے ان دونوں حرفوں کی بار بار اور اہتمام کے ساتھ مشق کرانے کی ضرورت تھی تاکہ بچے ان کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کے عادی بن جائیں اور اسی مقصد کے پیش نظر اس تختی کا اضافہ کیا گیا ہے۔

ہدایات

۱ واؤ لین اور یاء لین کو نرم اور معروف ادا کرائیے اور کشش سے بچائیے

اس تختی کے پڑھاتے وقت دو باتوں کا خیال رکھیے:۔

* ایک تو یہ کہ بچے اس تختی میں بھی واؤ اور یاء کو نرم اور معروف ہی ادا کریں اور اس طرح ادا نہ کریں جس طرح اردو میں "اور" کے واؤ اور "غیر" کی یاء کا تلفظ کیا جاتا ہے۔

* اور دوسری اس بات کا کہ واؤ لین اور یاء لین کو کھینچیں نہیں۔ گو بہت خفیف سی کشش ان میں بھی پائی جاتی ہے لیکن اسکے سکھانے کیلئے کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب بچے آپ کی زبان سے سن کر ان حرفوں کو ادا کریں گے تو بقدرِ ضرورت وہ کشش خود بخود ان کے تلفظ میں پائی جائیگی۔ البتہ مزید کشش سے روکنے کی آپ کو ضرورت پیش آئے گی، ورنہ وہ اُوْ، اِیْ کی طرح اَوْ، اَیْ کے واؤ اور یاء کو بھی کھینچ کھینچ کر ہی ادا کریں گے۔

۲ واؤ لین بھی ہونٹوں کے گول ہونے سے ہی ادا ہوتی ہے

ہاں اپنے شاگردوں کو یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ واؤ مدّہ کی طرح واؤ لین بھی ہونٹوں کے گول ہونے سے ہی ادا ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سے متعلقہ دونوں تختیوں کے مندرجات کا تلفظ کراتے وقت بھی ہونٹوں کو گول کرنے کی مشق کرائیں اور دائرہ کم سے کم رکھوائیں۔ ہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ واؤ لین میں اگرچہ واؤ متحرک کی نسبت کسی قدر نرمی ہوتی ہے، مگر اس نرمی میں اتنا مبالغہ بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ سرے سے واؤ مدّہ ہی بن جائے۔ اس لئے کہ واؤ مدّہ کا مخرج مقدر ہے اور اس کا محقق۔ جس کی وجہ سے واؤ لین میں تو مخرج پر اعتماد قوی ہوتا ہے اور واؤ مدّہ میں نہایت ضعیف، جو کالعدم اور نہ ہونے کے درجہ میں ہوتا ہے، لیکن علمی انداز میں دونوں واؤوں کا باہمی فرق آپ سمجھدار اور اسکولوں کے طلبہ کو بھی نہ سمجھائیں کیونکہ یہ ایک لطیف اور باریک فرق ہے جو ان کی سمجھ سے بھی باہر ہے۔ ہاں عملی طور پر اس فرق کی مشق ضرور کرائیں، مگر بہت چھوٹے بچوں کو عملاً بھی یہ مشق کرانے کے درپے نہ ہوں۔ رہے اس تختی کے مندرجات کے ہجے؟ سو وہ بعینہٖ تختی نمبر ۶ کے مندرجات کی طرح ہیں۔ صرف تلفظ کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۱۲

حروفِ لین کی قرآن شریف کے الفاظ میں مشق

ا	حَوْلَ	زَوْجَ	سَوْفَ	فَوْقَ	يَوْمَ	خَوْفِ
صَوْتِ	طَوْلِ	قَوْمُ	مَوْجُ	اَيْنَ	بَيْعَ	رَيْبَ
سَيْلَ	غَيْضَ	كَيْفَ	لَيْسَ	هَيْتَ	ضَيْفِ	غَيْرِ
حَيْثُ	خَيْطُ	زَيْتُ	صَيْدُ	طَيْرُ		
ب	اَبَوْا	عَتَوْا	غَدَوْا	تَرَوْا	مَشَوْا	عَصَوْا
قَضَوْا	دَعَوْا	طَغَوْا	خَلَوْا	نَهَوْا	رَاَوْا	لَدَىٰ
زَوَىٰ						

وضاحت: اس تختی سے متعلق کسی خاص وضاحت اور ہدایت کے درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی کیونکہ اس میں بھی قرآنی الفاظ کے ضمن میں دونوں حروفِ لین ہی کی مشق کرائی گئی ہے۔ لہٰذا اسکے پڑھاتے وقت بھی انہی تین باتوں کو مدنظر رکھیے، جن کا ذکر اس سے پہلے والی تختی کے ضمن میں کیا جا چکا ہے۔ یعنی ایک تو یہ کہ بچے واؤ لین اور یاء لین کو واؤ مدّہ اور یاء مدّہ کی طرح کھینچیں نہیں، دوسری یہ کہ ان دونوں کو نرم اور معروف ادا کریں اور تیسری یہ کہ واؤ لین کے ادا کرتے وقت بھی ہونٹوں کو پوری طرح گول کریں اور دائرہ کم سے کم رکھیں۔

نوٹ: سابق کی طرح اس تختی کے مندرجات بھی دو طرح کے ہیں:۔ بعض وہ ہیں جن میں حرفِ لین درمیان میں ہے اور بعض وہ ہیں جن میں تیسرا ہے اور اسی وجہ سے تختی کو [الف] اور [ب] کے ذریعہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

۱۳

تشدید

اَبَّ	اَبِّ	اَبُّ	اَتَّ	اَتِّ	اَتُّ	اَثَّ	اَثِّ	اَثُّ
اَجَّ	اَجِّ	اَجُّ	اَحَّ	اَحِّ	اَحُّ	اَخَّ	اَخِّ	اَخُّ
اَدَّ	اَدِّ	اَدُّ	اَذَّ	اَذِّ	اَذُّ	اَرَّ	اَرِّ	اَرُّ
اَزَّ	اَزِّ	اَزُّ	اَسَّ	اَسِّ	اَسُّ	اَشَّ	اَشِّ	اَشُّ
اَصَّ	اَصِّ	اَصُّ	اَضَّ	اَضِّ	اَضُّ	اَطَّ	اَطِّ	اَطُّ
اَظَّ	اَظِّ	اَظُّ	اَعَّ	اَعِّ	اَعُّ	اَغَّ	اَغِّ	اَغُّ
اَفَّ	اَفِّ	اَفُّ	اَقَّ	اَقِّ	اَقُّ	اَكَّ	اَكِّ	اَكُّ
اَلَّ	اَلِّ	اَلُّ	اَمَّ	اَمِّ	اَمُّ	اَنَّ	اَنِّ	اَنُّ
اَوَّ	اَوِّ	اَوُّ	اَهَّ	اَهِّ	اَهُّ	اَيَّ	اَيِّ	اَيُّ

وضاحت: حرکات، جزم، مد اور لین کی تختیوں کے بعد اب اس تختی میں تشدید والے حرفوں کے جوڑ بیان کیئے جاتے ہیں۔ غور سے پڑھیئے اور بچوں کو سمجھایئے۔ سو یاد رکھیئے کہ جس طرح جزم والے حرف کے تنہا جوڑ نہیں ہوتے بلکہ اسکے جوڑ پہلے حرف سے ملا کر کیئے جاتے ہیں، اسی طرح تشدید والے حرف کو بھی جوڑوں میں اس سے پہلے والے حرف کے ساتھ ملاتے ہیں۔ لیکن جزم اور تشدید میں یہ فرق ہے کہ جزم والے حرف کا نام تو جوڑوں میں ایک ہی دفعہ لیا جاتا ہے۔ جیسے ہمزہ بام زبر اَبْ، ہمزہ بام زیر اِبْ، ہمزہ بام پیش اُبْ ... الخ کہ اس میں تینوں مرتبہ بام کا نام صرف ایک ایک دفعہ ہی آیا ہے، مگر تشدید والے حرف کا نام دو دفعہ لیا جاتا ہے۔ اس طرح کہ ایک

دفعہ تو اس کو پہلے حرف سے ملا کر کہتے ہیں اور پھر دوسری مرتبہ[۲] تنہا اسی کا نام اس کی حرکت سمیت لیتے ہیں۔ مثلاً اس طرح کہتے ہیں: ہمزہ بار زبر اَبْ، بار زبر بَ، اَبَّ۔ ہمزہ بار زبر اَبْ، بار زیر بِ، اَبِّ۔ ہمزہ بار زبر اَبْ، بار پیش بُ، اَبُّ[۲] وغیرہ وغیرہ۔ بس اب اس قاعدہ کو مدنظر رکھ کر مندرجہ بالا تختی پڑھائیں۔

[۱] لیکن حرف کا پہلی مرتبہ نام لینے کے بعد سانس نہیں لینا چاہیے بلکہ بچوں کو اس طرح مشق کرائی جائے کہ حرف کا نام دونوں مرتبہ ایک ہی سانس میں اور پھرتی کے ساتھ بلا فصل لیں۔

[۲] رہا یہ سوال کہ جس طرح ہجوں میں زبر، زیر اور پیش کا نام لیا جاتا ہے جیسے ہمزہ بار زبر اَبْ، ہمزہ بار زیر اِبْ اور ہمزہ بار پیش اُبْ وغیرہ، اس طرح تشدید کا نام کیوں نہیں لیتے؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ کسی حرف کا ہجوں میں دو مرتبہ نام لینا یہ خود اس بات کی علامت ہے کہ اس پر تشدید ہے۔ اس لئے ہجوں میں تشدید کا نام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اور اس کی مزید تفصیل تختی نمبر ۲۱ کے بعد ایک نفیس تحقیق کے زیرعنوان آئے گی۔ وہاں ہی مراجعت فرمایئے۔

۱۴

تشدید والے الفاظ کی قرآنی الفاظ میں مشق

ا	سَبَّحَ	كَثَّرَ	عَجَّلَ	سَخَّرَ	صَدَّقَ	كَذَّبَ
حَرَّمَ	نَزَّلَ	يَسَّرَ	فَصَّلَ	فَضَّلَ	قَطَّعَ	نَعَّمَ
خَفَّفَ	فَكَّرَ	اَلَّفَ	حَوَّلَ	جَهَّزَ	بَيَّتَ	شُبِّهَ
نُجِّيَ	فُزِّعَ	اُسِّسَ	بُشِّرَ	حُصِّلَ	وُكِّلَ	كُلِّمَ
ثُوِّبَ	زُيِّنَ					
ب	نَبَّتْ	قَدَّتْ	غَرَّتْ	مَسَّتْ	خَفَّتْ	حَقَّتْ
صَكَّتْ	ظَلَّتْ	ثَبِّتْ	اَخِّرْ	حَدِّثْ	اَذِّنْ	شَرِّدْ
كَفِّرْ	ذَكِّرْ	بَلِّغْ	مَهِّلْ	صُبُّوْا	لَجُّوْا	رُدُّوْا
مَرُّوْا	عَضُّوْا	كُفُّوْا	خَلُّوْا	حَيُّوْا	رَبِّيْ	بَثِّيْ
قُرِّيْ	هُزِّيْ	قُصِّيْ	وَلَّوْا	لَوَّوْا	حَيَّوْا	كَفَّيْ
ج	اَحَبَّ	اَمَتَّ	اَعَدَّ	اَسَرَّ	اَهُشُّ	اَحَقُّ
اَضَلُّ	يُحِبُّ	يَبُثُّ	يُرَدُّ	يَجُرُّ	يَدُسُّ	يَقُصُّ
يَحُضُّ	يَدُعُّ	يَكُفَّ	يُحِقَّ	تَلَذُّ	تُعِزُّ	تَخُطُّ
تُذِلُّ	عَدُوٌّ	وَلِيٌّ	نُوَفِّ			

وضاحت : اس تختی میں جیساکہ ظاہر ہے تشدید والے قرآنی الفاظ درج کیے گئے ہیں۔ یہ تین طرح کے ہیں:۔ ① ایک وہ جن کے تین حرفوں میں سے بیچ والا حرف مشدد ہے اور تیسرا

مخفف متحرک، جیسے عَجَّلَ۔ ② وہ جن کے بیچ والے حرف پر تشدید اور تیسرے پر جزم ہے پھر یہ تیسرا صحیح بھی ہے، مدّہ بھی اور لین بھی، جیسے اَذِّنْ، كُفُوًّا اور وَلَّوْا وغیرہ۔ ③ وہ جن کے پہلے دو حرف مخفف ہیں اور تیسرا مشدد۔ جیسے اَحَبَّ اور یَبُثُّ وغیرہ اور اسی مناسبت سے اس تختی کو الف ب اور ج کے ذریعہ تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور مقصود ان سب انواع کے جمع کرنے سے یہاں بھی یہی ہے کہ طلبہ قاعدہ خوانی کے دوران تشدید والے ہر نوع کے قرآنی الفاظ سے متعارف ہو جائیں اور ان سب کی قاعدہ ہی میں مشق ہو جائے۔ تاکہ ناظرہ پڑھاتے وقت استاذ کو بھی آسانی میسر آئے اور شاگرد کو بھی۔ لیکن یہ مقصد جب ہی حاصل ہوگا کہ اساتذہ محنت بھی کریں۔ ورنہ نری مؤلف کی محنت کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرسکتی۔ خوب خوب محنت کیجیے اور اپنے شاگردوں کو قابل بنایئے اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔

تشدید والے حرف کو جزم والے حرف کیساتھ ملانے کا قاعدہ

سابقہ تختی کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے کہ تشدید والے حرف کے جوڑ کرتے وقت اس کا دو مرتبہ[1] نام لیا جاتا ہے:۔ ایک مرتبہ پہلے حرف کے ساتھ اور دوسری مرتبہ تنہا، لیکن اس تختی میں

[1] گو تشدید والے حرف کا نام تو جوڑوں میں دو دفعہ لیا جاتا ہے لیکن چونکہ پہلے حرف پر سانس لینا اور اس کو دوسرے حرف سے جدا کرنا پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ دونوں کو اکٹھا اور بلا فصل ادا کرنا ہوتا ہے، اس لئے لکھنے میں ایک ہی حرف آتا ہے۔ ہاں جہاں تشدید والا حرف فی الواقع دو حرفوں سے بنا ہو، وہاں لکھنے میں بھی دو حرف آتے ہیں اور پہلے حرف پر جزم کی علامت بھی بنی ہوتی ہے۔ جیسے اِنْ نَّحْنُ کہ اس میں دو نون لکھے ہوئے ہیں اور پہلے نون پر جزم[①] کی علامت بھی بنی ہوئی ہے، مگر اس تختی میں ہم نے بچوں کی سہولت کی خاطر صرف وہی الفاظ درج کئے ہیں جن میں تشدید والا حرف تنہا ہے۔ رہے دو حرفوں سے مرکب تشدید والے الفاظ؟ سو ان کی مشق آگے تختی نمبر ۲۴ اور ۲۵ کے ضمن میں کرائی جائے گی ان شاء اللہ۔

① مگر اَلْ کا لام اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے یعنی اس پر جزم کی علامت نہیں بناتے جیسے اَلرَّحْمٰنُ اور اَلشَّمْسُ وغیرہ اور وجہ اس کی غالباً یہ ہے کہ یہ بمنزلہ جزوِ حرف کے ہے، اور یہ اور اسکے بعد والا حرف دونوں بمنزلہ ایک حرف کے قرار دیئے گئے ہیں جیسے مَدَّ اور اَحَبَّ وغیرہ میں دال اور باء۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

چونکہ ب کے ضمن میں ایسے تشدید والے الفاظ درج کیئے گئے ہیں جن میں تیسرا حرف ساکن ہے اور ایسے لفظوں کے بارے میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کے ہجے کرتے وقت تشدید والے حرف کو دوسری بار بھی تنہا نہیں کہتے بلکہ اس کو بعد والے حرف سے ملا کر کہتے ہیں۔ جیسے اَذِّنْ، کہ اس کے ہجے اس طرح کیئے جاتے ہیں: ہمزہ ذال زبر اَذْ، ذال نون زیر ذِنْ، اَذِّنْ اور جیسے مَرُّوْا کہ اس کے ہجے اس طرح ہوں گے: میم رار زبر مَرْ، رار واؤ پیش رُوْ، مَرُّوْا فقط۔

اس قاعدہ کو بھی اپنے شاگردوں کے ذہنوں میں اچھی طرح بٹھا دیجیئے۔ اور اول سے آخر تک تمام مندرجات کے ہجے کرائیے۔

ہدایات

۱ تشدید والے حرف میں دو حرفوں جتنی دیر لگوایئے

طلبہ کو یہ بات سمجھائیں کہ تشدید والے حرف کے ادا کرنے میں دو حرفوں جتنی دیر لگتی ہے اور پھر کسی حرف کو پہلے بغیر تشدید کے اور پھر تشدید کیساتھ ادا کر کے دونوں کے فرق کو عملی طور پر بھی سمجھائیں اور حرفِ مشدد میں پورے اہتمام کیساتھ دو حرفوں جتنی دیر لگوائیں۔ یہ نہایت قابل توجہ امر ہے، اچھے اچھے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ تشدید والے حرف کو پوری مقدار کیساتھ ادا نہیں کرتے اور اس میں تساہل برتتے ہیں۔ ہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ تشدید کا مطلب زیادہ دیر لگانا ہے، سخت ادا کرنا نہیں۔ حرف سخت یا نرم اپنی صفات ہی کے لحاظ سے ادا ہوگا۔ مثلاً یَبُثُّ کہ اس میں ثار کے ادا کرنے میں دُگنی دیر تو لگائی جائے گی لیکن اس کو سخت ادا نہیں کیا جائیگا۔ اسلیئے کہ یہ مہموس رخوہ ہے اور ہمس ورخاوت کا تقاضہ یہ ہے کہ حرف کو نہایت لطیف اور نرم ادا کیا جائے کہ آواز میں سختی کا مطلقاً کوئی اثر نہ آنے پائے۔ ہاں اگر حرفِ مشدد شدیدہ ہو جیسے اَحَبُّ، یَمُدُّ اور اَحَقُّ وغیرہ میں بار دال اور قاف تو پھر دیر لگانے کیساتھ ساتھ ان کو سخت بھی یقیناً ادا کیا جائیگا۔ لیکن یہ سخت ادا کرنا

تشدید کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ شدت کی وجہ سے ہوگا کیونکہ اگر تشدید کی وجہ سے ہوتا تو پھر شارّ کو بھی سخت ہی ادا کیا جاتا۔ اس لطیف فرق کو بھی اچھی طرح ذہن میں رکھ لیجیے اور اپنے شاگردوں کو عملاً اسکی مشق کرایئے، مگر انہیں علمی انداز میں یہ فرق ہرگز نہ سمجھایئے، خواہ وہ اسکولوں کے طلبہ ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ ان کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکے گا، ان کو تو آپ بس عملی مشق ہی کرائیں۔

۲ را میں تکریر نہ ادا ہونے دیجیے

ہاں ایک بات خاص را کے بارے میں بھی ملحوظ رکھیئے اور وہ یہ کہ بعض دفعہ اس کے ادا ہوتے وقت نوکِ زبان کے تالو کے ساتھ اچھی طرح نہ لگ سکنے کی وجہ سے تکریر کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے بجائے ایک را کے کئی رائیں ادا ہو جاتی ہیں، کتبِ تجوید میں اس سے بچنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ لہٰذا اس کا بھی خیال رکھیئے، لیکن اس سے بچنے میں اتنا مبالغہ بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ را کی آواز مخرج میں بند ہو کر رہ جائے اور وہ طا کی طرح سخت ادا ہو۔ اس سے بھی منع کیا گیا ہے تفصیل کیلئے معلم التجوید دیکھیے

۳ ہجوں سے پڑھانے کے بعد رواں بھی پڑھایئے

جیسا کہ ہم پہلے بھی ایک سے زیادہ موقعوں پر لکھ آئے ہیں کہ اصل مقصود رواں پڑھنا ہے اور ہجے محض اس پر قدرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اس لئے ہجوں سے پڑھا چکنے کے بعد رواں بھی پڑھایئے اور اس طرح پڑھایئے جیسے کوئی مسلسل عبارت پڑھا رہے ہوں۔ اگر آپ اس مشورہ پر عمل کریں گے تو آگے چل کر قرآن خوانی کے دوران بڑی آسانی محسوس کریں گے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے آپ کے شاگرد قاعدہ ہی میں مسلسل عبارت پڑھنے کے عادی ہو چکے ہوں گے اور آیندہ درج ہونے والی تختیوں کو پڑھاتے وقت بھی اسی اصول پر کاربند رہیئے۔ ایک ہی چیز کی طرف بار بار توجہ دلانا کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

تمتہ اور غنہ

اِنَّ	اَنَّ	جَنَّ	ظَنَّ	مَنَّ	نَمَّ	ثَمَّ
ثُمَّ	عَمَّ	مِمَّ	هَمَّ	اِنَّا	اَنَّا	ظَنَّا
كُنَّا	اِمَّا	اَمَّا	عَمَّا	لَمَّا	مِمَّا	اِنِّىْ
اَنِّىْ	عَنِّىْ	مِنِّىْ	ظَنُّوْا	سَمُّوْا	صَمُّوْا	هَمُّوْا
تَمَّتْ	هَمَّتْ	اِنَّكَ	اَنَّكَ	يَظُنُّ	تَظُنُّ	اَظُنُّ
نَظُنُّ	تُكِنُّ	يُتِمُّ	يَمُنُّ	دَمَّرَ	جَنَّةَ	اَنَمَّ
اَصَمَّ	هَلُمَّ					

وضاحت: یوں تو تشدید والے سب ہی حرفوں میں دو حرفوں کے برابر دیر لگتی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، لیکن اگر یہ حرف نون یا میم ہو جیسے اِنَّ اور عَمَّ وغیرہ تو ان میں دیر دوسرے حرفوں سے بھی کچھ زیادہ لگاتے ہیں جس کی مقدار ایک الف کے برابر ہوتی ہے۔ چونکہ ان دونوں حرفوں کے ادا ہوتے وقت آواز ناک میں اچھی طرح جاتی ہے اور دیر تک رہتی ہے، اس لئے اس کیفیت اور دیر لگانے کو علماء تجوید کی اصطلاح میں غنہ[1] سے تعبیر کرتے ہیں، اس بناء پر ضروری تھا کہ تشدید کی تختی کے آخر میں تمتہ کے طور پر غنہ کے دونوں حرفوں یعنی نون مشدد اور میم مشدد پر مشتمل چند لفظوں کی مشق بھی کرا دی جائے۔ تاکہ بچے غنہ کرنے کے بھی قاعدہ ہی میں عادی بن جائیں۔ لہٰذا اساتذہ کو چاہیئے کہ وہ اس تمتہ کو بھی پورے اہتمام کے ساتھ پڑھائیں اور ان لفظوں میں زیادہ دیر لگانے اور غنہ[2] کرنے کا عادی بنائیں۔ مگر چھوٹے بچوں کو غنہ کا مسئلہ قاعدہ کی صورت میں سمجھانے

[1] غنہ کے معنی بھی ناک کے گنگنی آواز کے ہی ہیں۔

[2] مگر ملحوظ رہے کہ غنہ صرف حرف میں ہوتا ہے، اس کی حرکت اور بعد والے الف، واؤ اور یاء میں نہیں

کی ضرورت نہیں، اسلیئے کہ قاعدہ کا سمجھنا ان کی سمجھ سے باہر ہے۔ جب وہ اس نوع کے حرفوں کو زیادہ دیر لگا لگا کر ادا کریں گے تو اس ضمن میں غنہ خود بخود ادا ہوتا چلا جائے گا۔ کیونکہ غنہ ان حرفوں کی فطری اور طبعی ادا ہے۔ ہاں اگر پڑھنے والے اسکولوں کے اور سمجھدار طلبہ ہوں تو ان کو علمی انداز میں بھی غنہ کا قاعدہ سمجھا دینا مفید ہوگا کیونکہ اس سے ان کے علم میں اضافہ ہوگا اور وہ ایک طرح کی خوشی محسوس کریں گے۔ محنت کیجیئے، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت دے۔

ہوتا۔ یہ وضاحت اسلیئے کی گئی ہے کہ بعض بلکہ اکثر لوگ نون اور میم کے ساتھ ان کی حرکتوں اور ان کے بعد والے حروفِ مدّہ میں بھی غنہ کر دیتے ہیں، یہ غلطی بہت عام ہے، لہٰذا معلّمین کو چاہیئے کہ اسکا بھی خیال رکھیں اور اپنے شاگردوں کو اس طرح پڑھنے سے روکیں۔

۱۵

تنوین

اً	اٍ	اٌ	بًا	بٍ	بٌ	تًا	تٍ	تٌ
ثًا	ثٍ	ثٌ	جًا	جٍ	جٌ	حًا	حٍ	حٌ
خًا	خٍ	خٌ	دًا	دٍ	دٌ	ذًا	ذٍ	ذٌ
رًا	رٍ	رٌ	زًا	زٍ	زٌ	سًا	سٍ	سٌ
شًا	شٍ	شٌ	صًا	صٍ	صٌ	ضًا	ضٍ	ضٌ
طًا	طٍ	طٌ	ظًا	ظٍ	ظٌ	عًا	عٍ	عٌ
غًا	غٍ	غٌ	فًا	فٍ	فٌ	قًا	قٍ	قٌ
كًا	كٍ	كٌ	لًا	لٍ	لٌ	مًا	مٍ	مٌ
نًا	نٍ	نٌ	وًا	وٍ	وٌ	هًا	هٍ	هٌ
ءً	ءٍ	ءٌ	يًا	يٍ	يٌ			

وضاحت: جیسا کہ اساتذہ جانتے ہیں کہ کسی حرف پر دو زبر، دو زیر اور دو پیش کے ادا کرتے وقت آخر میں جو نون کی آواز پیدا ہوتی ہے، اس کو تنوین کہتے ہیں۔ تنوین چونکہ کلمہ کے آخری حرف پر ہی آتی ہے، ابتدائی اور درمیانی حرفوں پر نہیں، اس لئے ہم نے اس تختی کو حرکات جزم، مد، لین اور تشدید ان سب کے بعد رکھا ہے۔

مگر بچوں کے سامنے اس مناسبت کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر پڑھنے والے سمجھدار اور ذہین وفہیم ہوں تو ان کو یہ نکتہ بتانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ہدایت

ہجوں میں الف کا نام نہ لیجیے

اگرچہ دوزبر کی تنوین الف کی صورت میں لکھی جاتی ہے لیکن چونکہ یہ الف پڑھنے میں نہیں[1] آتا، اس لئے ہجوں میں اس کا نام نہیں لیتے۔ للہذا بًا کی طرح بًا کے ہجے کرتے وقت بھی صرف بار ہی کا نام لیتے ہیں، الف کا نام نہیں لیتے۔ مطلب یہ ہے کہ اس طرح نہیں کہتے: بار الف[2] دوزبر بًا بلکہ اس طرح کہتے ہیں: بار دوزبر بًا۔

ہجوں سے متعلق ایک عام اصول یاد رکھیئے کہ ہجوں میں صرف اسی حرف کا نام لیا جاتا ہے جو پڑھنے میں آتا ہے اور جو حرف پڑھنے میں نہیں آتا صرف لکھنے میں آتا ہے، اسکا ہجوں میں نام نہیں لیتے۔ اس کی پوری وضاحت تختی نمبر ۲۲ کے ضمن میں آئے گی، انشاء اللہ۔

[1] البتہ یہ الف وقف میں پڑھا جاتا ہے، لیکن ہجوں میں اس کا نام اس وقت بھی نہیں لیتے اور اس کی باقی وضاحت تختی نمبر ۲۳ کے ضمن میں آئے گی، انشاء اللہ۔

[2] اور دوسری وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ الف حرکت کو قبول نہیں کرتا۔ اسلئے اس کے ساتھ دوزبر کا لفظ بولنا ویسے بھی ایک بے جوڑ سی بات ہے۔

١٦

قرآنی الفاظ میں تنوین کی مشق

ا	دَابًّا	دِيَةٌ	عَبَثًا	حِجَجٍ	مَرَحًا	جُدَدٌ	بَطَرًا
جُزْءًا	قَبَسٍ	فُرُشٍ	قَصَصًا	مَرَضٌ	شَطَطًا	شِيَعًا	جَنَفًا
خُلُقٍ	مَلَكٌ	ظُلَلٍ	أُمَمٌ	سُنَنٌ	كُفُوًا	سَفَهًا	خَطَأً
نَبَأٌ	ب	وَطْأً	غَضْبًا	اَمْنًا	ضِغْثًا	خَرْجًا	قَدْحًا
رُشْدًا	اَخْذًا	مَكْرًا	رِكْزًا	كَاْسًا	بَطْشًا	نَقْصٍ	عَرْضًا
نَشْطًا	حِفْظًا	جَمْعًا	نَزْغٌ	عَصْفًا	غَرْقًا	شِرْكٌ	فَضْلًا
رَدْمًا	طَعْنًا	ذَرْوًا	كَرْهًا	رِئْيًا	ج	اٰتٍ	نَاجٍ
عَادٍ	هَارٍ	جَازٍ	كَافٍ	وَاقٍ	مَالٍ	حَامٍ	زَانٍ
حُوْبًا	نُوْحٌ	هُوْدٌ	بُوْرًا	مُوْصٍ	لُوْطًا	شِيْبًا	رِيْحٌ
بِيْضٌ	رِيْعٍ	عِيْنٌ	شَوْبًا	مَوْتًا	فَوْجًا	رَوْحٌ	غَوْرًا
فَوْزًا	طَوْعًا	خَوْفٌ	غَوْلٌ	نَوْمٌ	هَوْنًا	رَيْبٍ	مَيْتًا
غَيْثٍ	شَيْخًا	زَيْدٌ	سَيْرًا	بَيْضٌ	زَيْغٌ	ضَيْقٍ	وَيْلٌ
عَيْنًا	شَيْئًا	د	صَيِّبٍ	لُجَّةً	عُدَّةً	حِطَّةٌ	سُجَّدًا
رُكَّعًا	ضَيِّقًا	قَيِّمًا	سُلَّمًا	ه	مُكِبًّا	مَرَدًّا	جِبِلًّا
فَطَلٌّ	عُتُلٍّ	عَدُوٌّ	سَوِيًّا	جِثِيًّا	بُكِيًّا		

وضاحت : سابقہ تختیوں کی طرح اس تختی میں بھی اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ایسا کوئی

لفظ درج نہ ہونے پائے، جس کے تین سے زیادہ حرف ہوں۔ان الفاظ میں پہلا حرف تو ہر لفظ کا متحرک ہے کیونکہ اس پر جزم آ ہی نہیں سکتی اور آخری حرف تنوین والا ہے کیونکہ مقصود اس تختی سے تنوین ہی کی مشق کرانا ہے۔ رہا بیچ والا حرف؟ سو وہ ہر طرح کا ہے۔متحرک بھی ہے، صحیح ساکن بھی، مدّہ بھی ہے، لین بھی اور مشدد بھی۔ان سب چیزوں کی مشق اوپر کرائی جا چکی ہے۔رہ گئے تین سے زیادہ حرفوں والے الفاظ؟ سو وہ آیندہ تختی میں آرہے ہیں۔ ہم نے بچوں کی سہولت کی خاطر اس تختی میں ان الفاظ کو درج کرنا مناسب نہیں سمجھا تاکہ ان کی تعلیم ایک خاص ارتقائی اصول کے تحت ہو اور ان کی آنکھوں، دماغوں اور زبانوں پر ایک دم بوجھ نہ پڑے۔امید ہے کہ اساتذہ اس ترتیب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے اور گو اس تختی کے درج کرنے سے مقصود تو تنوین ہی کی مشق کرانا ہے، لیکن ساتھ ہی اس بات کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے کہ اس ضمن میں سابقہ تختیوں کی مشق بھی پھر ایک مرتبہ ہو جائے۔اسی وجہ سے بیچ والا حرف ہر طرح کا لایا گیا ہے، بلکہ آخر میں چند الفاظ ایسے بھی درج کیئے گئے ہیں جن کا تیسرا حرف منون ہونے کے علاوہ مشدد بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ تختی خاصی لمبی ہوگئی ہے۔ حالانکہ تنوین کوئی ایسی مشکل چیز نہیں جس کی مشق کرانے کیلئے زیادہ لمبی تختی درج کی جائے۔

چھوٹے بچوں کو علمی چیزیں نہ سمجھایئے

آپ بچوں کو تنوین کی تعریف، نون ساکن اور تنوین میں فرق وغیرہ وغیرہ، اس قسم کی علمی چیزیں سمجھانے کی کوشش نہ فرمائیں کیونکہ انہیں قواعد تجوید کا عالم بنانا مقصود نہیں، صرف حرفوں کا صحیح تلفظ اور ان کے ہجے سکھانا مقصود ہے۔ہاں اگر طلبہ سمجھدار اور ہوشیار ہوں تو تجوید کی کتابوں سے استفادہ کر کے اس قسم کی چیزیں سمجھانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، مگر چھوٹے بچوں کیلئے اس طرح کی وضاحتیں قطعاً مفید نہیں رہتیں بلکہ اس سے ان کے ذہنوں میں ایک طرح کی الجھن سی پیدا ہو جاتی ہے۔

١٧

تین سے زیادہ حرفوں والے الفاظ کے ضمن میں حرکات، جزم مد، لین، تشدید اور تنوین کی مشق

ا	اَكْرَمَ	اَسْبَغَ	اَدْرَكَ	اَغْطَشَ
اَفْلَحَ	اَلْهَمَ	اُحْضِرَ	اُحْدِثَ	اُرْسِلَ
اُكْرِهَ	اُلْقِيَ	اُسْلِمَ	يَشْهَدُ	تَعْرِفُ
نَعْبُدُ	يُخْرِجُ	اُقْسِمُ	نُطْعِمُ	يُذْكَرُ
تُرْجَعُ	اُبْعَثُ	اِذْهَبْ	اَلْقَتْ	يَلْهَثْ
اُخْرُجْ	اِفْتَحْ	اُشْدُدْ	يَاْخُذْ	اَبْصِرْ
يَمْسَسْ	نَقْصُصْ	اُرْكُضْ	اَسْقِطْ	اُغْلُظْ
اَسْمِعْ	اَفْرِغْ	تَلْقَفْ	يُخْلَقْ	اُسْلُكْ
اَمْهِلْ	اَتْمِمْ	اَحْسِنْ	اَرْجِهْ	اِقْرَاْ
ب	اُلْقُوْا	اُدْعُوْا	اُعْطُوْا	تُحْصُوْا
تُبْدُوْا	تُخْفُوْا	تُدْلُوْا	اَشْكُوْا	اَوْفُوْا
يَاْتِيْ	يُزْجِيْ	نُصْحِيْ	نَجْزِيْ	يَمْشِيْ
اَرْضِيْ	رَهْطِيْ	تَرْمِيْ	عَيْنِيْ	كَيْدِيْ
ضَيْفِيْ	غَيْرِيْ	تَعْثَوْا	تَاْسَوْا	تَطْغَوْا
تَرْضَوْا	تَخْشَوْا	يُعْطَوْا	يَغْنَوْا	اَلْفَوْا

اِصْلَوْا	اِبْنَیْ	اِثْنَیْ	يَوَدُّوْا	مُنَجُّوْا
اَسِرُّوْا	اَعِدُّوْا	اَتِمُّوْا	يُزَكِّيْ	يُصَلِّيْ
نُنَجِّيْ	نُسَوِّيْ	يُمَنِّيْ	تَحَرَّوْا	تَوَلَّوْا
تَمَنَّوْا	سَرْمَدًا	مَوْبِقًا	بُكْرَةً	اَبْحُرٍ
فَجْوَةٍ	فِرْقَةٍ	بَرْزَخٌ	زَجْرَةٌ	اُسْوَةٌ
صَخْرَةٍ	عُصْبَةٌ	نِعْمَةٌ	رَاْفَةٌ	قَرْيَةٍ
ج	اِقْتَرَبَ	اِعْتَزَلَ	اِغْتَرَفَ	اَسْتَجِبْ
اِصْطَبِرْ	اِسْتَعِذْ	اَدْخِلُوْا	اَحْسِنُوْا	اَصْلِحُوْا
اِعْمَلُوْا	اِهْبِطُوْا	اُشْرُبُوْا	اُغْرِقُوْا	اُحْصِرُوْا
اَكْرِمِيْ	مُقْنِعِيْ	اُقْنُتِيْ	يَجْتَبِيْ	تَهْتَدِيْ
اَبْتَغِيْ	تَشْتَكِيْ	يَسْتَوِيْ	تَشْتَهِيْ	اِهْتَدَوْا
اِشْتَرَوْا	مِسْكِيْنٌ	غِسْلِيْنٍ	عِفْرِيْتٌ	تَقْوِيْمٍ
تَكْذِيْبٍ	تَسْنِيْمٍ	مَحْفُوْظٌ	مَقْطُوْعٌ	مَخْتُوْمٍ
مَشْهُوْدٍ	مَعْرُوْفٍ	رُهْبَانٌ	بُرْهَانٌ	ثُعْبَانٌ
قُرْاٰنٌ	مِرْصَادًا	قِرْطَاسٍ	تَرَاضَوْا	تَوَاصَوْا
تَنَادَوْا	تَمَارَوْا	تَعَالَوْا	ذَوَاتَيْ	ذِرَاعَيْ
جَنَاحَيْ	تَعَالَيْنَ	تَرَاضَيْتُمْ		
د	اِسْتَمْسَكَ	اِسْتَخْرَجَ	اِسْتَكْبَرَ	اِسْتَغْفِرْ
اِسْتَفْزِزْ	اَسْتَخْلِصْ	سَرَابِيْلَ	تَمَاثِيْلَ	مَحَارِيْبَ

اَبَارِيْقَ	قَرَاطِيْسَ	يَنَابِيْعَ	لِيُدْحِضُوْا	مُدْحَضِيْنَ
لَنَعُوْدُنَّ	لَاَرْجُمَنَّ	لَنَاْتِيَنَّ	لَنُغْرِيَنَّ	لَيُوَفِّيَنَّ
مَوْفُوْرًا	مَوْعُوْدٍ	مَوْقُوْذَةُ	مَوْضُوْنَةٍ	مَوْقُوْفُوْنَ
مُسْتَوْدَعٌ	مُسْتَبْشِرَةٌ	بِمُسْتَيْقِنِيْنَ	يَخْتَصُّ	تَهْتَزُّ
تَبْيَضُّ	تَسْوَدُّ	مُسْوَدًّا	مُصْفَرًّا	مَرْجُوًّا
مَقْضِيًّا	اِبْيَضَّتْ	اِسْوَدَّتْ	اِهْتَزَّتْ	يَتَفَجَّرُ
تَتَقَلَّبُ	اَتَوَكَّؤُ	نَتَرَبَّصُ	اَعْجَمِيٌّ	عَبْقَرِيٍّ
مُطَهَّرَةً	مُنَشَّرَةً	مُكَرَّمَةٍ	مُحَصَّنَةٍ	مُعَطَّلَةٍ
اِشْمَاَزَّتْ	تَقْشَعِرُّ	تَطْمَئِنُّ	مُطْمَئِنٌّ	مُسْتَقَرٌّ
وَالْيَتَلَطَّفْ				

وضاحت : اب تک جو تختیاں درج کی گئی ہیں ، ان میں طلبہ کی سہولت کی خاطر اس بات کا التزام کیا گیا تھا کہ تین سے زیادہ حرفوں والا کوئی لفظ درج نہ ہونے پائے ، لیکن اب چونکہ حرفوں کے تمام عوارض یعنی حرکات ، جزم ، مد ، لین ، تشدید اور تنوین ان سب کی مشق ہو چکی ہے ، اس لئے اب اس پابندی سے صَرفِ نظر کر کے اس تختی میں تین سے زیادہ حرفوں والے الفاظ کے ضمن میں ان چیزوں کی مشق کرائی گئی ہے ، تاکہ طلبہ کو بڑے بڑے الفاظ ادا کرنے کی مشق بھی قاعدہ ہی میں ہو جائے اور آگے چل کر قرآن پڑھانے کے دوران معلّمین کو مشکل پیش نہ آئے ۔ رہے ان الفاظ کے ہجے ؟ تو اس بارے میں یہاں کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ۔ سابقہ تختیوں کے ضمن میں درج شدہ ہدایات کی روشنی میں ان الفاظ کے ہجے بھی کرائے جا سکتے ہیں ۔ اسلئے کہ ان میں اس کے سوا اور کوئی نئی بات نہیں کہ یہ تین سے زیادہ حرفوں پر مشتمل ہیں اور بس ۔ البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ وضاحتوں کے ضمن میں تلفظ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے ، چند نمبروں میں ان

سب کا خلاصہ درج کر دیا جائے۔ تاکہ وہ مسائل ذہنوں میں پھر تازہ ہو جائیں اور معلّمین ان کی روشنی میں اپنے شاگردوں کو پڑھا سکیں۔

تلفظ سے متعلق سابقہ ہدایات کا خلاصہ

۱ زیر و پیش کو معروف ادا کرائیے۔ خصوصاً اس حرف کی زیر و پیش کو معروف ادا کرنے کی اور بھی زیادہ تاکید کیجئے جسکے بعد کوئی ساکن حرف ہو۔ ایسے ہی واوٴ مدّہ اور یاء مدّہ کو اور ایسے ہی واوٴ لین اور یاء لین کو بھی معروف ہی ادا کرائیے کیونکہ ان کو بچے بلکہ اچھے اچھے لوگ بھی بالعموم مجہول ادا کرتے ہیں۔

۲ طلبہ کو واوٴ مدّہ اور واوٴ لین دونوں کو ہونٹ اچھی طرح گول کر کے ادا کرنے کا عادی بنائیے۔ ہونٹ جس قدر اچھے گول ہوں گے، یہ دونوں اسی قدر صحیح اور معروف ادا ہوں گے۔ یہ غلطی عام طور پر پائی جاتی ہے کہ ان دونوں واووں کو ادا کرنے کیلئے ہونٹ اچھی طرح گول نہیں کیئے جاتے جس کی وجہ سے یہ صحیح ادا نہیں ہوتے۔

۳ واوٴ مدّہ اور یاء مدّہ تو ایک الف کے برابر کھینچتے ہیں، لیکن واوٴ لین اور یاء لین بالکل نہیں کھینچتے۔ اس فرق کی طرف توجہ دینا بھی ازبس ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر مدّہ کو کھینچنا ضروری ہے تو لین کو نہ کھینچنا ضروری ہے۔ چنانچہ سبق ۱۰ کے ذیل میں چند الفاظ ایسے درج کیئے گئے ہیں جن میں دونوں قسم کی یاء اور ۵ کے ذیل میں چند الفاظ ایسے درج کیئے گئے ہیں جن میں دونوں قسم کی واوٴ آئی ہے۔ ان الفاظ کے ضمن میں آپ بچوں کو دونوں طرح کے واوٴ اور یاء کی عملی مشق کرا سکتے ہیں اور ان کا باہمی فرق سمجھا سکتے ہیں۔

۴ بچوں کو اس بات کا عادی بنائیے کہ جزم والے حرف پر آواز نہ ہلائیں۔ بچوں سے یہ غلطی بھی بالعموم ہو جاتی ہے اور ساکن حرف کی آواز ہل جاتی ہے۔ البتہ حروفِ قلقلہ میں آواز ہلانی چاہیئے۔ کیونکہ ان حرفوں کی صحیح ادا یہی ہے۔ جس طرح اور حرفوں میں آواز کا ہلانا غلط ہے، اس طرح ان

حرفوں میں نہ ہلانا غلط ہے۔

۵ پُر حرفوں کو پُر اور باریک حرفوں کو باریک ادا کرنے کی تاکید فرمائیے۔ یہ بھی بہت ضروری ہے بالخصوص حروفِ مستعلیہ کو پُر پڑھنا تو اور بھی زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اگر ان کو پُر نہ پڑھا جائے تو یہ حرف یا تو بالکل ناقص ادا ہوتا ہے یا دوسرے حرف سے بدل جاتا ہے۔ ہاں یہ بات بھی خاص طور سے نوٹ کر لیجیے کہ حرف خواہ پُر ہو خواہ باریک، اسکا زیر و پیش اور اس کے بعد والا واؤ اور یاء، یہ چاروں چیزیں بہرصورت باریک ہی ادا ہوتی ہیں۔

۶ حروفِ شدیدہ کو سخت اور حروفِ رخوہ کو نرم ادا کرنا بھی ضروری ہے اور یہ بھی تجوید کا ایک لازمی حصہ ہے۔ ایسے ہی ص س ز میں صفتِ صفیر کے ادا کرنے کا اہتمام بھی ضرور ہونا چاہیئے، ورنہ یہ حروف بے رونق اور پھس پھسے ادا ہوں گے۔ ایسے ہی نون اور میم کے غنہ کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے خصوصاً غنہ زمانی[1] تو بغیر ارادہ و اہتمام کے ادا ہوتا ہی نہیں اور ایسے ہی ضاد کو اسکے اپنے مخرج یعنی حافۂ لسان اور داڑھوں سے ظاء کی طرح پُر اور نرم ادا کرنے کا عادی بنانا بھی ضروری ہے، کیونکہ اس میں بھی لوگ طرح طرح کی غلطی کرتے ہیں۔

۷ تشدید والے حرفوں میں دو حرفوں جتنی دیر لگانے کا عادی بنانا بھی ضروری ہے، کیونکہ اگر تشدید والے حرف میں دو حرفوں جتنی دیر نہ لگائی جائے تو ایک حرف ادا ہونے سے رہ جاتا ہے اور اس کو علماءِ تجوید نے لحن جلی یعنی بھاری غلطی قرار دیا ہے۔ اگر اب تک آپ سے ان چیزوں کے بارے میں تساہل ہوتا رہا ہے تو آیندہ اسکا خیال رکھیے۔

[1] یعنی ایک الفی غنہ جو ان دونوں کے مشدد ہونے کی حالت میں ہوتا ہے، جیسے اِنَّا اور لَمَّا وغیرہ۔ اور پر تختی نمبر ۱۴ کے آخر میں تتمہ کے زیرِ عنوان اس کی مشق کرائی گئی ہے۔

ہدایات

۱ ہجوں سے تغافل نہ برتیں

اگر چہ ہم نے تختی میں ہجوں کے بارے میں کوئی وضاحت درج نہیں کی لیکن وضاحت درج نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ اس تختی کو ہجوں سے پڑھانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہجوں سے پڑھانے کی ضرورت تو اب پہلے سے بھی زیادہ ہے۔ اسلیئے کہ چھوٹے چھوٹے لفظوں کے ہجے کرنے تو آسان ہوتے ہیں مگر بڑے بڑے لفظوں کے ہجے کرنے میں بچوں کو دشواری پیش آتی ہے۔ لہٰذا معلّمین کو چاہیئے کہ سابقہ ہدایات کی روشنی میں ان الفاظ کے ہجے بھی کرائیں اور ضرور کرائیں اور ہجوں سے تغافل نہ برتیں۔

۲ رواں بھی ضرور پڑھائیے

ہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اصل مقصود ہجے نہیں بلکہ رواں پڑھنا ہے۔ ہجوں کی غرض رواں پڑھنے کی استعداد پیدا کرنا ہے اور بس۔ اس لئے معلّمین حضرات کو چاہیئے کہ ہجوں کے بعد رواں بھی سنیں اور اتنی بار سنیں کہ بچوں کی زبانوں پر یہ الفاظ رواں دواں ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے ہجوں سے پڑھائیں اور پھر رواں۔ البتہ رواں پڑھانے کے دوران بطورِ امتحان کسی کسی لفظ کے ہجے پھر پوچھ لیں، تاکہ بچوں کا ذہن ہجوں سے اجنبی نہ ہو جائے۔

۳ اب بلیک بورڈ سے کام لینے کی ضرورت نہیں

البتہ اب باقی ماندہ تختیوں کے پڑھانے کے لئے بلیک بورڈ کی ضرورت نہیں، کیونکہ اب آپ کے شاگرد ماشاء اللہ کافی سمجھدار نیز حرفوں اور ان کے عوارض یعنی حرکات اور جزم وتشدید وغیرہ کی شکلوں سے اچھی طرح متعارف ہو چکے ہوں گے۔ اس لئے اب ان کو قاعدہ پر ہی پڑھایا جا سکتا ہے۔

۱۸

وہ الفاظ جن میں ایک طرح کے دو دو حرف آئے ہیں

عَسْعَسَ	وَسْوَسَ	حَصْحَصَ	دَمْدَمَ	هُدْهُدَ
زُحْزِحَ	رَفْرَفٍ	صَرْصَرٍ	صَفْصَفًا	يُوَسْوِسُ
وَسْوَاسِ	سِلْسِلَةٍ	زَلْزَلَةَ	زُلْزِلُوا	زِلْزَالًا
صَلْصَالٍ	مُذَبْذَبِيْنَ	بِمُزَحْزِحِهٖ	لَمَرْدُوْدُوْنَ	اَرْبَابًا
اَشْتَاتًا	اَلْفَافًا	اَغْلَالًا	اَكْنَانًا	مِدْرَارًا
اَثَاثًا	فِجَاجًا	مِدَادًا	جُذٰذًا	اِمَامًا
قِصَاصٌ	شِقَاقٍ	حَثِيْثًا	جَدِيْدًا	حَرِيْرًا
عَزِيْزًا	خَفِيْفًا	ظَلِيْلًا	حَمِيْمًا	حَقِيْقٌ
ضَنِيْنٍ	ذَلُوْلًا	صُدُوْدًا	سُرُوْرًا	اَبَابِيْلَ
اَبْوَابًا	فَتَاْتُوْنَ	لَتَاْتُنَّ	تَسْتَاْنِسُوْا	مُسْتَاْنِسِيْنَ
ثَلٰثُوْنَ	ثَلٰثَةٍ	زُجَاجَةٍ	سُلٰلَةٍ	خَصَاصَةٌ
كَوْكَبٌ	كُبْكِبُوْا	لَيْلَةَ	لَيَالٍ	مَخْمَصَةٍ
مُؤْمِنَةً	كَاَنَّهُنَّ	اُمَّنِيْنَ	هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ	
يُبَايِعُوْنَكَ	فَلَنُحْيِيَنَّهٗ	يُوْفُوْنَ	تُوْرُوْنَ	سِنِيْنَ
قِسِّيْسِيْنَ	اٰتُوْنِيْ	اُوْتِيْنَا	اَعِيْنُوْنِيْ	نُوْحِيْهَا
اَتُجَادِلُوْنَنِيْ	مُوَاقِعُوْهَا			

وضاحت: اس تختی کے درج کرنے سے نہ تو علم الہجا کا کوئی مسئلہ سمجھانا مقصود ہے اور نہ ہی تلفظ کے بارے میں کسی ہدایت کا دینا پیشِ نظر ہے، بلکہ اس کے درج کرنے سے مقصود طلبہ کی تنشیطِ طبع اور ان کے اذہان کی تفریح ہے۔ اسلئے کہ اس تختی میں ایسے الفاظ درج کیئے گئے ہیں جن میں ایک طرح کے دو دو حرف آئے ہیں۔ بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جن میں ایک طرح کے دو دو حرفوں کا جوڑا جوڑا آیا ہے۔ جیسے وَسْوَسَ اور دَمْدَمَ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ایسے الفاظ کے ادا کرنے میں جب کہ وہ مسلسل اور لگاتار ادا ہو رہے ہوں، ایک قسم کی نشاط و فرحت اور انشراح سا محسوس ہوتا ہے، اسلئے یہاں پہنچ کر خیال آیا کہ ایک تختی اس نوع کے الفاظ کی بھی درج کر دی جائے تاکہ پڑھنے والے مسرور و محظوظ ہوں اور ان کے تھکے ہوئے دماغ فرحت محسوس کریں۔ لیکن پڑھایئے یہ تختی بھی ہجوں[1] سے ہی۔ البتہ ہجوں کے بعد رواں کئی بار سنیئے کیونکہ اذہان وطبائع میں انشراح جب ہی پیدا ہوگا کہ طلبہ اس کے مندرجات کو بغیر کسی اٹکاؤ کے مسلسل اور فرفر پڑھ سکیں گے۔ اسکے بغیر یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا۔

[1] اور نہ صرف یہ تختی، بلکہ قاعدہ کی کوئی تختی بھی ہجوں کے بغیر نہیں پڑھانی چاہیئے۔

۱۹

کھڑا زبر، کھڑی زیر اور الٹے پیش کی قرآنی الفاظ میں مشق

ا	اٰنِيَةٍ	تَبٰرَكَ	خِتٰمُهٗ	اَثٰرَةٍ
جٰهَدُوْا	سُبْحٰنَهٗ	خٰلِدُوْنَ	يُدٰفِعُ	عِمْرٰنَ
تَزٰوَرُ	سٰحِرٰنِ	شٰهِدِيْنَ	صٰلِحٰتِ	يُضٰعِفُ
سُلْطٰنًا	عِظٰمًا	عٰهَدَ	غٰرِمِيْنَ	فٰكِهُوْنَ
قٰنِتٰتٍ	كٰفِرُوْنَ	سَلٰمٌ	كَلِمٰتٍ	بَيِّنٰتٍ
وٰرِثُوْنَ	مِهٰدًا	بِرَبِّ		
ب	دَاوٗدَ	فَاْوٗا	وٗرِيَ	غَاوٗنَ
يَلْوٗنَ	تَلْوٗا	تَلْوٗنَ	يَسْتَوٗنَ	لِتَسْتَوٗا
اَخْلَدَهٗ	اَكْفَرَهٗ	اَمَاتَهٗ	خَلَقَهٗ	اَمَرَهٗ
قَدَّرَهٗ	فَاَكْرَمَهٗ	فَاَقْبَرَهٗ	فِيْهِ	هٰذِهٖ
يَاْتِهٖ	بِرَبِّهٖ	بِوَجْهِهٖ	رَسُوْلِهٖ	طَعَامِهٖ
حَصَادِهٖ	اِبْرٰهٖمَ	اُحْيٖ	يُحْيٖ	يَسْتَحْيٖ
اِلٰفِهِمْ	مَجْرٖىهَا			

وضاحت : اوپر تختی نمبر ۱۰ میں الف سے لیکر یاء تک تمام حروفِ ہجا کو ان پر کھڑے زبر، کھڑی زیر اور الٹے پیش لگا کر دکھایا جا چکا ہے، لیکن وہاں چونکہ تعلیم کے ارتقائی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے تین سے زیادہ حرفوں والے الفاظ درج نہ کرنے کا التزام کر رکھا تھا، اس لئے چند

چھوٹے چھوٹے لفظوں کے سوا ان حرکتوں والے حرفوں پر مشتمل قرآنی الفاظ کی مشق نہیں کرائی جا سکتی تھی، مگر اب چونکہ یہ پابندی[1] ترک کر دی گئی ہے، اس لئے اس تختی میں اس نوع کے الفاظ درج کیئے گئے ہیں تاکہ طلبہ کو ان کی مشق بھی ہو جائے اور یہ قاعدہ بھی صحیح معنیٰ میں مکمل قرآنی قاعدہ کا مصداق بن جائے۔ لہٰذا سابقہ تختیوں کی طرح اس تختی کو بھی بڑی محنت اور لگن کے ساتھ پڑھایئے تاکہ آگے چل کر قرآن پڑھانے کے دوران مشکل پیش نہ آئے۔ باقی ہجا کے متعلق یہاں کوئی بات قابل وضاحت نہیں، بس صرف اتنی سی بات ہے کہ حرف کے اوپر والے الف کو کھڑا زبر،[2] نیچے والے کو کھڑی زیر اور اس (ٗ) شکل کو الٹا پیش کہئے اور کہلایئے۔ رہی اس تختی کے متعلق باقی وضاحت؟ سو وہ تختی نمبر ۱۰ (صفحہ نمبر ۰۷) کے ضمن میں ہی دیکھئے۔

[1] اور ویسے بھی آئندہ درج ہونے والی تختیوں کے مندرجات تین تین حرفوں میں سما ہی نہیں سکتے۔

[2] سوال: جب کھڑے زبر اور کھڑی زیر کی شکل بالکل الف جیسی ہی ہوتی ہے تو پھر ان دونوں کو بھی الف ہی کیوں نہیں کہتے اور یہ نام کیوں دیتے ہیں؟

جواب: الف وہ ہوتا ہے جو یا تو کسی حرف سے ملکر لکھا ہو اور یا اس کے بعد ہو۔ جیسے قَالُوْا میں قاف کے ساتھ اور واؤ کے بعد ہے۔ اور جس کو کھڑا زبر یا کھڑی زیر کہتے ہیں وہ نہ تو حرف سے ملا ہوا ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے بعد، بلکہ بڑی حرکت کی طرح حرف کے اوپر اور اسکے نیچے ہوتا ہے، اس لئے ان کو بھی حرکت کا نام ہی دیا جاتا ہے، الف نہیں کہا جاتا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

۲۰

وہ الفاظ جن میں حروفِ مدّہ کے بعد ہمزہ آیا ہے

ا	هَبَآءً	غُثَآءً	رُخَآءً	نِدَآءً
مِرَآءً	جَزَآءً	نِسَآءً	عِشَآءً	عَطَآءً
دُعَآءً	شِفَآءٌ	مُكَآءً	بَلَآءٌ	سَوَآءٌ
رِئَآءَ	ضِيَآءً	هَنِيْٓـًٔا	مَرِيْٓـًٔا	بَرِيْٓءٌ
نَسِيْٓءُ	مُسِيْٓءُ	تَفِيْٓءَ	قُرُوْٓءٍ	لَتَنُوْٓاُ
لِيَسُوْٓءُا	اَهْوَآءَ	اٰلَآءَ	بَيْضَآءَ	سَيْنَآءَ
تِلْقَآءَ	دَكَّآءَ	اِبْتِغَآءَ	اَغْنِيَآءَ	اَوْلِيَآءَ
اَشِدَّآءُ	اَحِبَّآءُ	اَسْمَآءٌ	اِسْرَآءِيْلَ	فَاَجَآءَهَا
ب	اِنَّآ اَوْحَيْنَا	كَمَآ اٰمَنَ	اٰتَيْنَآ اٰلَ	يٰٓاٰدَمُ
يٰٓاِبْرٰهِيْمُ	اَلَآ اِنَّهُمْ	اِذَآ اُلْقُوْا	قَالُوْٓا اٰمَنَّا	يٰٓاُخْتَ
وَنُوْدُوْٓا اَنْ	رَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ	ظَلَمُوْٓا اِنَّهُمْ	مَعَهٗٓ اِلَّا	قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا
اَلَّذِيْٓ اَطْعَمَ	اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ	فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ	اِنِّيْٓ اَعُوْذُ	فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ
وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ	بِهٖٓ اِنَّهٗ	فِيْٓ اُمِّهَا	عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا	اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ			

وضاحت: جیسا کہ اساتذہ جانتے ہیں اور اوپر تختی نمبر۹ کے ضمن میں بیان بھی ہو چکا ہے کہ اگر حرفِ مد کے بعد ہمزہ، سکون اور تشدید ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز نہ ہو تب تو اس کو صرف

ایک الف کے برابر کھینچتے ہیں اور اس کو مد اصلی کہتے ہیں اور اگر اس کے بعد ان تین چیزوں میں سے کوئی چیز ہو تو اس صورت میں اس کو تین چار گنا کھینچ کر پڑھتے ہیں اور اس کو مد فرعی کہتے ہیں۔ مد اصلی کی مشق تو اوپر تختی نمبر۹ میں کرائی ہی جا چکی تھی، البتہ وہاں چونکہ تین سے زیادہ حرفوں والے الفاظ کے درج نہ کرنے کا التزام کر رکھا تھا، اس لئے بجز چند چھوٹے چھوٹے[1] لفظوں کے مد فرعی کی مشق نہیں کرائی جا سکی تھی، مگر اب چونکہ تین حرفوں کی پابندی ترک کر دی گئی ہے، اس لئے اب دو تختیوں میں مد فرعی کی بھی مشق کرا دی گئی ہے تاکہ مد اصلی کی طرح مد فرعی کی مشق بھی قاعدہ ہی میں ہو جائے اور آگے چل کر قرآن خوانی کے دوران مشکل پیش نہ آئے۔

پھر جیسا کہ اساتذہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر حرفِ مد کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں ہو تو اس کو مدّ متصل اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو مدّ منفصل، اگر اس کے بعد تشدید یا سکونِ لازم ہو تو مد لازم اور اگر سکونِ وقفی ہو تو مد عارض کہتے ہیں متصل اور منفصل یہ دونوں چونکہ اس بات میں شریک ہیں کہ ان میں حرفِ مد کے بعد ہمزہ ادا ہوتا ہے اسلئے ان دونوں کی مشق ایک ہی تختی میں کرادی گئی ہے اور مد لازم کی مشق اسکے بعد ایک مستقل تختی میں کرائی جائیگی۔ رہی مد عارض؟ سو اس کی مشق آگے تختی نمبر۲۳ کے ضمن میں کرائی جائے گی ان شاء اللہ۔ مگر طلبہ کو متصل و منفصل کی تعریف علمی انداز میں بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اسلئے کہ علمی اصلاحات کا سمجھنا ان کے بس کی بات نہیں اور اس کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ اسلئے کہ یہ دونوں مدّیں بلحاظ تلفظ بالکل ایک ہی طرح کی ہیں اور اگر فرق بتانا ہی ہو تو بڑی مد اور چھوٹی مد کے عنوان سے بتائیں۔ کیونکہ اس فرق کو وہ دونوں طرح کی علامتیں دیکھ کر بآسانی سمجھ سکیں گے۔ ہاں اگر پڑھنے والے سمجھدار یا اسکولوں کے طالب علم ہوں تو ان کو علمی انداز میں دونوں مدّوں کی الگ الگ تعریف بتانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ اس سے ان کی تعلیم قرآن کے ساتھ دلچسپی بڑھے گی اور وہ محظوظ ہوں گے، لیکن ایک کلمہ یا دو کلمہ کا قصہ چھیڑنے کی ان کے سامنے بھی ضرورت نہیں کیونکہ اس بات کا سمجھنا کہ کلمہ ایک ہے یا

[1] اور وہ بھی صرف مدّ متصل کی کیونکہ اس پابندی کیوجہ سے باقی تین مدوں کی مشق کرانا ممکن ہی نہیں تھا۔

دو، عربی جاننے پر موقوف ہے۔ اس لئے ان کو بھی اس طرح سمجھائیں کہ جہاں حرفِ مد کے بعد ہمزہ ہو وہ تو مدِ متصل ہے جیسے نِسَآءً اور جہاں زبر زیر پیش والا الف ہو وہ مدِ منفصل ہے جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا اور انہی دو قسموں کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے قرآن مجید میں دو طرح کی علامت لگانے کا دستور چلا آرہا ہے کہ متصل کیلئے بڑی اور منفصل کے لئے چھوٹی علامت لگاتے ہیں۔ ہاں اگر پڑھنے والے عربی جانتے ہیں اور کلمہ کا ایک یا دو ہونا سمجھ سکتے ہیں تو ان کو اسی طرح سمجھائیں کیونکہ وہ اسی انداز سے مطمئن ہوں گے، فقط۔ اور اب ذیل میں مثال کے طور پر دو لفظوں کے ہجے درج کیئے جاتے ہیں، تاکہ اساتذہ ان کی روشنی میں یہ تختی پڑھا سکیں۔

بَیْضَآءَ اور قَالُوْٓا اٰمَنَّا کے ہجے

بَیْضَآءَ: اس کے ہجے اس طرح ہوں گے: بار یار زبر بَیْ، ضاد الف زبر مد ضَا بَیْضَا (بلا کھینچے)، ہمزہ زبر ءَ، بَیْضَآءَ (کھینچ کر)۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا: اس کے ہجے اس طرح ہوں گے: قاف الف زبر قَا، لام واؤ پیش مد لُوْ قَالُوْا (بلا کھینچے)، ہمزہ کھڑا زبر آ، قَالُوْٓا (کھینچ کر) آ، میم نون زبر مَنْ، قَالُوْٓا (کھینچ کر) اٰمَنْ، نون الف زبر نَا، قَالُوْٓا (کھینچ کر) اٰمَنَّا (غنہ کے ساتھ)۔

مطلب یہ ہے کہ ہمزہ کو ساتھ ملانے سے پہلے جب تلفظ کیا جائے تب تو حرفِ مد کو نہیں کھینچنا چاہیئے، کیونکہ یہ ہمزہ ہی کی وجہ سے کھنچتا ہے اور جب ہمزہ ساتھ ملایا جائے تو اس صورت میں ضرور کھینچا جائے کیونکہ اب اس کے بعد ہمزہ ادا ہو رہا ہے۔ اپنے شاگردوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دیجیے۔

ہاں ایک بات اپنے شاگردوں کو یہ بھی سمجھا دیجیے کہ مدِ منفصل صرف وصل یعنی ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہی کیا جاتا ہے اور اگر پہلے کلمہ پر وقف کر دیا جائے جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا میں قَالُوْا پر اور اٰتِنَآ اٰلَ میں اٰتِنَا پر تو اس صورت میں حرفِ مد چونکہ ہمزہ سے جدا ہو جاتا ہے، اس لئے مد بھی نہیں ہوتا۔

رہا مدّ متصل ؟ سو اس میں حرفِ مد چونکہ کلمہ کے درمیان میں ہوتا ہے ، اس لئے اس میں حرفِ مد پر وقف کرنا جائز ہی نہیں۔

ہمزہ کو سخت ادا کرائیے

یہ تختی بھی سابق ہی کی طرح پڑھائیں کہ پہلے اس کے مندرجات کے ہجے کرائیں اور پھر رواں پڑھائیں۔ ہاں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ بچے ہمزہ کو سختی کے ساتھ ادا کریں کیونکہ ہمزہ سختی سے ہی ادا ہوتا ہے ، لیکن ساتھ ہی اس میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ اگر قاری سے تساہل ہو جاتا ہے تو یہ بجائے سخت ادا ہونے کے نرم ادا ہو جاتا ہے خصوصاً جب یہ حرفِ مد کے بعد آتا ہے تو اس غلطی کا امکان اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اسکا خیال رکھیں کہ بچے حرفِ مد کو بھی پوری مقدار کے ساتھ کھینچیں اور ہمزہ کو بھی سخت ادا کریں۔

٢١

حروفِ مدّہ کے بعد تشدید

دَآبَّةٍ [1]	حَآجَّكَ	اَلصَّآخَّةُ	يُحَآدُّوْنَ	ءٰآلذَّكَرَيْنِ
بِضَآرِّيْنَ	يَتَمَآسَّا	خَآصَّةً	تَحَآضُّوْنَ	كَآفَّةً
تُشَآقُّوْنَ	لَضَآلُّوْنَ	اَلطَّآمَّةُ	جَآنٌّ	اَلدَّوَآبِّ
يُوَآدُّوْنَ	مُضَآرٍّ	حَآفِّيْنَ	ءٰآللّٰهُ	آمِّيْنَ
لَرَآدُّكَ	تَتَّبِعَآنِّ	صَآفّٰتٍ	مُدْهَآمَّ	تَأْمُرُوْٓنِّيْ
يُحَآجُّوْنَ	اَلظَّآنِّيْنَ	اَلْحَآقَّةُ	لِيُحَآجُّوْكُمْ	اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ
وَلَا الضَّآلِّيْنَ	آلْـٰٔنَ [2]			

وضاحت: مدّ متصل اور مدّ منفصل کے بعد اب اس تختی میں مد لازم کی مشق کرائی گئی ہے، مگر چونکہ یہ کوئی تجوید کا رسالہ نہیں، اسلئے عنوان میں مد لازم کی اصطلاح استعمال نہیں کی گئی اور قاعدہ کی مناسبت سے مذکورہ بالا عنوان تجویز کیا گیا ہے۔

ایسے الفاظ پڑھاتے وقت اساتذہ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ بچے مد اور شد دونوں چیزیں پوری توجہ اور دھیان کے ساتھ ادا کریں، کیونکہ خیال نہ رکھنے کی وجہ سے اولاً تو دونوں

[1] بعض لوگ مد اور تشدید والے حرف کے درمیان خواہ مخواہ ہمزہ ادا کر دیتے ہیں جیسے دَآبَّةٍ کو دَآ اَبَّةٍ یہ قطعاً غلط ہے۔ لہٰذا اسکا بھی خیال رکھیئے۔

[2] گو آلْـٰٔنَ میں حرفِ مد کے بعد تشدید تو نہیں ہے، مگر چونکہ سکونِ لازم کی وجہ سے اس میں بھی مد ہوتا ہے اور اس مد کو بھی مد لازم ہی کہتے ہیں اور اس نوعیت کا لفظ سارے قرآن میں ہے بھی صرف یہی ایک (جو دو جگہ آیا ہے، سورۃ یونس کی آیت: ۵۱ اور ۹۱ میں)، اسلئے ہم نے اسکو بھی اس تختی میں درج کر دیا ہے۔

ہی ورنہ ایک نہ ایک چیز تو ادا ہونے سے رہ ہی جاتی ہے۔ اور اسی مقصد کے پیشِ نظر یہ تختی درج کی گئی ہے، تاکہ اساتذہ بچوں کو اس نوع کے الفاظ کی مشق بھی قاعدہ ہی میں کرا دیں۔ تلفظ تو استاذ ہی بتا سکتا ہے کتاب تو ظاہر ہے کہ بول نہیں سکتی، البتہ ہجے ہم یہاں تین لفظوں کے درج کیئے دیتے ہیں:۔

اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ، وَلَا الضَّآلِّیْنَ اور آٰلْـٰٔنَ کے ہجے

[۱] اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ: اس کے ہجے اس طرح ہوں گے: ہمزہ زبر اَ، تاء پیش تُ، اَتُ، حاء الف زبر مد جیم حَآجْ، اَتُحَآجْ، جیم واوٗ پیش مد نون، جُوْٓنْ، اَتُحَآجُّوْٓنْ، نون یاء زیر نِیْ، اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ۔

[۲] وَلَا الضَّآلِّیْنَ o: اس کے ہجے اس طرح ہوں گے: واوٗ زبر وَ، لام ضاد زبر لَضْ، وَلَا الضْ [1] ضاد الف زبر مد لام ضَآلْ، وَلَا الضَّآلْ، لام یاء زیر لِیْ، وَلَا الضَّآلِّیْ، نون زبر نَ، وَلَا الضَّآلِّیْنَ، آگے آیت، وَلَا الضَّآلِّیْنْ o

[۳] آٰلْـٰٔنَ: اس کے ہجے اس طرح ہوں گے: ہمزہ کھڑا زبر مد لام آٰلْ، ہمزہ کھڑا زبر ءٰ، آٰلْءٰ، نون زبر نَ، آٰلْـٰٔنَ [2]۔

پوری تختی ہجوں کیساتھ پڑھائیں

اساتذہ کو یہ نہیں چاہیئے کہ صرف انہی تین لفظوں کے ہجے کرا دینے پر اکتفاء کرلیں، کیونکہ

[۱] پس پہلے لام اور ضاد کے درمیان الف، ہمزہ اور لام یہ تین حرف نہ تو پڑھنے میں آئیں گے اور نہ ان کے ہجے ہی کیئے جائیں گے۔ وضاحت اس کی اگلی تختی کے ضمن میں آرہی ہے۔

[۲] بعض لوگ آٰلْـٰٔنَ کے ہجے اس طرح کرتے ہیں۔ ہمزہ کھڑا زبر ءٰ لام ساکن ... الخ لیکن میرے خیال میں یہ ہجے صحیح نہیں ہیں۔ اسلیئے کہ جزم والے حرف کے ساتھ ساکن کہنا رائج نہیں جیساکہ اوپر جزم کی تختی کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے اور یوں بھی جزم والے حرف کا نام ہجوں میں تنہا نہیں لیا جاتا۔ اسلیئے کہ جس طرح جزم والا حرف تنہا ادا نہیں ہوتا، اسی طرح ہجوں میں بھی اس کا نام تنہا نہیں لیا جاتا، فقط۔

یہ تو ہم نے صرف رہنمائی کے لئے درج کیئے ہیں۔ لہٰذا اول سے آخر تک تمام مندرجات کے ہجے کرائیں اور بار بار کرائیں اور پھر ہجے کرانے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ ان کا تلفظ بھی اچھی طرح سکھائیں اور پوری تختی محنت اور لگن کیساتھ پڑھائیں۔ ہمارا کام تو صرف مشورہ ہی عرض کر دینا ہے اس کے بعد ذمہ داری اساتذہ پر ہے۔

ایک نفیس تحقیق: جزم وشد اور حرکات ومد میں فرق کیوں؟

سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ جوڑوں میں زبر، زیر، پیش اور مد کا لفظ تو بولتے ہیں اور جزم وتشدید کا لفظ نہیں بولتے، حالانکہ حرفوں کے عوارض ہونے میں یہ سب یکساں ہیں اور لکھے بھی سب ہی ہوتے ہیں؟

جواب: جزم وتشدید کا لفظ بولنا تو اسلیۓ رائج نہیں ہوا کہ ان کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لئے کہ کسی حرف پر آواز کا رک جانا اسی بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس پر جزم ہے اور ایسے ہی کسی حرف کا نام جوڑوں میں دو مرتبہ لیا جانا اور اس میں دیر لگنا، اس پر تشدید ہونے کی علامت ہوتی ہے، لیکن اگر مد کا لفظ نہ بولا جائے تو اس کی طرف اشارہ کرنے کیلیۓ کوئی علامت نہیں ہوتی اور مد کرنے کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا اور ایک ہی الف کے برابر کھینچنے کی طرف جاتا ہے، اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ مد کا لفظ بولا جائے تاکہ حرفِ مد کو اصلی مقدار سے زیادہ کھینچنے کی طرف ذہن منتقل ہو جائے۔

رہا حرکتوں کا نام لینا؟ سو اسکا ضروری ہونا تو بالکل ہی واضح ہے، کیونکہ اگر حرکتوں کا نام نہ لیا جائے تو جوڑ سرے سے متحقق ہی نہیں ہوتے۔ مثلاً اَحَدَ کے ہجے کرتے وقت اگر حرفوں کے ساتھ حرکتوں کا نام نہ لیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ لفظ بن ہی نہیں سکے گا اور حروف مفرد ہی ادا ہوں گے۔ یہی حال کھڑی، الٹی اور دوہری حرکتوں کا بھی ہے۔ مثلاً اگر ھٰذِہٖ کے ہجے کرتے وقت پہلی

ھاء کے ساتھ کھڑے زبر کا اور دوسری کے ساتھ کھڑی زیر کا لفظ نہ بولا جائے اور ایسے ہی اَبَدًا میں دال کے ساتھ دوزبر کا لفظ نہ بولا جائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ کلمات بن ہی نہیں سکیں گے۔

رہ گیا یہ اشکال کہ مثلاً فَالُوْٓا اٰمَنَّا کے ہجوں میں واؤ کے ساتھ مد کا لفظ بول تو دیتے ہیں لیکن مد ادا اُس وقت ہی کرتے ہیں جب ہمزہ کو ساتھ ملایا گیا ہو، تو پھر اس لفظ کے بولنے سے کیا فائدہ؟

تو جواب اسکا یہ ہے کہ محض مد کا لفظ بول دینے سے مد کا کرنا لازم نہیں ہو جاتا۔ مد کا کرنا تو اس وقت ہی لازم ہوتا ہے کہ جب حرفِ مد کے بعد سبب یعنی ہمزہ اور تشدید وغیرہ میں سے کوئی چیز پائی جائے۔ البتہ اس لفظ کے بولنے سے ذہن مد کرنے کی طرف منتقل ضرور ہو جاتا ہے اور مقصود ہے بھی یہی۔ تاہم اگر کسی محقق استاذ کو اس رائے سے اختلاف ہو تو مجھے اس پر اصرار بھی نہیں۔ یہ کوئی عقیدے کا مسئلہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اس پر زور دیا جائے۔ تاہم اتنا کہے بغیر میں نہیں رہ سکتا کہ مد کا لفظ بولنا نہ بولنے سے بہتر ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

۲۲

خالی حروف اور شوشے

أُولٰٓئِكَ	أُولٰٓئِكُم	دَآئِبَيْنِ	عَآئِلًا	اٰمَنُوْا
كَفَرُوْا	يَدْعُوْا	يَسْعٰى	يَنْهٰى	تَصْلٰى
يَحْيٰى	مُوْسٰى	عِيْسٰى	كُبْرٰى	بُشْرٰى
أُخْرٰى	اَيٰمٰى	يَتٰمٰى	كُسٰلٰى	سُكٰرٰى
مُسَمًّى	مُصَفًّى	مَوْلًى	فَاسْتَوٰى	فَتَلَقّٰى
فَتَدَلّٰى	فَتَعَاطٰى	لَبِئْسَ	مَثْوٰهُ	اَدْرٰكَ
دَعْوٰىهُمْ	اَتْقٰىكُمْ	عُلَمٰٓؤُا	اَبْنٰٓؤُا	بُرَءٰٓؤُا
بِاللّٰهِ	بِالرَّسُوْلِ	بِالْاٰخِرَةِ	مِنَ النَّاسِ	عَلَى اللّٰهِ
فِي الْاَرْضِ	فِي السَّمٰوٰتِ	قَالُوا الْحَمْدُ	عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	
تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ		نَرَى اللّٰهَ	اِذَا اسْتَوَيْتُمْ	يَبْدَؤُا
يَسْتَهْزِئُ	بَادِيَ الرَّاْيِ	اَلسُّوْٓئُ	يَبْنَؤُمَّ	اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
اٰتُوا الزَّكٰوةَ	وَاتَّقُوا اللّٰهَ	يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ		

وضاحت: خالی حروف اور شوشے نہ تو پڑھنے میں آتے ہیں اور نہ ان کے ہجے ہی کیے جاتے ہیں۔ قرآنی علم الہجاء کا ایک نہایت اہم اور بہت ہی لائق اعتناء ضابطہ یہ ہے کہ جو حرف زبر زیر پیش اور جزم سے خالی ہوتا ہے، وہ پڑھنے میں نہیں آتا، اور جو پڑھنے میں نہیں آتا اسکے ہجے بھی نہیں کیے جاتے، یعنی ہجوں میں اسکا نام نہیں لیا جاتا۔

☸ یہ حرف کبھی واؤ ہوتا ہے جیسے اُولٰٓئِکَ اور اُولٰٓئِکُمْ میں ہمزہ اور لام کے درمیان

☸ کبھی یاء ہوتا ہے جیسے مُوْسٰی اور مُسَمًّی میں سین اور میم کے ساتھ

☸ کبھی یاء کا شوشہ[1] ہوتا ہے جیسے مَثْوٰىهُ اور دَعْوٰىهُمْ میں واؤ اور ھاء کے درمیان

☸ کبھی الف[2] ہوتا ہے جیسے اٰمَنُوْا اور کَفَرُوْا میں واؤ کے بعد اور تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ میں ھاء کے ساتھ

پھر کبھی تو یہ حرف اکیلا ہوتا ہے جیساکہ مندرجہ بالا مثالوں میں ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اوپر نیچے دو حرف ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک خالی ہوتا ہے جیسے :۔

[1] شوشہ بھی حرف ہی ہے بلکہ اصل حرف شوشہ ہی ہے۔ رہے نقطے؟ سو وہ بعد میں عجمیوں کی سہولت کی خاطر لگائے گئے تھے۔ ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دورِ عثمانی میں جو قرآن کریم لکھے تھے، ان میں نقطے نہیں تھے۔ (عَقِيْلَةُ لِلْعَلَّامَةِ الشَّاطِبِيْ)

[2] مگر الف چونکہ ہمیشہ ہی خالی ہوتا ہے اور اس پر جزم وحرکت میں سے کبھی کچھ نہیں آتا اسلئے اسکے بارے میں یہ ضابطہ ہے کہ اگر اس پر مد ہو جیسے دَآبَّةٍ اور آلْـٰٔنَ یا مد تو نہ ہو لیکن ہو زبر ہی کے بعد اور اسکے بعد والا حرف متحرک[①] ہو جیسے صِرَاطَ اور سٰحِرٰنِ تو یہ دو قسم کا الف تو پڑھنے میں بھی آتا ہے اور اس کے ہجے بھی کیئے جاتے ہیں، اور پہلی قسم والے پر مد بھی کیا جاتا ہے۔ ان دو کے سوا اور کوئی سا الف بھی پڑھنے میں نہیں آتا۔ جیسے بِالْاٰخِرَةِ میں باء کے ساتھ، عُلَمٰٓؤُا میں ہمزہ کے بعد، اٰمَنُوْا میں واؤ کے بعد اور اِذَا اسْتَوَيْتُمْ میں ذال کے بعد۔ کہ ان میں سے پہلا زیر کے بعد ہے، دوسرا پیش کے بعد اور تیسرا جزم کے بعد۔ اور چوتھا گو ہے تو زبر ہی کے بعد لیکن چونکہ اسکے بعد جو حرف ہے وہ متحرک نہیں ہے بلکہ ساکن[②] ہے، اسلئے یہ پڑھنے میں نہیں آئیگا اور جب پڑھنے میں نہیں آئیگا تو ہجے بھی نہیں کیئے جائیں گے۔ خوب سمجھ لیجیے اور سمجھا دیجیے، مگر سمجھدار اور بڑی عمر کے طلبہ کو، چھوٹے بچوں کو یہ بات سمجھانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

---

① خواہ اس کی حرکت وقف کی وجہ سے زائل ہی کیوں نہ ہوگئی ہو جیسے تُكَذِّبٰنِ اور يَسْجُدٰنِ وغیرہ کہ ان کا نون باوجودیکہ وقف میں ساکن پڑھا جاتا ہے مگر اس سے پہلے والا الف پھر بھی ثابت رہتا ہے، کیونکہ یہ سکون عارضی ہے اور حرف گویا اب بھی متحرک ہی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم

② رہا وہ ہمزہ جو اسکے بعد ہے یعنی سین سے پہلے، تو وہ چونکہ وصلی ہے اسلئے وہ نہ ہونے کے حکم میں ہے۔

❁ اُولٰٓئِكَ اور اُولٰٓئِكُمْ میں لام اور کاف کے درمیان اوپر یاء کا شوشہ ہے اور نیچے ہمزہ، اور شوشہ حرکت و جزم سے خالی ہے

❁ لَبِئْسَ میں باء اور سین کے درمیان اوپر ہمزہ ہے اور نیچے یاء کا شوشہ اور شوشہ خالی ہے

❁ یَبْدَؤُا میں دال کے بعد اوپر ہمزہ ہے اور نیچے واؤ اور واؤ خالی ہے

❁ یَسْتَهْزِئُ میں زاء کے بعد اوپر ہمزہ ہے اور نیچے یاء اور یاء خالی ہے

غرضیکہ خالی حرف جو بھی ہو وہ نہ تو پڑھنے میں آتا ہے اور نہ اسکے ہجے ہی کیئے جاتے ہیں خواہ یہ حرف ایک ہو جیساکہ اوپر کی مثالوں میں ہے اور خواہ ساتھ ساتھ دو، تین یا چار حرف ہوں جیسے فِي الْاَرْضِ میں فاء کے بعد یاء اور ہمزہ، قَالُوا الْحَمْدُ میں لام کے بعد واؤ، الف اور ہمزہ، اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ میں میم اور صاد کے درمیان واؤ، الف، ہمزہ اور لام اور پھر دوسرے لام کے بعد واؤ۔

باقی یہ اوپر تختی نمبر ۱۰ کے ضمن میں معلوم ہو ہی چکا ہے کہ کھڑا زبر الف کی آواز دیتا ہے اسلیئے مُوْسٰی، عِیْسٰی، یَحْیٰی، کُبْرٰی، مَثْوٰىهُ، دَعْوٰىهُمْ، اَلصَّلٰوةَ اور اَلزَّكٰوةَ وغیرہ میں واؤ اور یاء تو نہیں پڑھے جائیں گے لیکن کھڑے زبر کی بجائے الف پڑھا جائیگا اور اس کھڑے زبر کا ہجوں میں نام بھی لیا جائیگا۔

اب ہم ذیل میں مثال کے طور پر چند لفظوں کے ہجے درج کرتے ہیں۔ غور سے پڑھیئے اور پھر ان کی روشنی میں اپنے شاگردوں کو پڑھایئے۔

اُولٰٓئِكَ، بِالْاٰخِرَةِ اور اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وغیرہ کے ہجے

[۱] اُولٰٓئِكَ: اسکے ہجے اسطرح ہوں گے: ہمزہ پیش اُ، لام کھڑا زبر مد لٰ، اُولٰ، ہمزہ زیر ءِ، اُولٰٓءِ کاف زبر كَ، اُولٰٓئِكَ۔ پس اس میں ہمزہ اور لام کے درمیان واؤ، اور لام و کاف کے درمیان یاء کا شوشہ یہ دونوں چونکہ حرکت و جزم سے خالی ہیں، اس لئے نہ تو پڑھنے میں آئے ہیں اور نہ

ان کے ہجے ہی کیئے گئے ہیں اور اسکے برعکس لام کے اوپر والا کھڑا زبر الف کی آواز میں پڑھا گیا ہے اور اس کے ہجے بھی کیئے گئے ہیں۔

۲ دَعْوٰىهُمْ: اسکے ہجے اسطرح ہوں گے: دال عین زبر دَعْ، واو کھڑا زبر وٰ، دَعْوٰ، ھار میم پیش ھُمْ، دَعْوٰىهُمْ۔ اسمیں واؤ اور ھار کے درمیان یار کا شوشہ تو خالی ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھا گیا اور اسی لئے ہجوں میں اسکا نام بھی نہیں لیا گیا، البتہ اسکے اوپر والا کھڑا زبر الف کی آواز میں پڑھا گیا ہے اور ہجوں میں اسکا نام بھی لیا گیا ہے۔

۳ سُكٰرٰى: اسکے ہجے اسطرح ہوں گے:- سین پیش سُ، کاف کھڑا زبر كٰ، سُكٰ، رار کھڑا زبر رٰ، سُكٰرٰى۔ اس میں رار کے بعد چونکہ یار خالی ہے اس لئے نہیں پڑھی گئی، البتہ اس پر جو کھڑا زبر ہے وہ الف کی آواز میں پڑھا گیا ہے اور اسکے ہجے بھی کیئے گئے ہیں۔

۴ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ: اسکے ہجے اسطرح ہوں گے: تار حار زبر تَحْ، تار زبر تَ، تَحْتَ، ھار لام زبر هَلْ، تَحْتَهَا الْ، ہمزہ نون زبر اَنْ، تَحْتَهَا الْاَنْ، ھار کھڑا زبر هٰ، تَحْتَهَا الْاَنْهٰ، رار پیش رُ، تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ۔ اس میں ھار کے ساتھ والے الف کے بعد جو ہمزہ ہے وہ چونکہ خالی ہے اور اسکے بعد جو لام ہے وہ ساکن ہے اسلئے یہ الف اور اس کے بعد والا ہمزہ دونوں نہ تو پڑھنے میں آئے ہیں اور نہ ان کے ہجے ہی کیئے گئے ہیں، البتہ اَلْاَنْهٰرُ کی ھار پر کھڑا زبر ہے وہ الف کی آواز میں پڑھا گیا ہے اور اس کا ہجوں میں نام بھی لیا گیا ہے۔

۵ بُرَءٰٓؤُا: اسکے ہجے اس طرح ہوں گے:- بار پیش بُ، رار زبر رَ، بُرَ، ہمزہ کھڑا زبر ءٰ، بُرَءٰ، ہمزہ پیش ءُ، بُرَءٰٓؤُا۔ اس میں واؤ چونکہ خالی ہے اور الف پیش کے بعد ہے، اس لئے یہ دونوں نہ تو پڑھے گئے ہیں اور نہ ان کے ہجے ہی کیئے گئے ہیں۔

۶ بِالْاٰخِرَةِ: اسکے ہجے اس طرح ہوں گے:- بار لام زیر بِلْ، ہمزہ کھڑا زبر ا، بِالْاٰ، خار زیر خِ، بِالْاٰخِ، رار زبر رَ، بِالْاٰخِرَ، تار زیر ةِ، بِالْاٰخِرَةِ۔ اس میں بار کیساتھ اگرچہ الف لکھا ہوا تو ہے لیکن چونکہ یہ زیر کے بعد ہے، اسلئے یہ نہ تو پڑھا گیا ہے اور نہ اسکے ہی ہجے کیئے گئے ہیں۔

[۷] یَبْدَؤُا: اسکے ہجے اسطرح ہوں گے :- یاء بار زبر یَبْ، دال زبر دَ، یَبْدَ، ہمزہ پیش ءُ، یَبْدَؤُا۔ اس میں بھی چونکہ واؤ خالی اور الف پیش کے بعد ہے، اس لئے دونوں نہیں پڑھے گئے اور اسی لئے ان کے ہجے بھی نہیں کیئے گئے۔

[۸] اٰمَنُوْا: اسکے ہجے اس طرح ہوں گے :- ہمزہ کھڑا زبر آ، میم زبر مَ، اٰمَ، نون واؤ پیش نُوْ، اٰمَنُوْا۔ اس میں الف چونکہ جزم کے بعد ہے اس لئے یہ پڑھنے میں نہیں آیا اور اسی لئے اس کے ہجے بھی نہیں کیئے گئے۔

[۹] یَسْتَھْزِئُ: اسکے ہجے اسطرح ہوں گے :- یاء سین زبر یَسْ، تاء ھاء زبر تَھْ، یَسْتَھْ، زاء زیر زِ، یَسْتَھْزِ، ہمزہ پیش ءُ، یَسْتَھْزِئُ۔ اس میں زاء کے بعد یاء چونکہ خالی ہے، اس لئے وہ پڑھی نہیں گئی اور اسی لئے اس کے ہجے بھی نہیں کیئے گئے۔

[۱۰] مُسَمًّی: اسکے ہجے اس طرح ہوں گے :- میم پیش مُ، سین میم زبر سَمْ، مُسَمْ، میم دو زبر مًّ، مُسَمًّی۔ اس میں میم کے ساتھ والی یاء تو خالی ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھی گئی، البتہ میم پر جو دوزبر لکھے ہوئے ہیں وہ تنوین کی آواز میں پڑھے گئے ہیں اور اسی وجہ سے ہجوں میں یاء کا نام تو نہیں لیا گیا اور دوزبر کا لیا گیا ہے۔

[۱۱] اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ: اسکے ہجے اس طرح ہوں گے :- ہمزہ زبر اَ، قاف یاء زیر قِیْ، اَقِیْ، میم صاد پیش مُصْ، اَقِیْمُوا الصْ، صاد زبر صَ، اَقِیْمُوا الصَّ، لام کھڑا زبر لٰ، اَقِیْمُوا الصَّلٰو، تاء زبر ۃَ، اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔ پس اس میں میم کے بعد واؤ، الف، ہمزہ اور لام اور پھر دوسرے لام کے بعد واؤ، یہ پانچوں حرف چونکہ خالی ہیں، اس لئے نہ تو پڑھنے میں آئے ہیں اور نہ ان کے ہجے ہی کیئے گئے ہیں، البتہ لام کے اوپر جو کھڑا زبر ہے وہ الف کی آواز میں پڑھا گیا ہے اور اس کے ہجے بھی کیئے گئے ہیں۔ فقط

۲۳

ننھا سا نون یا نونِ قطنی

نُوحُ ۨابْنَهُ	شَيْـًٔا ۨاتَّخَذَ	بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ
قَدِيْرُ ۨالَّذِي	خَيْرَ ۨا ۚ الْوَصِيَّةُ	فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ
لَهْوَ ۨانْفَضُّوْا	نُفُوْرَ ۨا اسْتِكْبَارًا	شِيْبَا ۨالسَّمَآءُ
جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى	عَادَ ۨالْاُوْلٰى	سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ
مُنِيْبِ ۨادْخُلُوْهَا	قَرْيَةِ ۨاسْتَطْعَمَا	يَوْمَئِذِ ۨالْمُسْتَقَرُّ
لُوْطِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ	عَدْنِ ۨالَّتِيْ	فَخُوْرَ ۨا الَّذِيْنَ
مُبِيْنِ ۨاقْتُلُوْا	خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ	كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ

وضاحت: یہ تختی سابقہ تختی کا تتمہ اور اسکا ضمیمہ ہے، اسلئے کہ اس سے بھی یہی سمجھانا مقصود ہے کہ جو حرف خالی ہو وہ نہ تو پڑھنے میں آتا ہے اور نہ اسکے ہجے ہی کیئے جاتے ہیں۔ خواہ کتابت کی رُو سے اس کی نوعیت[1] دوسرے حرفوں جیسی ہی ہو۔ اور جس حرف پر حرکت وجزم میں سے کچھ ہو تو وہ پڑھنے میں بھی آتا ہے اور اسکے ہجے بھی کیئے جاتے ہیں۔ خواہ بلحاظِ کتابت اس کی نوعیت دوسرے حرفوں سے مختلف[2] ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ مندرجہ بالا الفاظ میں وہ ننھا سا نون[3] تو پڑھا جایگا

[1] یعنی دوسرے حرفوں کے ساتھ اور پوری شکل میں لکھا ہوا ہو۔

[2] یعنی دوسرے حرفوں سے الگ اور بالکل چھوٹا سا۔

[3] اس ننھے سے نون کو بعض کتابوں میں نونِ قطنی کا نام دیا گیا ہے اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ "قطن" کے معنٰی روئی کے ہوتے ہیں، جس طرح روئی سے زخم مل جاتا ہے، اسی طرح اس نون کی وجہ سے بھی دو لفظ آپس میں مل جاتے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم

جو دو لفظوں کے درمیان الگ سا لکھا ہوا ہے اور ہجوں میں اسکا نام بھی لیا جائیگا، اس لئے کہ اس کے نیچے زیر ہے لیکن اس کے بعد والا ہمزہ چونکہ خالی ہے، اس لئے وہ نہ تو پڑھا جائے گا اور نہ اس کے ہجے ہی کیئے جائیں گے۔

خَبِيْثَةِ اِجْتُثَّتْ کے ہجے

پس خَبِيْثَةِ اِجْتُثَّتْ کے ہجے اس طرح ہوں گے:۔ خاء زبر خَ، باء یاء زیر بِيْ خَبِيْ، ثاء زبر ثَ، خَبِيْثَ، تاء زیر ةِ، خَبِيْثَةِ، نون جیم زیر اِجْ، خَبِيْثَةِ اِجْ، تاء ثاء پیش تُثْ، خَبِيْثَةِ اِجْتُثْ، ثاء تاء زبر ثَتْ، خَبِيْثَةِ اِجْتُثَّتْ۔ دیکھئے اسمیں اُجْتُثَّتْ کا ہمزہ نہ تو پڑھا گیا ہے اور نہ اس کا نام ہی لیا گیا ہے۔ حالانکہ کتابت کے لحاظ سے اس کی نوعیت دوسرے حرفوں جیسی ہی ہے اور اس کے برعکس وہ ننھا سا نون پڑھا بھی گیا ہے اور اس کا نام بھی لیا گیا ہے، جو تاء اور ہمزہ کے درمیان الگ سا لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ کتابت کی رُو سے اس کی نوعیت دوسرے حرفوں سے مختلف ہے۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ اوّل خالی ہے اور دوسرے کے نیچے زیر ہے۔

۲۴

جزم کے بعد اسی طرح کا تشدید والا حرف

فَاضْرِبْ بِّهٖ	طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ	قَدْ دَّخَلُوْا
نَسْطِعْ عَّلَيْهِ	يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ	اِذْ ذَّهَبَ
يُدْرِكْكُّمُ	يَجْعَلْ لَّهٗ	لَكُمْ مِّيْعَادُ
مِنْ نَّفْقَةٍ	عَصَوْا وَّكَانُوْا	رَسُوْلًا نَّبِيًّا
عِظَامًا نَّخِرَةً	يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ	خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ
خَيْرٌ نُّزُلًا	عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ	طَلْعٌ نَّضِيْدٌ

وضاحت : جیساکہ تجوید جاننے والے اساتذہ جانتے ہی ہیں کہ اگر دو حرف اسطرح ساتھ ساتھ آئیں کہ پہلے پر جزم ہو اور دوسرے پر حرکت، تو جزم والے حرف کو حرکت والے حرف میں ملاکر اس طرح ادا کیا جاتا ہے کہ دونوں ایک ہی مخرج سے بلافصل اور ایک مشدد حرف کی طرح ادا ہوتے ہیں اور اس کو ادغام کہتے ہیں اور اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے ایسے موقعوں میں دوسرے حرف پر تشدید کی علامت بنائی جاتی ہے۔ پھر یہ بھی جانتے ہی ہیں کہ ادغام تین طرح کا ہوتا ہے:۔ (۱) مثلین (۲) متجانسین (۳) متقاربین۔

※ اگر پہلا اور دوسرا دونوں حرف بالکل ایک ہی ہوں جیسے فَاضْرِبْ بِّهٖ میں دو بار، تو اس کو ادغام مثلین کہتے ہیں۔

※ اگر ایک مخرج کے دو مختلف حرف ہوں جیسے عَبَدْتُّمْ میں دال وتار، تو اس کو ادغامِ متجانسین کہتے ہیں۔

※ اور اگر قریب المخرج یا قریب الصفات ہوں جیسے مِنْ رَّبِّهِمْ میں نون وراء اور مِنْ

مَّالٍ میں نون ومیم، تو اس کو ادغامِ متقاربین کہتے ہیں۔

ادغام مثلین میں چونکہ دونوں حرف صورت وتلفظ کے لحاظ سے بالکل ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں اور باقی دو بھی دو طرح کے، اسلئے پہلی قسم کے الفاظ کے ہجے کرنے بھی آسان ہوتے ہیں اور ان کا ادا کرنا بھی نسبتاً سہل ہوتا ہے اور باقی دو قسم کے الفاظ کے ہجے بھی کچھ مشکل ہوتے ہیں اور ان کا ادا کرنا بھی قدرے دشوار ہوتا ہے، اس بناء پر ہم نے ادغام کی مشق دو تختیوں میں کرائی ہے :- ایک میں مثلین کی اور دوسری میں متجانسین ومتقاربین کی۔ تاکہ طلبہ اور خصوصاً چھوٹے بچوں کے دماغوں پر ایک دم بوجھ نہ پڑے اور وہ اکتا نہ جائیں۔

لیکن یہ وضاحت ہم نے صرف اساتذہ کیلئے ہی کی ہے۔ ورنہ طلبہ کو ان علمی اصطلاحات میں الجھانا قطعی غیر مفید بلکہ مضر ہے، کیونکہ اس سے ان کے دماغوں پر بلا ضرورت اور خواہ مخواہ بوجھ پڑے گا اور وہ سمجھ بھی نہیں سکیں گے۔ البتہ اسکولوں کے طلبہ کو اس طرح سمجھانا مفید بلکہ ضروری ہے کہ تشدید والا حرف دو طرح کا ہوتا ہے :-

* ایک یہ کہ وہ اکیلا ہوتا ہے۔ جیسے قَدَّرَ میں دال اور كَذَّبَ میں ذال۔

* دوسرا یہ کہ دو حرفوں[1] کے ملنے سے بنا ہوتا ہے۔ جیسے قَدْ دَّخَلُوْا میں دوسرا دال اور اِذْ ذَّهَبَ میں دوسرا ذال۔

پہلی قسم کے الفاظ کی مشق اوپر تختی نمبر ۱۳ میں کرائی گئی تھی اور دوسری قسم کے الفاظ کی مشق اب اس تختی میں کرائی گئی ہے اور پھر یہ سمجھائیں کہ ان لفظوں کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جزم والے حرف کو حرکت والے حرف میں ملا کر اس طرح ادا کیا جائے کہ دونوں ملکر ایک مشدد حرف کی طرح ادا ہوں۔ چنانچہ قَدْ دَّخَلُوْا کی دونوں دالوں کو ملا کر بالکل اسی طرح ادا کیا جاتا ہے جس طرح کہ قَدَّرَ کی ایک دال ادا کی جاتی ہے اور پھر یہ بھی سمجھا دیں کہ جس طرح تشدید والے اکیلے حرف کے ہجے کیئے جاتے ہیں، دو حرفوں سے بنے ہوئے مشدد حرف کے ہجے بھی بعینہ اسی

[1] پہلے حرف کو مدغم اور دوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔

طرح کیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر قَدَّرَ کے ہجے اس طرح کیئے جاتے ہیں کہ:-

قاف دال زبر قَدْ، دال زبر دَ، قَدَّ، راء زبر رَ، قَدَّرَ۔ تو قَدْ دَّخَلُوْا کے ہجے بھی اسی طرح کیئے جاتے ہیں:- قاف دال زبر قَدْ، دال زبر دَ، قَدْدَّ، خاء زبر خَ، قَدْدَّخَ، لام واؤ پیش لُوْ، قَدْ دَّخَلُوْا۔

ہاں اگر پڑھنے والے عربی جانتے ہوں تو ان کو علمی انداز میں سمجھانے میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ وہ اس سے محظوظ ہوں گے اور ان کے اندر علمِ تجوید کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوگا اور ہجوں کا قاعدہ ان کو اس طرح سمجھائیں کہ جس طرح ادغام کے بعد مدغم اور مدغم فیہ یعنی پہلا اور دوسرا دونوں ملکر ایک مشدد حرف کی طرح ادا ہوتے ہیں، اسی طرح ہجے بھی ان کے تشدید والے اکیلے حرف کی طرح ہی کیئے جاتے ہیں اور پھر وہی اوپر والی قَدَّرَ اور قَدْ دَّخَلُوْا کی مثال دے کر قاعدہ کی وضاحت کریں۔

نوٹ: جس طرح جزم کے بعد تشدید والا حرف ہونے کی صورت میں دونوں کو ملا کر ایک مشدد حرف کی طرح ادا کرتے ہیں، اسی طرح اگر تنوین کے بعد تشدید والا حرف ہو تو اس کو بھی تشدید والے حرف میں ملا کر ہی ادا کرتے ہیں۔ اسلئے ہم نے تختی کے آخر میں تتمہ کے عنوان سے اس نوع کے بھی چند الفاظ درج کر دیئے ہیں۔ تاکہ طلبہ کو ان کی بھی مشق ہو جائے۔ باقی رہے ہجے؟ سو وہ دونوں قسم کے الفاظ کے ایک ہی طرح کیئے جاتے ہیں۔

مِنْ نُّطْفَةٍ اور عِظَامًا نَّخِرَةً کے ہجے

چنانچہ اگر مِنْ نُّطْفَةٍ کے ہجے اس طرح کیئے جاتے ہیں کہ میم نون زیر مِنْ، نون زبر نَ مِنْنَّ، فاء زبر فَ، مِنْنَّفَ، قاف زبر قَ، مِنْنَّفَقَ، تا دو زیر ةٍ، مِنْ نَّفَقَةٍ۔

تو عِظَامًا نَّخِرَةً کے ہجے بھی اسی طرح کیئے جاتے ہیں:- عین زیر عِ، ظاء الف زبر ظَا، عِظَا، میم دو زبر مًا، عِظَامًا، نون زبر نَ، عِظَامًا نَّ، خاء زیر خِ، عِظَامًا نَّخِ، راء زبر رَ،

عِظَامًا نَّخِرَ، تار دوزبرۃً، عِظَامًا نَّخِرَةً۔

تشدید کے ساتھ غنہ بھی

جس طرح تشدید والے اس نون اور میم میں ایک الف کے برابر غنہ کیا جاتا ہے جو پہلے ہی سے مشدد ادا ہوتا ہو، جس کی مشق اوپر تختی نمبر۱۴ کے آخر میں تتمہ کے زیرِعنوان کرائی جاچکی ہے، اسی طرح اس نون اور میم میں بھی کیا جاتا ہے جو دونونوں[1] اور دومیموں کے ملنے سے بنا ہو۔ چنانچہ اِنَّ، اَنَّ، ظَنَّ، ثَمَّ، اور ثُمَّ وغیرہ کی طرح مِنْ نَّفَقَةٍ، مِنْ نَّاصِرِيْنَ○ لَكُمْ مِّيْعَادُ، اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ○ رَسُوْلًا نَّبِيًّا○ عِظَامًا نَّخِرَةً○ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ، خَيْرٌ نُّزُلًا اور عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ○ وغیرہ میں بھی کیا جاتا ہے۔ لہٰذا معلّمین حضرات اپنے شاگردوں کو ان الفاظ کی مشق کراتے وقت تشدید کے ساتھ ساتھ غنہ ادا کرنے کی ہدایت بھی فرمائیں۔ لیکن جیساکہ تختی نمبر۱۴ کے آخر میں بھی یہ لکھا گیا ہے کہ غنہ ادا کرنے کیلئے اس کے سوا اور کچھ نہیں کرنا پڑتا کہ ان حرفوں میں بہ نسبت دوسرے حرفوں کے دیر کچھ زیادہ لگائی جاتی ہے اور بس۔ چنانچہ يَجْعَلْ لَّهٗ کے لام، يُدْرِكْكُّمُ کے کاف، قَدْدَّخَلُوْا کی دال اور اِذْذَّهَبَ کی ذال وغیرہ میں جتنی دیر لگائی جاتی ہے، مِنْ نَّفَقَةٍ، لَكُمْ مِّيْعَادُ اور خَيْرٌ نُّزُلًا وغیرہ کے نون اور میم میں دیر اگر کچھ زیادہ لگادی جائے تو اس سے غنہ خود بخود ادا ہوجائیگا۔

[1] خواہ پہلا نون، نونِ ساکن ہو خواہ نونِ تنوین۔

۲۵

جزم کے بعد دوسری طرح کا تشدید والا حرف

مَن رَّزَقْنٰهُ	مِن رِّزْقٍ	مِن لَّدُنْهُ	مَن لَّا يُؤْمِنُ
مِن مَّقَامٍ	مَن مَّعَهُ	مِن وَّلِيٍّ	عَن وُّجُوهِهِم
مِن يَّوْمِهِم	مَن يَّقُولُ	غَفُورًا رَّحِيمًا	رَجُلٌ رَّشِيدٌ
رَبٍّ رَّحِيمٍ	هُدًى لِّبَنِيٓ	مَجْمُوعٌ لَّهُ	لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ
قَدَرًا مَّقْدُورًا	رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ	قَصْرٍ مَّشِيدٍ	مِهَادًا وَّالْجِبَالَ
مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ	فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ	مِيقَاتًا يَّوْمَ	بَرْقٌ يَّجْعَلُونَ
يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ	ارْكَب مَّعَنَا	قَالَت طَّآئِفَةٌ	قَد تَّبَيَّنَ
إِذ ظَّلَمُوا	أَلَمْ نَخْلُقكُّم	قُل رَّبِّ	بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ
فَرَّطتُّ	فَرَّطتُّمْ	أَنۢبِئُونِي	يَنۢبُوعًا
سُنۢبُلَةٍ	مِنۢ بَعْثِنَا	يُؤْمِنۢ بِاللّٰهِ	عَلِيمٌۢ بِمَا
صُمٌّۢ بُكْمٌ	كَافِرٍۢ بِهٖ	جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ	سَمِيعًاۢ بَصِيرًا

وضاحت: سابقہ تختی میں ادغام مثلین کی مشق کرانے کے بعد اب اس تختی میں ادغام متجانسین اور ادغام متقاربین کی مشق کرائی گئی ہے۔ گو ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ متجانسین متحد المخرج ہوتے ہیں اور متقاربین مختلف المخرج، لیکن چونکہ بچے دونوں قسم کے الفاظ کے بالکل ایک ہی طرح سے کیئے جاتے ہیں، کیونکہ یہ بات دونوں میں پائی جاتی ہے کہ مدغم، مدغم فیہ سے مختلف اور اس کا غیر ہوتا ہے، اس بنا پر دونوں کی مشق ایک ہی تختی میں کرا دی گئی ہے اور چونکہ یہ کوئی

تجوید کی کتاب نہیں ہے بلکہ قاعدہ ہے، اسلئے عنوان بھی تجوید کی اصطلاح کے موافق درج نہیں کیا گیا بلکہ قاعدہ کی مناسبت سے تجویز کیا ہے۔ لہٰذا آپ بھی طلبہ کو اسی انداز میں سمجھائیں۔ ہاں عربی دان طلبہ کو تجوید کی اصطلاح میں بھی سمجھا سکتے ہیں۔

تجوید کے رسائل میں اگرچہ نون کے ادغام کو اسکے باقی تین احکام یعنی اظہار، اخفاء اور اقلاب کیساتھ اور باقی حرفوں کے ادغام کو الگ عنوان میں بیان کیا جاتا ہے اور وہاں مناسب بھی یہی صورت ہوتی ہے، لیکن یہ چونکہ قاعدہ ہے اسلئے ہم نے عنوان کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نوع کی تمام مثالوں کو ایک ہی تختی میں جمع کر دیا ہے۔ پھر جس طرح ادغامِ مثلین میں تنوین کا ادغام تشدید والے حرف میں ہوتا ہے، اسی طرح متجانسین و متقاربین میں بھی ہوتا ہے، اسلئے سابق کی طرح اس تختی میں بھی تنوین والے الفاظ کو جزم والے الفاظ کے ضمن میں درج کر دیا ہے۔

پھر جیساکہ معلمین یہ بھی جانتے ہیں کہ ادغام متجانسین اور ادغام متقاربین دونوں کی دو دو قسمیں ہوتی ہیں:۔ (۱) تام (۲) ناقص۔ تام میں تو مدغم کو مدغم فیہ سے کلیۃً بدل دیتے ہیں لیکن ناقص میں کلیۃً نہیں بدلتے بلکہ اس کی کسی صفت کو باقی رکھ کر ادغام کرتے ہیں۔ طاء کا تاء میں، نون کا واوٗ میں اور نون کا یاء میں، ان تین موقعوں میں تو ناقص ہوتا ہے اور باقی تمام موقعوں میں تام۔ پس اگر طاء کے بعد تاء ہو تو اس کی صفتِ اطباق کو اور اگر نون یا تنوین کے بعد واوٗ یا یاء ہو تو اس کی صفتِ غنہ کو باقی رکھ کر ادغام کرتے ہیں۔ پہلا موقعہ متجانسین ناقص کا ہے اور دوسرے دو متقاربین ناقص کے، لیکن یہ تفصیل بھی آپ عربی دان طلبہ کو ہی بتا سکتے ہیں۔ عام طلبہ کو ان اصطلاحات کے بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں صحیح تلفظ ان کو بھی سکھانا ضروری اور از بس

[۱] ہاں غنہ کا قاعدہ عام طلبہ کو بھی سمجھا دیں، مگر وہ بھی اس طرح سمجھائیں کہ اگر جزم والے نون یا تنوین کے بعد واوٗ اور یاء ہو تو اس نون کو واو اور ی سے بالکل نہیں بدلتے بلکہ اس میں غنہ کر کے پڑھتے ہیں اور پھر غنہ کیساتھ پڑھ کر بتائیں اور ان الفاظ کی مشق کرائیں، مگر بہت چھوٹے بچوں کو اتنی بات بھی بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے۔ جب آپ انہیں یہ الفاظ بار بار کہلائیں گے تو وہ صحیح طور پر ادا کرنے کے خود بخود عادی بن جائیں گے۔

ضروری ہے خصوصاً متجانسین ناقص کے دونوں لفظوں[1] یعنی فَرَّطْتُّ اور فَرَّطْتُّمْ کی مشق تو اور بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ کرانی چاہیئے، کیونکہ یہ الفاظ بلحاظِ ادا خاصے مشکل ہیں۔ عام طلبہ تو درکنار خاص تجوید کے طلبہ سے بھی پورے اہتمام کے بغیر صحیح ادا نہیں ہوتے۔

جزم وتنوین کے بعد دوسری طرح کے تشدید والے حرفوں کے ہجوں کی وضاحت

ادغام مثلین اور متجانسین ومتقاربین میں چونکہ یہ فرق ہوتا ہے کہ اوّل الذکر میں تو مدغم فیہ مدغم کی جنس سے ہوتا ہے اور مؤخر الذکر دونوں میں مختلف، اس لئے ان دونوں کے ہجوں میں بھی فرق ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ادغام مثلین میں تو پہلے مرحلہ میں مدغم اور اس سے پہلے والے حرف صرف انہی دو کا تلفظ کرتے اور ہجوں میں انہی کا نام لیتے ہیں اور مدغم فیہ کا نام اس کے بعد الگ لیتے ہیں، لیکن متجانسین ومتقاربین میں مدغم کے بعد مدغم فیہ کا نام بھی اسی کے ساتھ ہی لے لیتے ہیں اور تینوں کے مجموعہ کا اکٹھا تلفظ کرتے ہیں۔

چنانچہ مِنْ نَّكِيْرٍ کے ہجے تو اس طرح کیئے جاتے ہیں:۔ میم نون زیر مِنْ، نون زبر نَ مِنْ نَّ۔۔۔ الخ، لیکن مَنْ يَّشَآءُ کے ہجے اسطرح نہیں کیئے جاتے: میم نون زبر مَنْ، یاء زبر یَ، مَنْ یَّ۔۔۔ الخ بلکہ اسطرح کیئے جاتے ہیں:۔ میم نون زبر یاء مَنْ یْ، یاء زبر یَ، مَنْ یَّ۔۔۔ الخ اور یہ اسلیئے کہ ادغام مثلین میں چونکہ مدغم فیہ مدغم کی جنس سے ہوتا ہے اسلیئے اس میں تو پہلے مرحلہ میں صرف مدغم کا نام لینے سے تشدید والے حرف کا نام دو مرتبہ آجاتا ہے، ایک مرتبہ پہلے حرف کیساتھ اور دوسری مرتبہ تنہا، لیکن متجانسین ومتقاربین میں چونکہ مدغم، مدغم فیہ کی جنس سے نہیں ہوتا، اسلیئے اگر ان میں ایسا کیا جائے تو تشدید متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان میں ایسا کرنے سے تشدید والے حرف کا نام دو مرتبہ نہیں آتا۔ چنانچہ اگر مَنْ يَّشَآءُ کے ہجے اسطرح کیئے جائیں:۔ میم نون زبر مَنْ، یاء زبر یَ، مَنْ یَ، تو اس صورت میں یاء کا نام ہجوں میں ایک ہی مرتبہ آتا ہے اور وہ مشدد ادا

[1] اور گو اس نوع کے دو لفظ قرآن مجید میں اور بھی ہیں اور وہ یہ ہیں: بَسَطْتَّ، اَحَطْتُّ لیکن چونکہ یہ بہت ہی مشکل ہیں، اسلیئے قاعدہ میں ان کا درج کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

نہیں ہوتی، کیونکہ تشدید والے حرف کا نام اسی صورت میں دو دفعہ آسکتا ہے کہ ایک مرتبہ اسکا نام پہلے حرف کیساتھ لیا جائے اور دوسری مرتبہ تنہا۔ اور گو آخری چند مثالوں میں جزم کے بعد تشدید والا حرف تو نہیں ہے، لیکن چونکہ ایسے الفاظ میں نون کو میم سے [1] بدل کر پڑھا جاتا ہے، اسلئے ہجے ان الفاظ کے بھی تختی کے باقی مندرجات کی طرح ہی کیئے جاتے ہیں کہ نون کے بعد میم کا نام بھی اسکے ساتھ ہی لے لیتے ہیں، اسلئے ان کو بھی اسی تختی میں درج کر دیا ہے۔ مگر چونکہ بار مشدد نہیں پڑھی جاتی، اسلئے اس پر تشدید کی علامت نہیں بنائی جاتی اور اسی لئے ہجوں میں اس کا نام بھی دو مرتبہ نہیں لیا جاتا۔ اب ہم ذیل میں مثال کے طور پر چند الفاظ کے ہجے درج کرتے ہیں:۔

مَنْ رَّزَقْنٰهُ، عَنْ وُّجُوْهِهِمْ اور فَرَّطْتُّمْ وغیرہ کے ہجے

مَنْ رَّزَقْنٰهُ کے ہجے اس طرح ہوں گے:۔ میم نون [2] زبر راء مَنْ رَ، راء زبر رَ، مَنْ رَّ، زاء قاف زبر زَقْ، مَنْ رَّزَقْ، نون کھڑا زبر نٰ، مَنْ رَّزَقْنٰ، ھاء پیش هُ، مَنْ رَّزَقْنٰهُ۔

[۱] اسی وجہ سے ایسے موقعوں میں نون کے بعد ایک ننھی سی میم لکھنے کا دستور ہے۔ تاکہ پڑھنے والے بجائے نون کے میم پڑھیں۔

[۲] گو بعض اساتذہ نون کے بعد لام اور راء کے ہونے کی صورت میں اس خیال سے اسکا نام نہیں لیتے کہ ان دو حرفوں میں ادغام ہونے کی صورت میں نون کا اثر یعنی غنہ باقی نہیں رہتا اور مثلاً مِنْ رَّبِّهِمْ کے ہجے اس طرح کرتے ہیں:۔ میم راء زیر مِنْ رِ، راء باء زبر رَبْ، مِنْ رَّبْ...الخ اور مِنْ لَّدُنْهُ کے اس طرح کرتے ہیں:۔ میم لام زیر مِنْ لِ، لام زبر لَ، مِنْ لَّ...الخ
لیکن ہمارے خیال میں نون کا نام لینا چاہیئے۔ اس لئے کہ گو ان دو موقعوں میں نون اپنی ذات اور صفتِ غنہ کے ساتھ ادا نہیں ہوتا لیکن بعد والے حرف سے بدل کر اور اس میں ملکر تو ادا ہوتا ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لام و راء مشدد پڑھے جاتے ہیں۔ ورنہ اصل کی رو سے یہ مشدد نہیں ہیں اور نام لینا اس لئے بھی بہتر ہے کہ نون خالی نہیں ہوتا بلکہ اس پر جزم کی علامت ہوتی ہے اور یہی وضاحت اس نوع کے باقی حرفوں کے بارے میں بھی سمجھی جائے۔ چنانچہ قَدْ تَّبَيَّنَ میں دال کا، اِذْ ظَّلَمُوْا میں ذال کا اور اِرْكَبْ مَّعَنَا میں باء کا نام لینا ہی بہتر بلکہ ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ادغام تام اور ادغام ناقص میں بلحاظ تلفظ تو فرق ہوتا ہے لیکن ہجے ان دونوں قسموں کے بعینہٖ ایک ہی طرح کیئے جاتے ہیں۔

عَنْ وُّجُوْهِهِمْ کے ہجے اس طرح ہوں گے :- عین نون زبر واوٗ عَنْ وٗ، واوٗ پیش وُ، عَنْ وُ، جیم واوٗ پیش جُوْ، عَنْ وُجُوْ، ھاء زیر ہِ، عَنْ وُّجُوْہِ، ھاء میم زیر ھِمْ، عَنْ وُّجُوْهِهِمْ۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ کے ہجے اس طرح ہوں گے :- راء زبر رَ، سین واوٗ پیش سُوْ، رَسُوْ، لام دو پیش میم لٌ مْ، رَسُوْلٌ مْ، میم زیر مِ، رَسُوْلٌ مِّ، نون لام زبر نَ الْ، رَسُوْلٌ مِّنَ الْ، لام کھڑا زبر لٰ، رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰ، ھاء زیر ہِ، رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ۔

[۱] سوال : اوپر تختی نمبر ۶ کے ضمن میں تو یہ کہا گیا تھا کہ حرکت والے حرف کے بعد جزم والا حرف ہو تو ہجے کرتے وقت پہلے دونوں حرفوں کا نام لیتے ہیں اور پھر اسکے بعد پہلے حرف کی حرکت کا، یعنی اَلْ کے ہجے اس طرح بتائے گئے تھے : ہمزہ لام زبر اَلْ اور اب یہاں اسکا الٹ کیا گیا ہے کہ دو پیش کا لفظ پہلے حرف لام ہی کے ساتھ بول دیا ہے اور دوسرے حرف میم کا نام اسکے بعد لیا ہے تو یہ کیوں ؟

جواب : یہ دو پیش یا دو زیر یا دو زبر چونکہ حرفِ نون کی آواز دیتے ہیں اور اس کے قائم مقام ہوتے ہیں اور وہ تشدید والے حرف سے پہلے ہوتا ہے ، چنانچہ ہجوں میں اسکا نام تشدید والے حرف سے پہلے ہی لیا جاتا ہے جیسے مِنْ لَّدُنْهُ کہ اس کے ہجے اس طرح کیئے جاتے ہیں : میم نون لام زیر مِنْ لْ ... الخ، اس طرح نہیں کیئے جاتے : میم لام زیر نون مِنْ لْ ... الخ۔ اس لئے اس کی قائم مقام حرکتوں کا نام بھی پہلے حرف کے ساتھ ہی لینا مناسب ہے۔

دوسری وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ وہاں تو دوسرا حرف جزم والا تھا اور اسکا ہجوں میں نام ایک ہی مرتبہ لیا جاتا ہے اور وہ بھی اسطرح کہ صرف حرف ہی کا نام لیتے ہیں اور اسکے ساتھ جزم کا لفظ نہیں بولتے اور یہاں دوسرا حرف تشدید والا ہے، اسکا نام دو مرتبہ لیا جاتا ہے اور اسکے ساتھ اس کی حرکت کا نام بھی لیا جاتا ہے تو اگر مثلاً ہجے اس طرح کیئے جائیں کہ :- لام میم دو پیش لٌ مْ، میم زیر مِ، تو اگرچہ واقعہ میں تو دو پیشوں کا تعلق پہلے حرف سے ہے اور ایک زیر کا دوسرے حرف سے، لیکن ذہن اس طرف جا سکتا ہے کہ ایک ہی حرف کے ساتھ پہلی مرتبہ تو دو حرکتوں کا نام لیا گیا ہے اور پھر دوسری مرتبہ اسی حرف کیساتھ ایک حرکت کا، اسلیئے دوہری حرکتوں (تنوین) کا نام خود اسی حرف کے ساتھ ہی لینا مناسب ہے۔ تاہم جیسا کہ تختی نمبر ۶ کے ضمن میں بھی لکھا جا چکا ہے کہ اگر کسی کو ہمزہ لام زبر اَلْ کہنا صحیح معلوم نہ ہو اور وہ ہمزہ زبر لام اَلْ ہی کو صحیح سمجھتا ہو تو اس میں بھی کوئی خاص حرج نہیں، لیکن یہاں اسی طرح کہنا ضروری ہے :- لام دو پیش میم لٌ مْ ... الخ اور اس طرح کہنا صحیح نہیں : لام میم دو پیش لٌ مْ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

فَرَّطْتُّمْ کے ہجے اس طرح ہوں گے: فا، را زبر فَرَ، را، طا زبر، تا زبر طْتَ، فَرَّطْتَ، تا، میم پیش تُمْ، فَرَّطْتُّمْ۔

مَنْ بَعَثَنَا کے ہجے اس طرح ہوں گے: میم نون زبر مَنْ، با زبر بَ، مَنْ بَ، عین زبر عَ، مَنْ بَعَ، ثا زبر ثَ، مَنْ بَعَثَ، نون الف زبر نَا، مَنْ بَعَثَنَا۔

سَمِیْعًا بَصِیْرًا○ کے ہجے اس طرح ہوں گے: سین زبر سَ، میم یا زیر مِیْ، سَمِیْ، عین دو زبر میم عًا، سَمِیْعًا، با زبر بَ، سَمِیْعًا بَ، صاد یا زیر صِیْ، سَمِیْعًا بَصِیْ، را دو زبر رًا، سَمِیْعًا بَصِیْرًا، آگے ہجے سَمِیْعًا بَصِیْرًا○

نوٹ: ہجوں کی یہ ساری تفصیل اور ہندی کی چندی معلمین کیلئے کی گئی ہے، اسلئے نہیں کہ بچوں کو بھی یہ ساری تفصیلات سمجھائی جائیں۔ بچوں کو تو صرف استاذ کا ہجے کرا دینا ہی کافی ہے اور ان کیلئے استاذ کا صرف عمل ہی مشعلِ راہ کا کام دے سکتا ہے۔ انہیں یہ چیزیں علمی طور پر سمجھانے کی ضرورت ہے نہ ان کا ذہن ان قاعدوں کو سمجھ سکتا ہے۔ ہاں اگر طلبہ سمجھدار اور نسبتاً بڑی عمر کے ہوں تو انہیں یہ قواعد سمجھانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مفید ہے۔

غنہ کا یہاں بھی خیال رکھیے

جس طرح نون ساکن و تنوین اور میم ساکن کے بعد نون اور میم کے آنے کی صورت میں ایک الف کے برابر غنہ کیا جاتا ہے، جیسا کہ اوپر تختی نمبر ۲۴ کے آخر میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اسی طرح ذیل کے چار موقعوں میں بھی کیا جاتا ہے:۔

① تا ③ جزم والے نون اور تنوین کے بعد واؤ، یا، اور میم ان تین حرفوں میں سے کوئی ہو

④ جزم والے میم کے بعد با ہو

لہٰذا ان مواقع میں بھی شاگردوں کو ایک الف کے برابر غنہ کرنے کا عادی بنایئے۔ رہیں مثالیں؟ سو وہ اوپر تختی کے ضمن میں درج ہو چکی ہیں، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایک الفی غنہ کا ایک موقعہ اور بھی ہے، وہ ہے نونِ مخفاۃ، اس کی مشق آگے تختی نمبر ۲۸ میں کرائی جائیگی۔ انشاء اللہ

۲۶

ساتھ ساتھ دو دو تشدیدیں

اَلْمُزَّمِّلُ	اَلْمُدَّثِّرُ	عِلِّيُّوْنَ	اُمِّيّٖنَ	مُصَّدِّقِيْنَ
يَشَّقَّقُ	يَصَّعَّدُ	يَزَّكّٰى	مُطَّوِّعِيْنَ	مُطَّهِّرِيْنَ
يَسَّمَّعُوْنَ	يَصَّدَّعُوْنَ	فِى السَّرَّآءِ	وَالضَّرَّآءِ	ذُرِّيَّتَهٗ
رِبِّيُّوْنَ	يُوَجِّهْهُّ	لِيَذَّكَّرُوْا	لِيَدَّبَّرُوْا	مِنَ الطَّيِّبٰتِ
بَلْ لَّجُّوْا	وَاذْكُرْ رَّبَّكَ	نُمَكِّنْ لَّكُمْ	اَعَدَّ اللّٰهُ	شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ
شَرَّالدَّوَآبِّ	شَآقُّوا اللّٰهَ	وَدَّتْ طَّآىِٕفَةٌ	اِلَّا الّٰٓـِٕىْ	كَطَىِّ السِّجِلِّ

وضاحت: اس تختی میں ایسے الفاظ درج کیئے گئے ہیں، جن میں تشدید والے دو دو حرف ساتھ ساتھ آئے ہیں، کیونکہ یہ الفاظ ادا کے لحاظ سے کچھ مشکل سمجھے گئے ہیں۔ چھوٹے بچے تو درکنار خاص تجوید کے طلبہ سے بھی اہتمام کے بغیر کما حقہا ادا نہیں ہوتے، اسلئے ایک مستقل تختی میں ان کی بھی مشق کرانا ضروری تھی۔ ان میں ایک کلمی الفاظ بھی ہیں اور دو کلمی بھی۔ جیسے ذُرِّيَّتَهٗ ایک کلمی ہے اور شَآقُّوا اللّٰهَ دو کلمی۔ پھر دو کلمی میں ایسے بھی ہیں جن میں دونوں حرف وضعاً (یعنی پہلے سے ہی) مشدد ہیں جیسے اَعَدَّ اللّٰهُ میں دال اور لام، اور ایسے بھی ہیں جن کا پہلا حرف جزم والے حرف کے ملنے سے مشدد ہوا ہے جیسے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ میں دوسری راء۔ مقصد اس تنوع سے یہ ہے کہ بچوں کو اس نوع کے ہر طرح کے الفاظ ادا کرنے کی قاعدہ ہی میں مشق ہو جائے۔

لیکن یہ مقصد جب ہی حاصل ہوگا کہ معلّمین محنت اور توجہ سے پڑھائیں۔ کیونکہ کتاب تو ظاہر ہے کہ بول نہیں سکتی۔ یہ کام تو استاذ ہی کو کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا بڑی احتیاط سے پڑھایئے کہ بچے ہر ہر لفظ کی دونوں تشدیدیں پورے اہتمام کے ساتھ اور ایک حرف میں دو حرفوں جتنی دیر لگا کر ادا کریں۔

نوٹ : سابقہ تختیوں کی طرح اس تختی کو بھی پہلے ہجوں سے پڑھائیے اور پھر رواں کہلائیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔

دو دو تشدیدوں والے الفاظ کے ہجے

جیساکہ اوپر تختی نمبر۱۴ اور ۲۴ کے ضمن میں بیان کیا جاچکا ہے کہ تشدید والے حرف کا ہجوں میں دو مرتبہ نام لیا جاتا ہے، ان الفاظ میں چونکہ تشدید والے دو دو حرف ساتھ ساتھ آئے ہیں اس لئے ہجوں میں دو حرفوں کا نام چار مرتبہ لیا جائیگا۔

چنانچہ لِيَدَّبَّرُوْا کے ہجے اس طرح ہوں گے :- لام زیر لِ، یاء دال زبر يَدْ، لِيَدْ، دال باء زبر دَبْ، لِيَدَّبْ، باء زبر بَ، لِيَدَّبَّ، راء واؤ پیش رُوْ، لِيَدَّبَّرُوْا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ کے ہجے اس طرح ہوں گے :- واؤ ذال زبر وَاذْ، کاف راء پیش كُرْ، وَاذْكُرْ، راء باء زبر رَبْ، وَاذْكُرْ رَّبْ، باء زبر بَ، وَاذْكُرْ رَّبَّ، کاف زبر كَ، وَاذْكُرْ رَّبَّكَ۔

اور شَآقُّوا اللّٰهَ کے ہجے اسطرح ہوں گے :- شین الف زبر مد قاف شَآقْ، قاف لام پیش قُلْ، شَآقُّوا اللْ، لام کھڑا زبر لٰ، شَآقُّوا اللّٰ، ہاء زبر هَ، شَآقُّوا اللّٰهَ۔ فقط

۲۷

مشکل الفاظ

ضُرٍّ مَّسَّهٗ	حَظًّا مِّمَّا	جَآنٌّ وَّلَا	مَدَّ الظِّلَّ
لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ	كُلًّا لَّمَّا	شَرِّ النَّفّٰثٰتِ	زَيَّنَّ السَّمَآءَ
مِنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى	وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ	اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ	غِلًّا لِّلَّذِيْنَ
يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ	دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ	بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ	وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ

وضاحت: اس تختی میں ایسے الفاظ درج کیئے گئے ہیں، جن میں تشدید والے تین تین حرف ساتھ ساتھ آئے ہیں، کیونکہ ایسے حرفوں کا ادا کرنا بھی مشکل بلکہ خاصا مشکل ہوتا ہے۔ اسلئے ایک تختی میں ایسے الفاظ کا درج کرنا بھی ضروری تھا۔ تاکہ لگتے ہاتھ ان کی مشق بھی قاعدہ ہی میں ہو جائے۔ پس اساتذہ کو چاہیئے کہ کامل توجہ اور پورے دھیان کے ساتھ بچوں کو ان الفاظ کا صحیح تلفظ سکھائیں اور ہر ہر لفظ کی تینوں تشدیدوں کو پورے دھیان کے ساتھ کما حقہا ادا کرنے کی مشق کرائیں۔

نیز جن الفاظ میں غنہ ہے جیسے ضُرٍّ مَّسَّهٗ اور حَظًّا مِّمَّا وغیرہ ان میں غنہ کرنے کی بھی ہدایت فرمائیں۔ رہے ان الفاظ کے ہجے؟ سو اس بارے میں کسی خاص وضاحت کی ضرورت نہیں، کیونکہ ابھی اوپر تختی نمبر ۲۶ کے ضمن میں دو دو تشدیدوں والے الفاظ کے ہجے بیان کیئے جا چکے ہیں۔ ایسے ہی تختی نمبر ۲۵ کے ضمن میں غنہ والے الفاظ کے ہجے کرنے کا قاعدہ بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ بس اب یہ یہاں انہی ہر دو اصولوں کی روشنی میں ان الفاظ کے بھی ہجے کرائے جا سکتے ہیں۔ تاہم آخری تین الفاظ کے ہجے درج کرنے مناسب معلوم ہوتے ہیں، اس لئے کہ وہ زیادہ لمبے ہیں۔ وَهِيَ هٰذِهٖ:-

دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ، بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ اور وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ کے ہجے

دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ کے ہجے اس طرح ہوں گے:۔ دال را پیش دُرْ، را یا زیر رِی، دُرِّی یا دو پیش یا ئی ی، دُرِّيٌّ ی، یا واؤ پیش یُوْ، دُرِّيٌّ يُّوْ، قاف زبر قَ، دُرِّيٌّ يُّوْقَ، دال پیش دُ، دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ۔

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ[1] کے ہجے اس طرح ہوں گے:۔ با حا زبر بَحْ، را دو زیر لام رِلْ، بَحْرٍ لْ، لام جیم پیش لُجْ، بَحْرٍ لُّجْ، جیم یا زیر جِی، بَحْرٍ لُّجِّیْ، یا دو زیر یا یٍ ی بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ی، یا غین زبر یَغْ، بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْ، شین کھڑا زبر شٰ، بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰ، ھا پیش ہُ، بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ۔

وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ کے ہجے اسطرح ہوں گے:۔ واؤ زبر وَ، عین زبر عَ، وَعَ لام کھڑا زبر مد لٰ، وَعَلٰٓى، ہمزہ پیش اُ، وَعَلٰٓى اُ، میم زبر مَ، وَعَلٰٓى اُمَ، میم دو زیر میم مٍ مْ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مْ، میم میم زیر مِمْ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمْ، میم نون زبر میم مَنْ مْ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مْ، میم زبر مَ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّ، عین زبر عَ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَ، کاف زبر کَ، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ، آگے علامتِ وقف، وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ[2] فقط۔

[1] اس میں تشدید والے مسلسل چار حرف ہیں اور اس نوع کا غالباً یہی ایک لفظ ہے، اس لئے اس کو اور بھی زیادہ دھیان سے پڑھائیں۔

[2] مطلب یہ ہے کہ اگر کسی حرف کے بعد وقف کی علامت ہو جیسے مَعَكَ ؕ کے کاف کے بعد طاء ہے تو اس صورت میں پہلے اس حرف کا اس کی حرکت کے ساتھ نام لیتے ہیں اور اس کو متحرک ادا کرتے ہیں اور پھر آگے علامتِ وقف کہہ کر اس لفظ کو دوبارہ ادا کرتے ہیں اور اس مرتبہ آخری حرف کو ساکن پڑھتے ہیں۔ اس کی پوری وضاحت تختی نمبر ۳۲ کے ضمن میں آئے گی۔ انشاء اللہ

ہدایت

پوری تختی کے ہجے کرائیے

ان الفاظ میں چونکہ تشدید والے تین تین حرف آئے ہیں، اس لئے ہجوں میں ان تین کا نام چھ مرتبہ لیا جائیگا۔ اس لئے تلفظ کے علاوہ ان الفاظ کے ہجے بھی مشکل ہیں، لہٰذا ہم نے تواگر اختصار کے پیش نظر صرف تین ہی لفظوں کے ہجے درج کرنے پر اکتفاء کیا ہے، لیکن معلّمین کو چاہیئے کہ وہ اول سے آخر تک تختی کے تمام مندرجات کے ہجے کرائیں اور تساہل سے کام نہ لیں کیونکہ یہ محنت اب آخری مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے۔ اس لئے جہاں آپ نے اتنی محنت کی ہے وہاں تھوڑی سی محنت اور کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ہمت اور توفیق عطاء فرمائے۔

۲۸

نون ساکن اور تنوین کے بعد غیر مشدد حرف

ا	يَنْـَٔوْنَ	يَنْهَوْنَ	اَنْعَمْتَ	وَانْحَرْ
فَسَيُنْغِضُوْنَ	وَالْمُنْخَنِقَةُ	اَلدُّنْيَا	بُنْيَانٌ	قِنْوَانٌ
صِنْوَانٌ	مَنْ اٰمَنَ	كَمَنْ هُوَ	مِنْ عَيْنٍ	مِنْ حَكِيْمٍ
مِنْ غِلٍّ	مَنْ خَافَ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ	قَوْمٍ هَادٍ	سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ
غَنِيٌّ حَمِيْدٌ	عَذَابٌ غَلِيْظٌ	لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ		
ب	اِنْتَهُوْا	مَنْثُوْرًا	اَنْجَيْنَا	اَنْدَادًا
مُنْذِرِيْنَ	تَنْزِيْلٌ	مِنْسَاَتَهٗ	بِمُنْشَرِيْنَ	مَنْصُوْرُوْنَ
مَنْضُوْدٍ	قِنْطَارًا	يُنْظَرُوْنَ	مُنْفَكِّيْنَ	مُنْقَلِبُوْنَ
مُنْكِرُوْنَ	مَنْ تَابَ	مِنْ ثَمَرَةٍ	مَنْ جَآءَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مِنْ ذِكْرٍ	مِنْ زَكٰوةٍ	مِنْ سَبِيْلٍ	عَنْ شَيْءٍ	مَنْ صَبَرَ
عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ	مِنْ طِيْنٍ	مِنْ ظَهِيْرٍ	مَنْ فِيْهِنَّ	عَنْ قَوْلِكَ
مِنْ كُلٍّ	شَجَرَةً تَخْرُجُ	سَحَابًا ثِقَالًا	ظَلُوْمًا جَهُوْلًا	بَخْسٍ دَرَاهِمَ
قَرِيْبًا ذَاقُوْا	صَعِيْدًا زَلَقًا	قَوْلًا سَدِيْدًا	غِلَاظٌ شِدَادٌ	قَوْمًا صٰلِحِيْنَ
قُوَّةٍ ضُعْفًا	لَيْلًا طَوِيْلًا	ظِلًّا ظَلِيْلًا	شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا	ثَمَنًا قَلِيْلًا
خِطْاً كَبِيْرًا	اَمْ بِهٖ	يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ		هُمْ بِرَبِّهِمْ

وضاحت : جیساکہ معلّمین جانتے ہی ہیں کہ علم تجوید کی رو سے نون ساکن اور تنوین کے

چار احکام ہیں :۔ (۱) اظہار (۲) ادغام (۳) اقلاب (۴) اخفاء۔ چنانچہ ان دونوں (یعنی نون ساکن اور تنوین) کے بعد اگر :۔

- حروفِ یَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف ہو تو ادغام ہوتا ہے
- باء ہو تو اقلاب ہوتا ہے
- حروفِ حلقی میں سے کوئی حرف ہو تو اظہار ہوتا ہے
- اور باقی پندرہ حرفوں میں سے کوئی حرف ہو تو اخفاء ہوتا ہے

اوپر تختی نمبر ۲۴ کے ضمن میں نون کے بعد نون کا اور پھر اس کے بعد تختی نمبر ۲۵ کے ضمن میں نون کے بعد یَرْمَلُوْنَ کے باقی پانچ حرفوں اور باء کا قاعدہ بیان کیا جا چکا ہے، اب اس تختی کے ضمن میں باقی اکیس[1] حرفوں کا قاعدہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ان حرفوں کے بارے میں ہجاء سے متعلق تو کسی وضاحت کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ان کے ہونے کی صورت میں نہ تو نون کے بعد والے حرف پر تشدید ہوتی ہے اور نہ ننھا سا میم ہی لکھا ہوتا ہے اور ہجوں سے متعلق وضاحت کی ضرورت انہی دو صورتوں میں پیش آتی ہے، کیونکہ نون کے بعد خواہ اظہار کا حرف ہو خواہ اخفاء کا، ہجے دونوں لفظوں کے ایک ہی طرح کیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جس طرح مِنْ غِلٍّ اور مِنْ حَكِيْمٍ وغیرہ کے ہجے کیئے جاتے ہیں، مَنْ كَانَ اور مِنْ قَبْلُ وغیرہ کے ہجے بھی بعینہٖ اسی طرح کیئے جاتے ہیں۔ البتہ تلفظ دونوں نونوں کا مختلف ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نون مظہرہ تو اپنے اصلی مخرج یعنی نوکِ زبان اور تالو سے آن واحد میں ادا ہو جاتا ہے اور نون مخفاۃ میں نوکِ زبان تالو سے قریب تو ہو جاتی ہے مگر اس سے لگتی نہیں نیز یہ کہ جلدی سے ادا نہیں ہوتا بلکہ ایک الف کے برابر دیر لگتی ہے اور اتنی دیر تک آواز ناک میں گنگناتی رہتی ہے، اسلئے اس تختی کا درج کرنا بھی ضروری تھا تاکہ اساتذہ اسکے مندرجات کے ضمن میں بچوں کو اخفاء کی مشق کرا سکیں اور یوں بھی اگر یہ تختی درج نہ کی جاتی تو اس نوع کے الفاظ سے خالی ہونے کی وجہ سے یہ قاعدہ مکمل قرآنی

[1] ان اکیس[21] میں سے چھ حرف اظہار کے ہیں اور پندرہ اخفاء کے۔

قاعدہ کا مصداق نہ بنتا۔

گو بظاہر مناسب یہ تھا کہ اس تختی کو نمبر ۲۶ پر درج کیا جاتا۔ تاکہ ادغام واقلاب کے بعد کسی فصل کے بغیر دوسری تختی میں اظہار واخفاء کی مشق ہو جاتی اور چاروں احکام ایک ساتھ بیان ہو جاتے، لیکن چونکہ یہ تجوید کا رسالہ نہیں ہے قاعدہ ہے، اسلئے اس میں یہی اسلوب مناسب سمجھا گیا کہ پہلے تشدید والے ہر طرح کے الفاظ کی مشق کرا دی جائے اور پھر اسکے بعد اخفاء کی۔ امید ہے کہ معلّمین بھی اس اُسلوب کو پسند فرمائیں گے۔

بہر حال آپ پہلے بچوں کو یہ شعر یاد کرادیں:۔

حرفِ حلقی چھ سمجھ اے نورِ عین
ہمزہ ھاء و حاء خاء و عین غین

پھر اِس طرح سمجھائیں کہ:۔

عزیز طالب علمو! اگر جزم والے نون یا کسی دوزبر یا دوزیر یا دوپیش والے حرف کے بعد اِن چھ حرفوں میں سے کوئی حرف ہو، جو اِس شعر میں ہیں، تب تو اِس نون کو دوسرے حرفوں کی طرح صاف طور پر اور جلدی سے ادا کرتے ہیں اور اِس کو اظہار کہتے ہیں۔

اور اگر اِن چھ حرفوں کے علاوہ کوئی اور حرف ہو تو اِس صورت میں نون کو نہ تو جلدی سے ادا کرتے ہیں اور نہ ہی صاف طور سے، بلکہ اِس طرح ادا کرتے ہیں کہ زبان کی نوک کو تالو سے جدا مگر قریب ہی رکھ کر ایک الف کے برابر ناک میں گنگناتے ہیں اور اِس کو اخفاء کہتے ہیں۔

پھر صرف سمجھانے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ تلفظ کر کے بھی بتائیں اور بار بار بتائیں اور نہ صرف خود کہیں بلکہ ان کو بھی کہلائیں اور بار بار کہلائیں اور مشق اس طرح کرائیں کہ:۔

❁ کبھی پہلے ایک لفظ اظہار کا اور پھر ایک اخفاء کا
❁ کبھی پہلے اخفاء کا اور پھر اظہار کا

* کبھی پہلے دو اظہار کے اور پھر دو اخفاء کے اور کبھی اس کے برعکس
* ایسے ہی کبھی تین اظہار کے اور کبھی تین اخفاء کے
* اور کبھی بدل بدل کر کہ پہلے اظہار کا اور دوسرا اخفاء کا، پھر تیسرا اظہار کا اور چوتھا اخفاء کا، وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ اظہار و اخفاء کے موقع اور محل کی پہچان اور اسکے تلفظ کی خوب مشق کرائیں۔ لیکن اگر پڑھنے والے بہت چھوٹے اور ننھے منّے بچے ہوں تو انہیں اس شعر کے یاد کرانے اور علمی طور پر اظہار و اخفاء کا مسئلہ سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ ان کیلئے آپ کا پڑھ کر بتا دینا ہی کافی ہے اور اگر بالفرض قاعدہ خوانی کے دوران انہیں اخفاء سے پڑھنے کی مشق نہ بھی ہو سکے گی، تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ آگے چل کر قرآن خوانی کے دوران انشاء اللہ وہ یہ لطیف ادا سیکھ ہی لیں گے۔

گو اظہار کے حرفوں کے ضمن میں چار لفظ ادغام کے بھی درج کیئے گئے ہیں جن میں سے دو میں نون کے بعد واؤ ہے اور دو میں یاء، لیکن جیسا کہ معلّمین جانتے ہیں کہ اگر نون ساکن کے بعد واؤ اور یاء اسی کلمہ میں ہوں تو اس صورت میں نون کا واؤ اور یاء میں بھی ادغام نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان چار لفظوں میں واؤ اور یاء پر تشدید کی علامت نہیں بنائی جاتی۔ اس لئے ان لفظوں کو بھی اظہار ہی کے ضمن میں درج کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ طلبہ کو اخفاء و اظہار کا موقع بتانے اور مشق کرانے کے بعد ان لفظوں کا قاعدہ بھی سمجھا دیں اور اس طرح سمجھائیں کہ:۔

یوں تو جزم والے نون کے بعد اگر واؤ اور یاء ہوں تو نون کو ان حرفوں میں ملا کر اور غنہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، جس کی مشق تختی نمبر ۲۵ میں کرائی جا چکی ہے، لیکن اگر اس واؤ اور یاء پر تشدید نہ ہو جیسا کہ ان چار لفظوں میں نہیں ہے تو نون کو واؤ اور یاء میں نہیں ملاتے بلکہ ان کے ہونے کے باوجود بھی اظہار ہی سے پڑھتے ہیں۔

لیکن نوعمر اور کمسن بچوں کو یہ بات بھی بتانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس عمر میں مسائل کا سمجھنا ان کیلئے ممکن ہی نہیں۔ ایسے ہی اساتذہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جب میم کے بعد بار ہو تو اس میم کو بھی اخفاء اور غنہ سے پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے میم کے اخفاء والے چند لفظ بھی نون ہی کے ضمن میں درج کر دیئے ہیں اور ان کیلئے الگ تختی ترتیب دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

مگر ملحوظ رہے کہ میم کے اخفاء کی حقیقت نون سے جدا ہے اور وہ یہ کہ نون مخفاۃ کو تو خیشوم سے اس طرح ادا کرتے ہیں کہ زبان کی نوک تالو سے قریب تو ہوتی ہے مگر اس سے لگتی نہیں اور میم مخفاۃ کو خود اس کے مخرج سے یعنی دونوں ہونٹوں کو ملا کر ادا کرتے ہیں۔ البتہ غنہ اخفاء والے میم میں بھی کیا جاتا ہے۔

۲۹

وہ الفاظ جن میں ساتھ ساتھ دو دو ہمزے آئے ہیں

ءَاَنْتُمْ	ءَاَنْذَرْتَهُمْ	ءَاَلِدُ	ءَاَمِنْتُمْ	ءَاَشْفَقْتُمْ
ءَاَقْرَرْتُمْ	ءَاَسْلَمْتُمْ	ءَاَسْجُدُ	ءَاَشْكُرُ	ءَاَتَّخِذُ
ءَاَرْبَابٌ	ءَاٰلِهَتُنَا	ءَاِنَّكَ	اَئِفْكًا	ءَاِذَا
ءَاِلٰهٌ	ءَاِمَّةً	ءَاُنْزِلَ	ءَاُلْقِيَ	ءَاُنَبِّئُكُمْ
جَآءَ اَحَدٌ	تَفِيْٓءَ اِلٰى	بِالسُّوْٓءِ اِلَّا	هٰٓؤُلَآءِ اِنْ	جَآءَ اُمَّةً
يَشَآءُ اِلٰى	اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ			

ہمزہ ساکن حرف کے بعد

قَدْ اَفْلَحَ	مَنْ اٰمَنَ	وَالْاَرْضِ	بَلْ اٰتَيْنٰهُمْ	مِنَ الْاَوَّلِيْنَ
لَهُمْ اٰمَنُوْا	خَلَوْا اِلٰى	وَمَنْ اَظْلَمُ	مِنْ اَنْفُسِهِمْ	وَاُولُوا الْاَرْحَامِ
لَقَدْ اَرْسَلْنَا				

وضاحت: اس تختی میں ایسے الفاظ درج کیئے گئے ہیں جن میں دو دو ہمزے ساتھ ساتھ آئے ہیں اور یہ دو طرح کے ہیں:۔ بعض وہ ہیں جن میں دونوں ہمزے ایک ہی کلمہ میں آئے ہیں جیسے اَئِفْكًا اور بعض وہ ہیں جن میں دو کلموں میں آئے ہیں جیسے جَآءَ اَحَدٌ۔

ہمزہ ایک ایسا حرف ہے جو سختی سے ادا ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی اس میں یہ بات بھی پائی جاتی ہے کہ اگر پڑھنے والے سے تساہل ہو جائے تو یہ نرم ادا ہو جاتا ہے خصوصاً جب دو ہمزے ساتھ ساتھ آ رہے ہوں تو اس غلطی کے وقوع کا امکان اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ شاہد

ہے۔ اسلئے ایک تختی میں ایسے الفاظ کا جمع کر دینا بھی مفید معلوم ہوا۔ لہٰذا معلّمین کو چاہیئے کہ بچوں کو دونوں ہمزے خوب سختی کیساتھ ادا کرنے کی تاکید کریں اور یہ الفاظ انہیں بار بار کہلائیں اور مشق کرائیں۔ خود بھی دونوں ہمزوں کو اہتمام کیساتھ سخت ادا کریں اور بچوں کو بھی اسی طرح کہلائیں۔ تاکہ بچے قاعدہ خوانی کے دوران ہی ہمزہ کو سختی کے ساتھ ادا کرنے کے عادی بن جائیں۔

اور اگر پڑھنے والے سمجھدار ہوں تو مسئلہ کی علمی انداز میں بھی وضاحت کر دیں اور یہ بات اچھی طرح ان کے ذہن نشین کرا دیں کہ ہمزہ کو سختی کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے خصوصاً جہاں دو ہمزے جمع ہوں وہاں اس بات کا اور بھی زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

رہے ان الفاظ کے ہجے؟ سو اس بارے میں یہاں کسی نئی وضاحت کی ضرورت نہیں اسلئے کہ ہجے ان الفاظ کے بھی دوسرے الفاظ کی طرح ہی کیئے جاتے ہیں' البتہ اتنی بات ضرور سمجھ لینے کی ہے کہ جس الف پر کوئی حرکت ہوتی ہے، وہ اصل میں الف نہیں ہوتا بلکہ ہمزہ ہوتا ہے جیسے ءَاَلِدُ اور ءَاَسْجُدُ وغیرہ میں دوسرا ہمزہ، اسلئے ہجوں میں بھی ایسے الف کو ہمزہ ہی کہنا چاہیئے۔

ہاں اگر پڑھنے والے چھوٹے اور کمسن بچے ہوں تو ان کو اگر حرف کی ظاہری شکل کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے ہمزہ کو الف ہی کہلایا جائے تو میرے خیال میں اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ کسی حرف کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقت نہیں بدلتی۔

نوٹ: جس طرح دو ہمزے ساتھ ساتھ ہوں تو بغیر اہتمام کے سخت ادا نہیں ہوتے اسی طرح ساکن کے بعد والا ہمزہ بھی اہتمام کے بغیر سخت ادا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس تختی کے آخر میں چند الفاظ اس نوع کے بھی درج کر دیئے ہیں۔ تاکہ ان لفظوں کی بھی قاعدہ ہی میں مشق ہو جائے۔ لہٰذا یہ الفاظ بھی پورے اہتمام اور توجہ کے ساتھ پڑھائیں۔ اگر آپ بچوں کو قاعدہ اچھی طرح اور اصولوں کے مطابق پڑھا دیں گے تو آگے چل کر قرآن پڑھنے کے دوران مشکل پیش نہیں آئے گی انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

۳۰

وہ الفاظ جن میں ملتی جلتی آوازوں یا قریب قریب مخرجوں والے دو دو حرف آئے ہیں

سَبِّحْهُ	نُوْحُ اهْبِطْ	اَلَمْ اَعْهَدْ
اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ	فَاصْفَحْ عَنْهُمْ	فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا
خَلَقَ كُلَّ	اَنْقَضَ ظَهْرَكَ	يَعَضُّ الظَّالِمُ
فَمَنِ اضْطُرَّ	لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ	تَطَّلِعُ
مُتَطَهِّرِيْنَ	مَبْسُوْطَتٰنِ	اِذِ الظّٰلِمُوْنَ
نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ	مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ	اَلَيْسَ الصُّبْحُ
عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ	بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ	

وضاحت: اس تختی میں ایسے الفاظ درج کیے گئے ہیں جو یا تو قریب المخرج ہیں یا ان کی آوازیں ملتی جلتی ہیں۔ چونکہ ان میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ اگر خیال نہ رکھا جائے تو دونوں الگ الگ اور صاف صاف ادا نہیں ہوتے۔ تجربہ بھی اسکا شاہد ہے اور کتب تجوید میں بھی اس کی تصریح کی گئی ہے۔ لہٰذا ایک تختی میں ایسے الفاظ کا جمع کر دینا بھی مفید معلوم ہوا تاکہ معلّمین اپنے شاگردوں کو ان الفاظ کی مشق بھی قاعدہ ہی میں کرا سکیں اور قاعدہ بھی اسم با مسمّٰی بن جائے۔ لہٰذا معلّمین کو چاہیے کہ سابق کی طرح یہ تختی بھی پوری توجہ اور محنت سے پڑھائیں اور ہر لفظ کے دونوں حرفوں کو الگ الگ اور صاف صاف یعنی اس کی اپنی ہی آواز کے ساتھ ادا کرنے کی مشق کرائیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ بچوں کو اس بات کا عادی بنایا جائے کہ پہلے، پہلے حرف کو اچھی طرح ادا کر لیں

اور پھر دوسرے حرف کو ادا کریں۔ بس اس کا اہتمام کرنے سے دونوں حرف الگ الگ اور صاف صاف خود بخود ادا ہوتے چلے جائیں گے۔ باقی ہجوں کے متعلق یہاں بھی کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس میں بھی کوئی نئی بات نہیں اور گو اس تختی کا قاعدہ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں، اس لئے کہ ایسی باریک باتیں قاعدہ میں بیان نہیں کی جاتیں۔ لیکن چونکہ یہ قاعدہ ایک مکمل قاعدہ اور قرآن کے الفاظ کا ایک جامع خلاصہ ہے، اسلئے نام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تختی کا درج کرنا بھی ضروری تھا۔ ورنہ یہ نہ تو مکمل قاعدہ کہلا سکتا اور نہ ہی جامع خلاصہ۔

ہدایت

جلد بازی سے کام نہ لیجئے

چونکہ ان الفاظ کا ادا کرنا اور دونوں حرفوں کو صاف صاف اور ایک دوسرے سے ممتاز کر کے پڑھنا ایک مشکل کام ہے، اس لئے معلّمین کو چاہیئے کہ وہ تختی ختم کرا دینے میں جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ ان الفاظ کو صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کی مشق بڑی محنت اور توجہ سے کرائیں۔ خواہ دن کچھ زیادہ ہی لگ جائیں۔ ہاں اگر کمسن اور ننھے منّے بچوں کو یہ تختی نہ بھی پڑھائی جائے تب بھی کوئی حرج نہیں بلکہ اگر معلّمین اسکولوں کے طلبہ کیلئے بھی مشکل سمجھیں تو ان کو بھی نہ پڑھائیں۔ کورس کی کتنی کتابیں ایسی ہیں جن کے بعض حصے چھڑا دیئے جاتے ہیں۔ مگر نام کی جامعیت کے پیش نظر درج کرنا ضروری تھا، لیکن اگر پڑھائیں تو پڑھائیں ہجوں سے ہی اور رواں ہجوں کے بعد پڑھائیں۔ تاہم پڑھانا نہ پڑھانے سے بہتر ہے، کیونکہ اس سے ایسے الفاظ کے ادا کرنے کی مشق بھی بچوں کو قاعدہ ہی میں ہو جائیگی اور آگے چل کر قرآن خوانی کے دوران شاگرد اور استاذ دونوں کو آسانی رہے گی۔

۳۱

ایک طرح کے دو دو لفظ

خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا	خَطِفَ الْخَطْفَةَ	فَاصْفَحِ الصَّفْحَ
فَاقْصُصِ الْقَصَصَ	يُحِقَّ الْحَقَّ	يُبْطِلَ الْبَاطِلَ
يُنْشِئُ النَّشْاَةَ	هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ	تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ
حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ	نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ	نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ
وِرْدُ الْمَوْرُوْدُ	رِفْدُ الْمَرْفُوْدُ	طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ
قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ	صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ	مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ
بِالْخُنَّسِ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ	وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ	اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ
وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ	اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً	اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى
مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ	بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ	لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ
خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى	اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ	كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ
اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ	اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ	تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ۝ الَّتِىْ	قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ	لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ
وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا	اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى	

وضاحت: اس تختی کے درج کرنے کے دو مقصد ہیں:۔ ایک طلبہ کی تنشیطِ طبع اور دوسرا بڑے بڑے مرکبات اور ان کے ضمن میں بعض سابقہ قاعدوں کی مشق۔ کیونکہ اس میں دو طرح کے مرکبات درج کیے گئے ہیں، بعض وہ ہیں جن میں ایک طرح کے دو دو لفظ ہیں اور ایسے الفاظ

کے مسلسل اور لگاتار ادا کرنے سے اذہان وطبائع میں انشراح پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ تختی نمبر۱۸ میں ایک طرح کے دو دو حرفوں والے الفاظ جو درج کیئے گئے تھے تو اس کی غرض[1] بھی یہی تھی اور بعض وہ ہیں جو تین تین اور چار چار الفاظ پر مشتمل ہیں اور ان میں مد، اخفاء، اظہار اور ادغام وغیرہ کے قاعدے جاری ہیں، اس لئے خیال آیا کہ اگر ایسے الفاظ کے ادا کرنے کی مشق بھی قاعدہ ہی میں ہو جائے تو پھر آگے چل کر قرآن پڑھانے کے دوران کوئی مشکل پیش آ ہی نہیں سکتی اور استاد تعلیم کی گاڑی کو نہایت آسانی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔

لیکن یہ مقصد جب ہی حاصل ہوگا کہ اساتذہ پوری محنت اور توجہ کے ساتھ پڑھائیں گے اور اپنے شاگردوں کو یہ تختی اتنی مرتبہ کہلائیں گے کہ اس کے مندرجات ان کی زبانوں پر رواں دواں ہو جائیں، تب ہی وہ قرآن مجید میں ان الفاظ کو آسانی کے ساتھ ادا کر سکیں گے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایک آدھ مرتبہ کہلا دینے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں رواں پڑھانے سے پہلے ہجوں سے پڑھانا بھی ضروری ہے۔ اسلئے کہ ہجے رواں پڑھنے کی کنجی ہیں کہ اگر کوئی لفظ زبان پر نہ چڑھ سکے تو اسکے حرفوں کو باہم ملانے سے وہ لفظ زبان پر چڑھ جاتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ شاہد ہے۔ ایسے ہی تجوید کے جو قواعد ان مرکبات میں جاری ہیں، ان کی مشق بھی تب ہی ہوگی کہ اساتذہ پہلے ان قواعد کا خود خیال رکھیں اور پھر شاگردوں کو ان کے موافق پڑھائیں۔ ورنہ نرے علم کا سوا جاننے کے کوئی فائدہ نہیں۔

[1] پس تختی نمبر۱۸ میں تو ایسے الفاظ درج کیئے گئے تھے جن میں ایک طرح کے دو دو حرف آئے ہیں اور اس تختی میں ایسے مرکبات درج کیئے گئے ہیں جن میں ایک طرح کے دو دو لفظ آئے ہیں۔

۳۲

وقف کے طریقے

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○	يَوْمِ الدِّيْنِ ○	وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○
كُفُوًا اَحَدٌ ○	حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○	سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○
اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○	رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○	فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ○
هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ○	خَشِيَ رَبَّهٗ ○	فَلَا تَقْهَرْ ○
وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○	اَلَّا تَعُوْلُوْا ○	رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ○
وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ ○		

وضاحت : اس تختی کے درج کرنے سے طلبہ کو وقف کرنے کا طریقہ اور اسکا قاعدہ سمجھانا مقصود ہے۔ پس اساتذہ طلبہ کو یہ مسئلہ اسطرح سمجھائیں کہ :۔

عزیز بچو! جس طرح قرآن شریف کے حروف اور اسکے الفاظ کو صحیح پڑھنا ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وقف اُسی قاعدہ اور اُسی طریقہ کے موافق کیا جائے جس طرح قراء اور اہلِ زبان کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ وقف کرتے وقت سانس لینا ضروری ہے۔ سانس لئے بغیر وقف کرنا ایک بے معنیٰ سی بات ہے۔ اس لئے کہ وقف کیا ہی اس غرض سے جاتا ہے کہ سانس لے کر تازہ دم ہو لیا جائے۔ اسکے علاوہ مندرجہ ذیل قواعد کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ ان پر عمل کیئے بغیر محض سانس لینا بھی کافی نہیں :۔

۱ جس کلمہ پر وقف کرنا ہو اگر اس کے آخری حرف پر

❁ ایک زبر یا ایک پیش یا دو پیش

❁ یا اسکے نیچے ایک زیر یا دو زیر ہوں

٭ یا اس کلمہ کا آخری حرف وہ ھاء ہو جسکے اوپر الٹا پیش یا اسکے نیچے کھڑی زیر ہوتی ہے تو ان سب صورتوں میں اس حرف کو ساکن پڑھو، کیونکہ حرکت کے ساتھ وقف کرنا جائز نہیں۔

۲ اگر اس کلمہ کے آخری حرف پر دو زبر ہوں تو اس کے آخر میں جو نون کی آواز پیدا ہوتی ہے اس کو الف سے بدل دو۔

۳ اگر اس کلمہ کا آخری حرف وہ ھاء ہو جس پر دو نقطے ہوتے ہیں (یعنی ۃ) تو وقف میں اس کو ھاء ہی پڑھو۔ تاء مت پڑھو اور پڑھو بھی ساکن ہی۔ خواہ اس پر دو زبر ہی کیوں نہ ہوں۔

۴ اگر اس کلمہ کا آخری حرف ساکن ہو، خواہ یہ حرف الف ہو، واؤ ہو، یاء ہو، یا ان کے علاوہ کوئی اور حرف ہو تو اس کلمہ پر صرف سانس لینے سے ہی وقف ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کرنا پڑتا۔

نوٹ: تختی میں ان سب صورتوں کی مثالیں درج کر دی گئی ہیں۔ معلّمین کو چاہیئے کہ ان مثالوں کے ضمن میں اس قاعدہ کی اچھی طرح مشق کرا دیں۔ اسطرح کہ پہلے ہر لفظ کو وصل کی حالت کے مطابق پڑھیں اور پھر مذکورہ بالا قاعدہ جاری کر کے اس پر وقف کر کے بتائیں۔ بالخصوص دو نقطوں والی ھاء کے قاعدہ کی مشق تو اور بھی زیادہ اہتمام سے کرائیں۔ اس لئے کہ اس میں دو کام کرنے پڑتے ہیں:-

٭ ایک یہ کہ بجائے تاء کے ھاء پڑھنی پڑتی ہے

٭ دوسرا یہ کہ اس پر خواہ کوئی سی حرکت ہو، اسے ساکن ہی پڑھنا پڑتا ہے

اسی لئے اس کی مثالیں بھی زیادہ درج کی گئی ہیں۔ ہاں یہ بات بھی سمجھا دیں کہ جس حرف پر وقف کیا جائے، اگر وہ مشدد ہو تو اس کی تشدید وقف[1] میں بھی ادا کی جاتی ہے، بلکہ اس حالت میں اسکا اور بھی زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ خیال نہ رکھنے سے بسا اوقات یہ ادا ہونے سے

۱ چنانچہ مُسْتَمِرٌّ کی راء جس طرح وصل میں مشدد پڑھی جاتی ہے اسی طرح وقف میں بھی مشدد ہی پڑھی جاتی ہے (پڑھ کر بتلادیں)۔

رہ جاتی ہے۔

مد کرنے کی ہدایت بھی کیجئے

ہاں اس سلسلہ میں اپنے شاگردوں کو ایک یہ بات بھی سمجھا دیں کہ وقف والے حرف سے پہلے اگر حرفِ مد ہو تو اس مدّہ میں مد کرنا اور اس کو تین چار گنا کھینچ کر پڑھنا چاہیئے۔ یاء کی مثالیں تو او پر تختی میں درج ہو ہی چکی ہیں یعنی اَلْعٰلَمِیْنَ○ یَوْمِ الدِّیْنِ○ نَسْتَعِیْنُ○ اور الف اور واؤ کی یہ ہیں :- تُکَذِّبٰنِ○ یَسْجُدٰنِ○ یَعْلَمُوْنَ○ اور یُنْصَرُوْنَ○ وغیرہ۔ اس کو مد عارض وقفی کہتے ہیں۔ یہ مد کی وہی چوتھی قسم ہے جس کا ذکر تختی نمبر ۲ کی وضاحت کے ضمن میں کیا گیا تھا اور یہ کہا گیا تھا کہ اس کی پوری تفصیل وقف کی بحث میں آئیگی۔ لیکن ایسے موقعوں میں حرفِ مد پر مد کی علامت بنائی نہیں جاتی، اس لئے کہ اس کے بعد والا حرف متحرک ہوتا ہے اور وہ ساکن صرف وقف ہی میں پڑھا جاتا ہے، اسلئے یہ مد بھی وقف ہی میں ہوتا ہے، مابعد سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے اس کو مد عارض وقفی کہتے ہیں یعنی وہ مد جو وقف کی وجہ سے کیا گیا ہے بلکہ اگر وقف والے حرف سے پہلے حرفِ لین ہو جیسے مِنْ خَوْفٍ○ وَالصَّیْفِ○ مِنْهُمْ شَیْءٌ اور لَا ضَیْرَ وغیرہ تو اس میں بھی مد کرنا جائز ہے۔ لیکن اس میں اتنا ضروری نہیں جتنا کہ حرفِ مد میں ضروری ہے۔ فقط

رہا محلِ وقف کا قاعدہ یعنی یہ کہ وقف کہاں کرنا چاہیئے اور کہاں نہیں کرنا چاہیئے، نیز یہ کہ وقف کرنے کے بعد آگے سے کب پڑھنا چاہیئے اور پیچھے سے کب لوٹانا چاہیئے، تو اس مسئلہ کے سمجھانے کیلئے قاعدہ کی تختی موزوں نہیں۔ اس لئے کہ قاعدوں میں تو الفاظ اور جملوں کو الگ الگ اور مستقلاً ہی ادا کیا جاتا ہے اور محلِ وقف کی وضاحت کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں مسلسل عبارت پڑھی جائے، اس لئے اس مسئلہ کو ہم انشاء اللہ ناظرہ پڑھانے کی بحث کے ضمن میں بیان کریں گے۔

وقف والے الفاظ کے ہجے

چونکہ اس تختی کے ضمن میں وقف کا قاعدہ سمجھانا مقصود ہے اور ایسے الفاظ کے جوڑوں کے سلسلہ میں مزید وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے، اسلئے ذیل میں چند مرکبات کے ہجے درج کیئے جاتے ہیں تاکہ ہجاء کی بحث ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے اور کسی بھی پہلو سے تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے :-

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ کے ہجے اس طرح ہوں گے :- راء باء زبر رَبْ، باء لام زیر بِ لْ، رَبِّ الْ، عین کھڑا زبر عٰ، رَبِّ الْعٰ، لام زبر لَ، رَبِّ الْعٰلَ، میم یاء زیر مِیْ، رَبِّ الْعٰلَمِیْ، نون زبر نَ، رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، آگے آیت رَبِّ الْعٰلَمِیْنْ○

خَشِيَ رَبَّهٗ○ کے ہجے اسطرح ہوں گے :- خاء زبر خَ، شین زیر شِ، خَشِ، یاء زبر یَ، خَشِيَ، راء باء زبر رَبْ، خَشِيَ رَبْ، باء زبر بَ، خَشِيَ رَبَّ، هاء الٹا پیش هٗ، خَشِيَ رَبَّهٗ، آگے آیت خَشِيَ رَبَّهْ○

تَوَّابًا○ کے ہجے اس طرح ہوں گے :- تاء واؤ زبر تَوْ، واؤ الف زبر وَا، تَوَّا، باء دو زبر بًا، تَوَّابًا، آگے آیت تَوَّابَا○

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً○ کے ہجے اس طرح ہوں گے :- راء الف زبر راء، ضاد زیر ضِ، رَاضِ، یاء زبر یَ، رَاضِيَ، تاء دو زبر میم ةً مْ، رَاضِيَةً مْ، میم راء زبر مَرْ، رَاضِيَةً مَّرْ، ضاد یاء زیر ضِیْ، رَاضِيَةً مَّرْضِیْ، یاء زبر یَ، رَاضِيَةً مَّرْضِيَّ، تاء دو زبر ةً، رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً، آگے آیت، رَاضِيَةً مَّرْضِيَّهْ○

اور فَحَدِّثْ○ کے ہجے اسطرح ہوں گے :- فاء زبر فَ، حاء دال زبر حَدْ، فَحَدْ، دال ثاء زیر دِثْ، فَحَدِّثْ، آگے آیت ○

پس جس حرف پر وقف کیا جائے اگر وہ متحرک ہو تو ہجوں میں اسکا نام پہلے اس کی حرکت کے ساتھ لیتے ہیں اور اس کو ادا بھی متحرک ہی کرتے ہیں، پھر اس کے بعد آیت یا وقف کی جو

علامت ہو اس کا نام لے کر اس کے پورے لفظ کو دوبارہ ادا کرتے ہیں اور اس مرتبہ اس حرف کو ساکن پڑھتے ہیں۔

اگر وہ حرف دو نقطوں والی ھاء ہو تو ہجوں میں اس کو تاء کہتے ہیں اور اسکا تلفظ بھی تاء ہی سے کرتے ہیں، پھر آیت یا وقف کی علامت جو بھی ہو اس کا نام لے کر اس کو جب دوبارہ ادا کرتے ہیں تو اس مرتبہ اس کو ھاء پڑھتے ہیں۔

اور اگر وہ حرف پہلے ہی سے ساکن ہو تو اس کلمہ کا تلفظ صرف ایک ہی مرتبہ کیا جاتا ہے۔ آیت یا وقف کی علامت کا نام لینے کے بعد دوبارہ نہیں پڑھا جاتا کیونکہ بلحاظِ تلفظ اسکا وصل اور وقف دونوں برابر ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آگے آیت کہنے کے بعد فَحَدِّثْ۝ کو دوبارہ نہیں دہرایا گیا بلکہ آگے آیت یا علامتِ وقف کا نام لینے کی بھی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ ان چیزوں کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ وقف میں بلحاظِ تلفظ تغیر کرنا ہوتا ہے اور یہاں یہ بات نہیں ہوتی۔ تاہم اگر آیت یا علامت کا لفظ بول دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن لفظ کے دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

۳۳

وہ الفاظ جن کا تلفظ رسم کے خلاف ہے

شمار	لکھنے کی صورت	پڑھنے کی صورت	پارہ : رکوع	سورۃ : آیت
۱	يَبْصُّطُ	يَبْسُطُ	۲:۱۶	بقرہ : ۲۴۵
۲	بَصْطَةً [۱]	بَسْطَةً	۸:۱۶	اعراف : ۶۹
۳	اَلْمُصَيْطِرُوْنَ	اَلْمُسَيْطِرُوْنَ اَلْمُصَيْطِرُوْنَ	۲۷:۴	طور : ۳۷
۴	ءَاَعْجَمِيٌّ	ءَاَعْجَمِيٌّ	۲۴:۱۹	فصلت : ۴۴
۵	اَوْ يَعْفُوَا	اَوْيَعْفُوَ	۲:۱۵	بقرہ : ۲۳۷
۶	اَفَائِنْ مَّاتَ	اَفِإِنْ مَّاتَ	۴:۶	آل عمران : ۱۴۴
۷	لَاْ اِلَى اللّٰهِ	لَاِلَى اللّٰهِ	۴:۸	آل عمران : ۱۵۸
۸	اَنْ تَبُوْٓءَاْ	اَنْ تَبُوْٓءَ	۶:۹	مائدہ : ۲۹
۹	مِنْ نَّبَاْئِ	مِنْ نَّبَاِ	۷:۱۰	انعام : ۳۴
۱۰	مِاْئَتَيْنِ	مِئَتَيْنِ	۱۰:۵	انفال : ۶۵،۶۶
۱۱	وَلَاْ اَوْضَعُوْا	وَلَاَوْضَعُوْ	۱۰:۱۴	توبہ : ۴۷
۱۲	ثَمُوْدَاْ (چار جگہ)	ثَمُوْدَ	۱۲:۶ تا ۱۹:۲ ۲۰:۱۶، ۲۷:۷	ھود : ۶۸ فرقان : ۳۸ عنکبوت : ۳۸ نجم : ۵۱
۱۳	لِتَتْلُوَا	لِتَتْلُوَ	۱۳:۱۰	رعد : ۳۰

[۱] پس سورۃ بقرہ رکوع نمبر ۱۶ (آیت : ۲۴۷) والے کا یہ حکم نہیں بلکہ اسکا تلفظ رسم کے مطابق ہی ہے۔

[۲] مگر وہ جو اِنَّ کے بعد ہے، اِلَى کے بعد والا نہیں۔

۱۴	لَنْ نَّدْعُوَاْ	لَنْ نَّدْعُوَ	۱۴:۱۵	کہف: ۱۴
۱۵	لِشَاْیْءٍ	لِشَیْءٍ	۱۶:۱۵	کہف: ۲۳
۱۶	مِاْئَةُ (تمام آخوں جگہ)	مِئَةُ		بقرہ: ۲۵۹، ۲۶۱، انفال: ۶۵، ۶۶ کہف: ۲۵، نور: ۲، صافات: ۱۴۷
۱۷	لٰكِنَّاْ	لٰكِنَّ	۱۷:۱۵	کہف: ۳۸
۱۸	اَفَاْىِٕنْ مِّتَّ	اَفَإِنْ مِّتَّ	۳:۱۷	انبیاء: ۳۴
۱۹	لَاْ اَذْبَحَنَّهٗ	لَاَذْبَحَنَّهٗ	۱۷:۱۹	نمل: ۲۱
۲۰	لِيَرْبُوَاْ	لِيَرْبُوَ	۷:۲۱	روم: ۳۹
۲۱	اَلظُّنُوْنَاْ	اَلظُّنُوْنَ	۱۸:۲۱	احزاب: ۱۰
۲۲	اَلرَّسُوْلَاْ	اَلرَّسُوْلَ	۵:۲۲	احزاب: ۶۶
۲۳	اَلسَّبِيْلَاْ	اَلسَّبِيْلَ	۵:۲۲	احزاب: ۶۷
۲۴	لَاْ اِلَى الْجَحِيْمِ	لَاِلَى الْجَحِيْمِ	۶:۲۳	صافات: ۶۸
۲۵	وَجِاْیْٓءَ (دو جگہ)	وَجِيْٓءَ	۴:۲۴، ۱۴:۳۰	زمر: ۶۹، فجر: ۲۳
۲۶	لِيَبْلُوَاْ	لِيَبْلُوَ	۵:۲۶	سورۃ محمد: ۴
۲۷	وَنَبْلُوَاْ	وَنَبْلُوَ	۸:۲۶	سورۃ محمد: ۳۱
۲۸	لَاْ اَنْتُمْ	لَاَنْتُمْ	۵:۲۸	حشر: ۱۳
۲۹	سَلٰسِلَاْ	سَلَاسِلَ	۱۹:۲۹	دہر: ۴
۳۰	قَوَارِيْرَاْ ۝ قَوَارِيْرَاْ	قَوَارِيْرَ ۝ قَوَارِيْرَ	۱۹:۲۹	دہر: ۱۵، ۱۶
۳۱	بِاَیْيدٍ	بِاَيْدٍ	۲:۲۷	ذاریات: ۴۷
۳۲	مَلَاْىِٕهٖ، مَلَاْىِٕهِمْ	مَلَئِهٖ، مَلَئِهِمْ		اعراف: ۱۰۳، یونس: ۷۵، ۸۳، ہود: ۹۷ مومنون: ۴۶، قصص: ۳۲، زخرف: ۴۶

۳۳	اَنَاْ	اَنْ	جہاں بھی آئے

وضاحت :اس تختی میں وہ الفاظ درج کیئے گئے ہیں جو لکھے ہوئے اور طرح ہیں، پڑھے اور طرح جاتے ہیں۔ چنانچہ پہلے تین لکھے ہوئے تو صاد کے ساتھ ہیں اور پڑھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ یَبْصُۜطُ اور بَصْۜطَةً یہ دونوں تو صرف سینؑ کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اور اسی لئے ان میں صاد کے اوپر چھوٹا سا سین بھی لکھا رہتا ہے اور اَلْمُصَۜیْطِرُوْنَ میں صاد پڑھنا بھی جائز ہے اور سین پڑھنا بھی۔

اور ءَاَعْجَمِیٌّ کے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ اس کے دوسرے ہمزہ کو دو ہمزوں والے عام الفاظ کی طرح سختی سے پڑھنا جائز نہیں بلکہ نرم پڑھنا ضروری ہے۔ اسکو تسہیل کہتے ہیں۔ یہ سارے قرآن مجید میں صرف اسی ایک ہمزہ میں ہے۔ اسی لئے اسکے دوسرے ہمزہ کو جو الف کی صورت میں لکھا ہوا ہے، پڑھنے کی صورت کے کالم میں صاف طور سے نہیں لکھا۔ تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ یہ پڑھا بھی اسی طرح جاتا ہے۔ رہے باقی انتیس[۲۹] الفاظ؟ سو ان میں سے اٹھائیس میں ایک الف اور انتیسویں میں ایک یاء زائدہ ہے۔

❁ چنانچہ لَاْاِلَی اللّٰهِ، لَاْاِلَی الْجَحِیْمِ، لَاْ اَنْتُمْ، وَلَاْ اَوْضَعُوْا، لَاْ اَذْبَحَنَّهٗ اَلرَّسُوْلَاْ۝ اَلسَّبِیْلَاْ۝ اور مَلَاْیِهٖ ان آٹھ میں لام کے بعد

❁ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اور اَفَاْئِنْ مِّتَّ میں فاء کے بعد

❁ مِاْئَةٍ اور مِاْئَتَیْنِ میں میم کے بعد

❁ مِنْ نَّبَاْیِ میں باء کے بعد

❁ لِشَاْیْءٍ میں شین کے بعد

[۱] رہ گیا یہ سوال کہ جب یَبْصُۜطُ اور بَصْۜطَةً میں سین پڑھنا ہی ضروری ہے تو پھر ان کو صاد سے کیوں لکھا ہے؟ تو اس سوال کے حل کیلئے یہ کتابچہ مناسب نہیں، اس کیلئے قراءات کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

* وَجَآئَ ءَ میں جیم کے بعد
* اَنْ تَبُوْٓءَا میں ہمزہ کے بعد
* اَوْیَعْفُوَا، لِتَتْلُوَا، لَنْ نَّدْعُوَا، لِیَرْبُوَا، لِیَبْلُوَا اور نَبْلُوَا ان چھ میں واؤ کے بعد
* لٰکِنَّا، اَلظُّنُوْنَا اور اَنَا ان تین میں نون کے بعد
* سَلٰسِلَا میں دوسرے لام کے بعد
* قَوَارِیْرَا میں راء کے بعد
* اور ثَمُوْدَا میں دال کے بعد الف لکھا ہوا تو ہے لیکن پڑھا نہیں[1] جاتا۔ چنانچہ پڑھنے کی صورت کے کالم میں ان کے آخر سے الف حذف کر دیا ہے۔ تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ ان الفاظ کا الف صرف لکھنے میں آتا ہے پڑھنے میں نہیں آتا۔ اکثر قرآنوں میں اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ان الفات کے اوپر چھوٹا سا گول دائرہ بنا ہوتا ہے۔
* اور انتیسواں لفظ بِاَیْیدٍ ہے۔ اس میں ہمزہ اور دال کے درمیان لکھی ہوئی تو دو یائیں ہیں مگر پڑھی صرف ایک ہی جاتی ہے۔

ہجے صرف تلفظ کے مطابق کرائیں

اگر ان الفاظ کے ہجے کرانا ہوں تو تلفظ کے مطابق کرائیں، کتابت کے مطابق نہ کرائیں

[1] البتہ اَلظُّنُوْنَا اَلرَّسُوْلَا اَلسَّبِیْلَا پہلا قَوَارِیْرَا لٰکِنَّا اور اَنَا ان چھ پر اگر وقف کیا جائے تو الف پڑھا جاتا ہے اور سَلٰسِلَا میں دونوں باتیں جائز ہیں پڑھنا بھی اور نہ پڑھنا بھی مگر وصل میں نہ پڑھنا ہی ضروری ہے، مگر ملحوظ رہے کہ یہ بات اُس الف کے بارے میں ہو رہی ہے جو دوسرے لام کے بعد ہے، پہلے لام کے بعد والا الف ہر حالت میں پڑھا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ کلمہ کے درمیان میں ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ ان میں سے پہلے چار پر چونکہ آیت ہے، اسلئے ان پر وقف کرنا ہی بہتر ہے۔ البتہ دوسرے قَوَارِیْرَا، لٰکِنَّا، اَنَا اور سَلٰسِلَا پر بغیر مجبوری کے وقف نہیں کرنا چاہیے۔

چنانچہ یَبْصُۜطُ اور بَصْۜطَةً کے ہجوں میں بار کے بعد صاد کا نام نہیں لینا بلکہ سین کا لینا ہے اور اَلْمُصَۜیْطِرُوْنَ میں صاد کا بھی لے سکتے ہیں اور سین کا بھی۔ اور باقی اٹھائیس میں الف کا نام کسی میں بھی نہیں لیا جائیگا۔

چنانچہ لَاْ اِلَی اللّٰهِ کے ہجے اس طرح ہوں گے :- لام زبر لَ، ہمزہ زیر اِ، لَاْ اِ، لام لام زبر لَ لَ، لَاْ اِلَی الَ، لام کھڑا زبر لٰ، لَاْ اِلَی اللّٰ، ھار زیر ہِ، لَاْ اِلَی اللّٰهِ۔

مِاْئَتَیْنِ کے ہجے اس طرح ہوں گے :- میم زیر مِ، ہمزہ زبر ءَ، مِاْءَ، تار یار زبر تَیَ، مِاْئَتَیْ، نون زیر نِ، مِاْئَتَیْنِ۔ (باقی چھبیس لفظوں کو بھی اسی طرح سمجھ لیں)۔

بِاَیْیدٍ کے ہجے اس طرح کرائے جائیں :- بار زیر بِ، ہمزہ یار زبر اَیْ، بِاَیْ، دال دو زیر دٍ، بِاَیْیدٍ۔ مطلب یہ ہے کہ ہجوں میں صرف ایک ہی یار کا نام لیا جائے گا۔

یہ الفاظ قرآن مجید میں بھی دکھا دیجیے

اگر چہ ان الفاظ کے ضمن میں ہم نے پارہ اور رکوع نمبر نیز سورۃ مع آیت نمبر درج کر دیا ہے، مگر پھر بھی مناسب یہ ہے کہ یہ الفاظ طلبہ کو قرآن مجید میں بھی دکھا دیئے جائیں۔ تاکہ ان کے مواقع ان کے دماغوں میں اچھی طرح محفوظ ہو جائیں، کیونکہ محض قاعدہ میں دیکھ کر مواقع محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔ تھوڑی سی محنت سے بات اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی۔ البتہ چھوٹے بچوں کیلئے اس محنت کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو یہ تختی پڑھانے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔

[1] پس دو لاموں کے درمیان والی یار اور ہمزہ نہ تو پڑھنے میں آئیں گے اور نہ ان کے ہجے ہی کیے جائیں گے۔ تفصیل کیلئے تختی نمبر ۲۲ کی وضاحت دیکھئے۔

۳۴

حروفِ مقطعات

الٓمّٓ	الٓمّٓصٓ	الٓرٰ	الٓمّٓرٰ	كٓهٰيٰعٓصٓ
طٰهٰ	طٰسٓمّٓ	طٰسٓ	يٰسٓ	صٓ
حٰمٓ	حٰمٓ ○ عٓسٓقٓ		قٓ	نٓ

وضاحت: معلّمین حضرات یہ تو جانتے ہی ہیں کہ ان حرفوں کو حروفِ مقطعات کہتے ہیں۔ مقطعات کے معنیٰ ہیں: کٹے کٹے یعنی الگ الگ پڑھے جانے والے حروف۔ مطلب یہ ہے کہ ان حرفوں سے کلمے نہیں بنائے جاتے اور ان کا تلفظ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا کر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ یہ پورے پورے پڑھے جاتے ہیں اور ان کا تلفظ اسی طرح کیا جاتا ہے جس طرح تختی نمبر ایک کے ضمن میں درج شدہ حروفِ ہجاء کا کیا جاتا ہے۔ پس الٓمّٓ کا تلفظ اسطرح نہیں ہوگا جیسے اَلَمْ بلکہ اس طرح ہوگا: اَلِفْ لَآمْ مِّيْمْ۔ ایسے ہی كٓهٰيٰعٓصٓ کا تلفظ اسطرح نہیں ہوگا جیسے كَهَيْعَصْ بلکہ اسطرح ہوگا: كَآفْ هَا يَا عَيْنْ صَآدْ۔ ایسے ہی باقی حرفوں کو بھی سمجھ لیجیئے۔

پھر دوسری بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ان حرفوں میں سے جن میں بیچ کا حرف مدّہ یا لین ہے ان میں مد بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآنوں میں ان پر مد کی علامت بنی بھی ہوتی ہے اور ایسے ہی جہاں جہاں ادغام یا اخفاء کا قاعدہ پایا جاتا ہے، وہاں ان قاعدوں کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے جیساکہ الٓمّٓ میں دو میموں کے ملنے کی وجہ سے ادغام کا اور عٓسٓقٓ میں نون کے بعد سین اور قاف کے ہونے کی وجہ سے اخفاء کا قاعدہ پایا جاتا ہے۔ لہٰذا ان مواقع میں طلبہ کو ادغام اور اخفاء سے پڑھنے کی تاکید کی جائے اور مشق بھی کرائی جائے۔ البتہ اگر چھوٹے بچوں کو اخفاء سے نہ بھی پڑھایا جائے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، مگر مد اور ادغام سے پڑھانا ان کو بھی ضروری ہے، اسلئے کہ

ان دونوں کی علامتیں قرآنوں میں لکھی رہتی ہیں کیونکہ ان حرفوں پر تشدید ادغام ہی کی علامت ہے۔

پھر تیسری بات یہ بھی سمجھ لینے کی ہے کہ چونکہ یہ حروف آپس میں ملا کر نہیں پڑھے جاتے اس لئے ان کے ہجے بھی نہیں کیئے جاتے۔ اسی واسطے یہ حروف جزم اور حرکات سے خالی ہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کی ضرورت جب ہی پیش آتی ہے کہ ان کو ایک دوسرے سے ملانا ہو اور ان سے کلمے بنانا ہوں۔

رہ گیا یہ سوال کہ جب یہ حروف الگ الگ اور پورے پورے ہی پڑھے جاتے ہیں تو پھر ان کو ملا کر کیوں لکھا گیا ہے اور پہلی تختی کے حروف کی طرح ہر حرف کو دوسرے سے جدا کیوں نہیں رکھا گیا؟ تو جواب اسکا یہ ہے کہ اگر ان حرفوں کو بھی ایک دوسرے سے جدا ہی رکھا جاتا، تو پھر تو یہ بھی حروفِ ہجا ہی سمجھے جاتے اور ان کی طرح ان سے بھی ہجے کیئے جاتے اور کلمے بنائے جاتے حالانکہ ہیں یہ حروفِ مقطعات یعنی وہ حروف جو ملا کر لکھے ہونے کے باوجود پورے پورے اور الگ الگ پڑھے جاتے ہیں۔ گویا ان میں سے ہر حرف ایک مستقل کلمہ ہے اور جدا معنیٰ دیتا ہے [1] اور یہی وجہ ہے کہ ان پر تشدید اور مد کی علامتیں بنی ہوتی ہیں ورنہ اگر انہیں الگ الگ اور پورے پورے نہ پڑھنا ہوتا اور لکھائی کے مطابق ان کے صرف سرے ہی پڑھنے ہوتے تو تشدید اور مد کی علامتیں لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

ہدایت

بہتر یہ ہے کہ طلبہ کو یہ حروف حفظ یاد کرا دیئے جائیں۔ چنانچہ مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ ”حروفِ مقطعات کا طلبہ کو حفظ کرا دینا موجب برکت ہے“۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمائے۔

[1] یا اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ ان کی صحیح مراد تک رسائی ہر شخص کی تو درکنار بڑے بڑے علماء کی بھی نہیں ہے۔

۳۵

اَسْمَآءُ اللّٰهِ الْحُسْنٰى

هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ		الرَّحْمٰنُ	الرَّحِيْمُ	الْمَلِكُ	الْقُدُّوْسُ
السَّلَامُ	الْمُؤْمِنُ	الْمُهَيْمِنُ	الْعَزِيْزُ	الْجَبَّارُ	الْمُتَكَبِّرُ
الْخَالِقُ	الْبَارِئُ	الْمُصَوِّرُ	الْغَفَّارُ	الْقَهَّارُ	الْوَهَّابُ
الرَّزَّاقُ	الْفَتَّاحُ	الْعَلِيْمُ	الْقَابِضُ	الْبَاسِطُ	الْخَافِضُ
الرَّافِعُ	الْمُعِزُّ	الْمُذِلُّ	السَّمِيْعُ	الْبَصِيْرُ	الْحَكَمُ
الْعَدْلُ	اللَّطِيْفُ	الْخَبِيْرُ	الْحَلِيْمُ	الْعَظِيْمُ	الْغَفُوْرُ
الشَّكُوْرُ	الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ	الْحَفِيْظُ	الْمُقِيْتُ	الْحَسِيْبُ
الْجَلِيْلُ	الْكَرِيْمُ	الرَّقِيْبُ	الْمُجِيْبُ	الْوَاسِعُ	الْحَكِيْمُ
الْوَدُوْدُ	الْمَجِيْدُ	الْبَاعِثُ	الشَّهِيْدُ	الْحَقُّ	الْوَكِيْلُ
الْقَوِيُّ	الْمَتِيْنُ	الْوَلِيُّ	الْحَمِيْدُ	الْمُحْصِيْ	الْمُبْدِئُ
الْمُعِيْدُ	الْمُحْيِيْ	الْمُمِيْتُ	الْحَيُّ	الْقَيُّوْمُ	الْوَاجِدُ
الْمَاجِدُ	الْوَاحِدُ	الْاَحَدُ	الصَّمَدُ	الْقَادِرُ	الْمُقْتَدِرُ
الْمُقَدِّمُ	الْمُؤَخِّرُ	الْاَوَّلُ	الْاٰخِرُ	الظَّاهِرُ	الْبَاطِنُ
الْوَالِیْ	الْمُتَعَالِ	الْبَرُّ	التَّوَّابُ	الْمُنْتَقِمُ	الْعَفُوُّ
الرَّءُوْفُ	مَالِكُ الْمُلْكِ	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ		الْمُقْسِطُ	الْجَامِعُ
الْغَنِیُّ	الْمُغْنِیُّ	الْمَانِعُ	الضَّآرُّ	النَّافِعُ	النُّوْرُ
الْهَادِیْ	الْبَدِيْعُ	الْبَاقِیْ	الْوَارِثُ	الرَّشِيْدُ	الصَّبُوْرُ

وضاحت : اس تختی کے درج کرنے سے نہ تو علم الہجاء کا کوئی مسئلہ سمجھانا مقصود ہے اور نہ تلفظ ہی کے بارے میں کسی ہدایت کا درج کرنا پیش نظر ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں اوپر بڑی تفصیل کیساتھ بیان ہو چکی ہیں۔ بلکہ ان مبارک ناموں کے درج کرنے سے ایک تو غرض یہ ہے کہ قاعدہ نورٌ علیٰ نور کا مصداق بن جائے۔ کیونکہ قرآنی کلمات کے بعد اَسْمَآءُ اللّٰہِ الْحُسْنٰی کے درج ہو جانے سے دونو رجمع ہو گئے ہیں اور دوسری غرض یہ ہے کہ اساتذہ کرام ہمت کر کے بچوں کو یہ مبارک نام زبانی یاد کرادیں۔ کیونکہ ان کا حفظ کر لینا بڑے ثواب کی بات ہے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے :۔ اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اسْمًا مِائَۃً اِلَّا وَاحِدًا مَّنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (صحیح بخاری: کتاب الشروط)

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو یعنی ننانوے (صفاتی) نام ہیں، جو انہیں حفظ کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

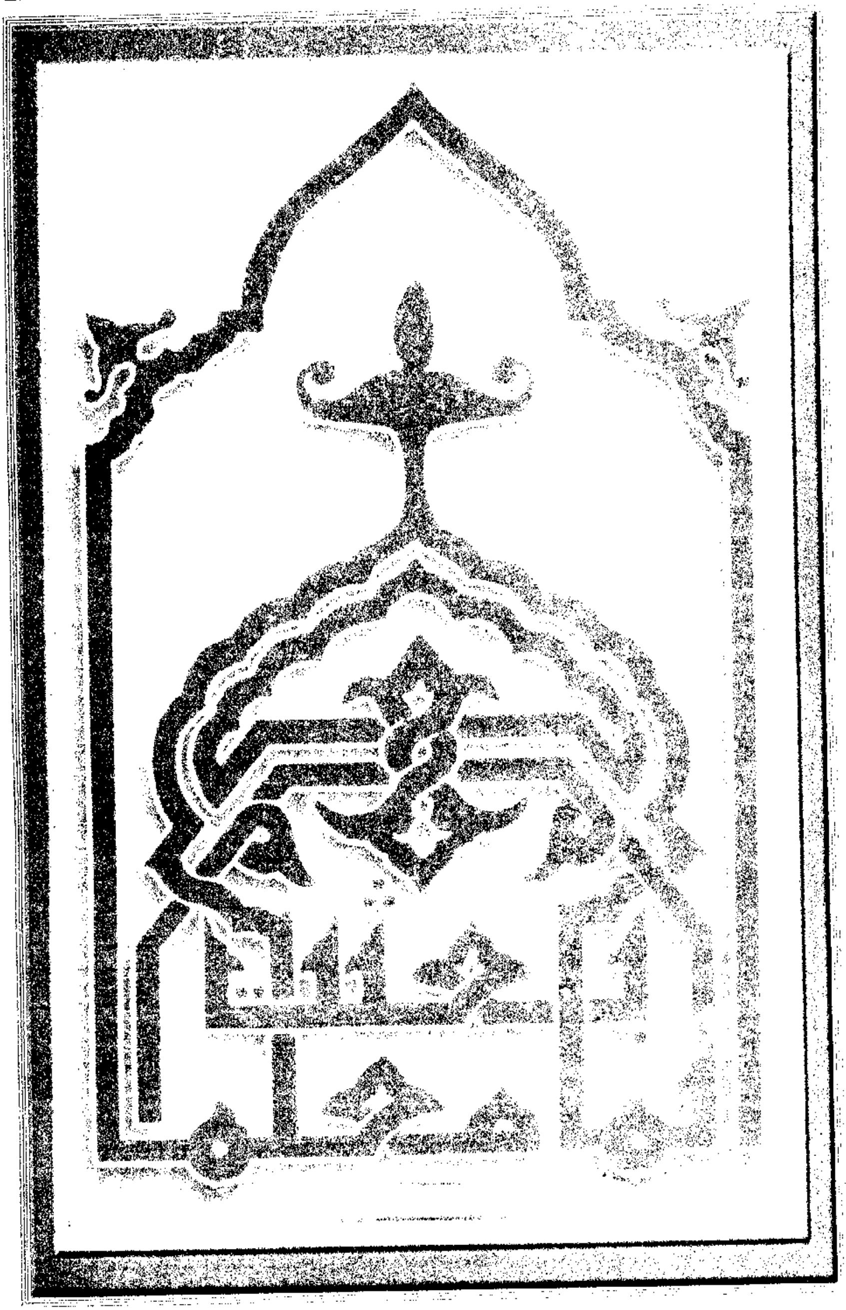
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیّٰتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

احقر ابوالاشرف محمد شریف

خادم مدرسہ دارالقراء ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۸ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

۲۸ جنوری ۱۹۷۸ء



خيركم من تعلم القرآن وعلمه

طَرِیقَۃ
تَعلِیمُ الصِّبیان

ناظرہ — حفظ — تجوید — قراءات

کے شعبہ جات سے متعلق چند نہایت اہم اور مفید مشورے

مکتبۃ القراءۃ لاہور

تمہید

معزز اساتذہ کرام! یہاں پہنچ کر بحمد اللہ تعالیٰ وبتوفیقہٖ مکمل قرآنی قاعدہ کی شرح تمام ہوئی۔ جس کے ضمن میں قرآنی علم الہجاء سے متعلق تمام ضروری قواعد ومسائل اور ان سے متعلقہ ہدایات پوری شرح وبسط اور تفصیل وتوضیح کے ساتھ درج ہو چکی ہیں اور جہاں تک ہمارا خیال ہے اب اس سلسلہ کی کوئی کڑی درج[1] ہونے سے نہیں رہ گئی ہوگی۔ لیکن جیسا کہ معلّمین حضرات جانتے ہی ہیں کہ قرآنی تعلیم کا منتہا، صرف قاعدہ ہی نہیں، بلکہ قاعدہ کی حیثیت تو محض نیو اور بنیاد کی ہے اور اصل مقصود ناظرہ اور حفظ ہے۔ اس لئے گو زیرِ نظر کتابچہ کا ایک حصہ یعنی قواعد ہجاء القرآن تو مکمل ہو چکا ہے، لیکن ابھی دوسرے حصہ یعنی طریقہ تعلیم الصّبیان کے ضمن میں ناظرہ اور حفظ کے شعبہ جات سے متعلق بہت سی مفید باتیں درج کرنا باقی ہیں۔ بلکہ اس سب کے بعد تجوید وقراءات کے معلّمین کی خدمت میں بھی بعض مفید مشورے عرض کرنا ہیں۔ لہٰذا اب پہلے ناظرہ کے شعبہ سے، پھر حفظ کے شعبہ سے اور پھر تجوید وقراءات کے شعبہ جات سے متعلق مشورے عرض کیئے جا رہے ہیں۔ ان کو بھی پوری توجہ اور شوق وذوق کے ساتھ پڑھیئے اور پھر ان کی روشنی میں اپنے شاگردوں کو پڑھایئے۔ اللہ آپ کو اس مقصد میں کامیاب کرے۔ آمین

[1] اگرچہ بعض قاعدوں کے آخر میں شش کلمے اور بعض کے آخر میں پوری نماز بھی درج ہوتی ہے، لیکن ہم نے ان چیزوں کو قاعدہ میں درج کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک تو اسلئے کہ اس سے قاعدہ ضخیم سے ضخیم تر ہو جاتا اور دوسرے اسلئے کہ نماز کی کتابیں الگ طبع شدہ بازار میں دستیاب ہیں، ان سے کام لیا جا سکتا ہے۔

ناظرہ کے شعبہ سے متعلق ہدایات اور مشورے

۱ کس ترتیب سے پڑھایا جائے ؟

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سوال سامنے آتا ہے کہ پڑھانا کس طرف سے شروع کیا جائے اور کونسی ترتیب اختیار کی جائے ؟ سو جواب اسکا یہ ہے کہ سب سے پہلے پارہ عَمَّ پڑھایا جائے اور وہ بھی آخر کی طرف سے شروع کرایا جائے۔ ایک تو اسلئے کہ نماز میں عموماً آخری سورتیں ہی پڑھی جاتی ہیں اور دوسرے اسلئے کہ بچوں کو ہر سورۃ کے ختم پر خوشی ہوگی اور ان کا دل بڑھے گا جس سے شوق میں ترقی ہوگی۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ نے بھی آداب القرآن میں آخر ہی کی طرف[1] سے شروع کرانے کو بہتر فرمایا ہے۔ (آدابِ تلاوت : لمولنا قاری رحیم بخش صاحب خیر المدارس ملتان)

مگر چند ابتدائی سورتیں پڑھا چکنے کے بعد پھر سیدھی ترتیب پر ہی ڈال دیں جس کی صورت یہ ہے کہ آپ پہلے تو بچوں کو چند چھوٹی چھوٹی اور آخری سورتیں (جو اس طباعت میں ابتدائی ہیں) انہیں پاروں میں پڑھائیں اور جب وہ تقریباً ربع پارہ پڑھ چکیں تو پھر ان کو سیدھی ترتیب کے موافق طبع شدہ پاروں میں پڑھانا شروع کریں۔ ایسا کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ بچوں کے ذہن سے معکوس ترتیب نکل جائے اور وہ سیدھی ترتیب کو ہی صحیح ترتیب سمجھنے لگیں[2]۔ چنانچہ علامہ

---

۱ اور غالباً اسی وجہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ عَمَّ کے پارے چھوٹے سائز پر معکوس ترتیب کے موافق طبع کرائے جارہے ہیں کیونکہ اگر پارہ طبع تو سیدھی ترتیب کے موافق ہو اور پڑھایا جائے معکوس ترتیب سے، تو اس سے طالب علم ایک طرح کی الجھن سی محسوس کرے گا اور اسے دشواری بھی پیش آئے گی۔

۲ اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی کتاب مل جائے جس میں پندرہ بیس چھوٹی چھوٹی سورتیں معروف ترتیب کے موافق درج ہوں تو پہلے وہ کتاب پڑھائی جائے اور پھر بڑے سائز کے پارہ عَمَّ پر لگا دیا جائے۔ اس سے وہ مقصد بھی حاصل ہو جائیگا اور معکوس ترتیب کے اختیار کرنے کی ضرورت بھی پیش

نووی رحمۃ اللہ نے آداب القرآن ہی میں یہ بھی فرمایا ہے کہ علماء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ تلاوت میں قرآن کی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے :۔ یعنی مثلاً سورہ فاتحہ پڑھیں تو پھر سورۃ بقرہ اور پھر سورہ آل عمران، اسی طرح نماز و خارج نماز دونوں میں ترتیب ملحوظ رکھی جائے۔ ترتیب کی رعایت کو یہاں تک پسند کیا گیا ہے کہ اگر پہلی رکعت میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ○ پڑھی ہے تو اب دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ بقرہ کا کچھ حصہ[۱] پڑھیں۔ (التبیان فی حملة القرآن)

پھر جب پارہ عَمَّ ختم ہو جائے تو اسکے بعد قرآن شریف میں یا الگ الگ طبع شدہ پاروں میں الٓمّٓ کی طرف سے پڑھانا شروع کریں اور انتیسویں پارے کے ختم ہو جانے کے بعد تیسواں پارہ پھر سے سن لیں اور ختم وَالنَّاس پر ہی کرائیں، تاکہ ذہنوں میں معروف ترتیب ہی جاگزین ہو۔ پھر سورۃ الناس کے بعد اسی مجلس میں اور اسی وقت سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی چند ابتدائی آیات بھی (اَلْمُفْلِحُوْنَ○ تک) سن لیں۔ اس عمل کا نام اَلْحَآلُّ الْمُرْتَحِلُ ہے اور یہ ایک بہترین اور مستحسن عمل ہے۔ (سنن ترمذی: کتاب القراءات)

۲ ہجوں کا سلسلہ قاعدہ کے بعد بھی جاری رکھیں

قاعدہ ختم ہو جانے سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ بچہ ہجوں میں ماہر ہو گیا ہے۔ اسلئے احقر کی رائے یہ ہے کہ قاعدہ کے بعد کم سے کم ایک پاؤ پارہ ہجوں سے ضرور پڑھایا جائے اور پھر اسکے بعد ہر روز کے سبق میں سے تھوڑے سے حصے کے ہجے کرا دینا کافی ہیں اور یہ سلسلہ پارہ عَمَّ کے ختم ہونے تک جاری رہنا چاہیئے، پھر اس کے بعد روزانہ ہجے کرانے کا معمول ترک کر کے

نہیں آئے گی، لیکن آپ بچوں کو سردست سورتیں زبانی یاد نہ کرائیں، اسلئے کہ ابھی وہ روانی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے ہوں گے۔ یہ کام بعد میں کرنے کا ہے جب ان کے اندر روانی کے ساتھ پڑھنے کی استعداد پیدا ہو جائے گی اور اس بارے میں آگے چل کر تفصیل سے کلام کیا جائے گا۔

[۱] اسلئے کہ بقرہ دوسرے قرآن کے شروع میں ہے ورنہ جو ختم وہ اس وقت کر رہا ہے اس کے شروع میں تو وہ بقرہ پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم

تیسرے چوتھے روز یا ہفتہ میں کم سے کم ایک دن اس روز کے سبق میں سے کچھ حصے کے ہجے ضرور سنے جائیں، تاکہ بچے کے ذہن میں ہجے مستحضر رہیں۔ اکثر اساتذہ تکاسل کی وجہ سے قاعدہ کے بعد ہجوں کا سلسلہ ترک کر دیتے ہیں جس سے بچے کی استعداد متاثر ہوتی ہے اور اس کے اندر از خود مطالعہ نکالنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوتی اور یہ چیز شاگرد کے علاوہ خود استاذ کیلئے بھی دشواری کا سبب بنتی ہے۔

۳ صحتِ لفظی کا خیال ناظرہ پڑھانے کے دوران بھی رکھیں

قاعدہ کی طرح ناظرہ پڑھانے کے دوران بھی صحتِ لفظی کا خیال رکھنا ضروری ہے خصوصاً وہ حروف جن کی آوازیں باہم ملتی جلتی ہیں جیسے ہمزہ وعین، حاء وھاء، قاف وکاف، تاء وطاء، ظاء وذال، ذال وزاء، صاد وسین، سین وثاء، ضاد وظاء۔ ان کے فرق کی طرف توجہ دینا اور بھی ضروری ہے۔ ورنہ قاعدہ میں کری کرائی ساری محنت اکارت جائے گی بلکہ اگر ہو سکے تو اظہار واخفاء، تفخیم وترقیق اور ہمزہ کی تحقیق کا خیال رکھنا بھی بہتر ہے[۱]۔ تاہم ناظرہ کے طلباء کو تجوید کامل کا مکلّف بنانا چنداں ضروری بھی نہیں۔

۴ وقوف کی پابندی بھی کرائیے

جب بچے چار پانچ پارے پڑھ چکیں اور ان کیلئے رواں پڑھنا آسان ہو جائے تو پھر استاد انہیں یہ ہدایت کرے کہ وہ علاماتِ وقف یعنی آیت ○، م، ط اور ج پر ٹھہرنے کی عادت ڈالیں اور اگر کسی موقعہ پر دو علامتوں میں فاصلہ زیادہ ہو تو پھر ز، ص، قف کے موقعہ پر ٹھہر جائیں، ان کے علاوہ باقی علامتوں پر یا یوں ہی کہیں درمیان میں ٹھہرنے سے جہاں تک ممکن ہو گریز کریں۔ اگر آپ نے بچوں کو اس بات کا عادی بنا دیا تو یہ قرآن کی بڑی خدمت ہوگی لیکن یہ کام اسی وقت

[۱] اگر آپ ناظرہ شروع کرانے سے پہلے مکمل قرآنی قاعدہ اچھی طرح سمجھا کر اور کما حقہا پڑھا چکے ہوں گے تو پھر بچوں کیلئے ان چیزوں کا ملحوظ رکھنا بھی کچھ مشکل نہ ہوگا۔

شروع کیا جاسکتا ہے جب بچوں کے اندر خوب روانی کے ساتھ اور فرفر پڑھنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔ اس سے پہلے اگر آپ اس طریقہ کے اپنانے کی کوشش کریں گے تو معلم اور متعلم دونوں کو دشواری پیش آئے گی اور اسکا نتیجہ بھی کچھ نہیں نکلے گا۔

۵ ناظرہ ختم کرانے کے بعد یہ چیزیں بھی پڑھا دیجئے

جب بچہ ناظرہ ختم کر چکے اور وہ صحتِ لفظی کے ساتھ پڑھنے لگ جائے تو اب اس کو ① نماز ② شش کلمے ③ ایمان کی صفتیں ④ پارہ عَمّ کی چند آخری سورتیں ⑤ آیۃ الکرسی ⑥ سورۃ بقرہ کی ابتدائی چند آیتیں اَلْمُفْلِحُوْنَ تک ⑦ اس کی آخری دو آیتیں (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورہ تک) ⑧ سورہ آل عمران کی وہ دو آیتیں جو قُلِ اللّٰھُمَّ سے شروع ہوکر بِغَیْرِ حِسَابٍ پر ختم ہوتی ہیں ⑨ سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں لَقَدْ جَآءَکُمْ سے رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ تک ⑩ سورہ حشر کی آخری تین آیتیں ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ سے وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمِ تک ⑪ اور قرآنی دعائیں یہ سب چیزیں زبانی یاد کرا دیں[1]۔

❁ ممکن ہو تو وہ چند سورتیں بھی یاد کرا دیں جن کے احادیث میں خاص خاص فضائل آئے ہیں یعنی سورہ یٰسین، سورہ ملک، سورہ واقعہ، سورہ الٓمّٓ سجدۃ، سورہ دخان اور سورہ کہف[2]۔

❁ اور اگر ہو سکے تو اس کے بعد رسالہ "زینت القرآن" بھی پڑھا دیں۔ اس میں نہایت

---

[1] کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس شخص کے دل میں قرآن مجید کا کوئی بھی حصہ محفوظ نہ ہو اس کی مثال ویران گھر کی سی ہے۔ (سنن ترمذی: کتاب فضائل القرآن)

[2] مگر ایسا جب کریں کہ بچے خوشی کے ساتھ وقت فارغ کر سکیں اور آپ کے پاس بھی وقت ہو۔ ورنہ سورۃ فاتحہ، نماز اور چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کا یاد کرا دینا ہی کافی ہے اور جو سورتیں زبانی یاد کرائی جائیں ان میں صحتِ لفظی کی طرف اور بھی زیادہ توجہ دی جائے (اسلئے کہ زبان پر چڑھی ہوئی غلطی بعد میں مشکل ہی سے درست ہوتی ہے) اور آپ کا طرۂ امتیاز ہے بھی یہی، ورنہ الٹا سیدھا اور غلط سلط پڑھانے والے تو اور بھی بہت سے لوگ موجود ہیں۔

اختصار کے ساتھ اور آسان پیرائے میں تجوید کے تمام ضروری مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں۔ خصوصًا اسکولی بچوں کو تو ضرور ہی پڑھائیں کیونکہ یہ رسالہ انہی کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا ہے اور اسکول کی کتابوں کے انداز میں ہی لکھا گیا ہے اور اگر بچے اسکے پڑھنے کیلئے آمادہ نہ ہوں یا آپ کے پاس اتنا وقت نہ ہو تو رسالہ خلاصہ مسائل تجوید تو ضرور ہی پڑھا دیں۔ یہ بہت ہی مختصر اور انتہائی آسان ہے

❋ بلکہ اگر ممکن ہو اور طلباء وقت فارغ کر سکیں اور ایک کلاس تیار ہو جائے تو تعلیم الاسلام کے چاروں حصوں کا پڑھا دینا بھی بہت مفید ہے۔ کیونکہ اس سے بچوں کو بچپن ہی میں نماز، روزہ اور وضو وغیرہ کے ضروری مسائل یاد ہو جائیں گے اور بچپن میں یاد کی ہوئی چیز تجربہ ہے کہ عمر بھر محفوظ رہتی ہے اور کبھی نہیں بھولتی۔

❋ بعض حضرات کے متعلق تو یہاں تک سنا گیا ہے کہ وہ تمام مسنون دعائیں بھی یاد کرا دیتے ہیں اور اس مقصد کیلئے بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ احقر کے خیال میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتّبہ رسالہ موسوم بہ وظیفے یا مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری کی کتاب مسنون دعائیں زیادہ مناسب ہوگی، کیونکہ یہ دونوں مختصر بھی ہیں اور آسان بھی (خصوصًا پہلی تو بہت ہی مختصر ہے) ورنہ استاذ جو مناسب سمجھے۔

٦ پوری کلاس کو ایک ہی وقت میں پڑھانے کا طریقہ

اگر آپ کسی اسکول میں اور پوری کلاس کو ایک ہی وقت میں پڑھا رہے ہیں تو اسکا طریقہ ناظرہ میں بھی وہی ہے جو قاعدہ کی تختی نمبر ۲ و ۳ کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے کہ تختہ سیاہ کی مدد سے پڑھائیں۔ اس کے بغیر پوری کلاس کو ایک ہی وقت میں پڑھانا ممکن نہیں اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک آیت کو بورڈ پر الگ الگ کلمات کی صورت میں لکھیں، اس طرح کہ ہر کلمہ کو دوسرے سے لکیر کے ذریعہ جدا کر دیں اور پھر ان کلمات کو الگ الگ پڑھائیں، گویا کہ یہ ہیں ہی الگ الگ

اور پھر اسکے بعد درمیانی لکیروں کو مٹادیں اور اب پوری آیت ایک دم اور مسلسل کہلائیں [1]۔ جتنا سبق پڑھانا ہو اسی طرح آیت آیت کر کے پڑھائیں۔ جب سبق کی مقررّہ مقدار پوری ہو جائے تو پھر سارا سبق مسلسل اور رواں کہلائیں اور اتنی مرتبہ کہلائیں کہ طلباء کی زبانوں پر وہ سبق رواں دواں ہو جائے۔ چند روز تک اس طریقہ کو اپنانے سے آپ کے شاگرد انشاء اللہ چل نکلیں گے اور اب وہ آپ سے سنے بغیر خود بخود پڑھ کر سنا دیا کریں گے اور پھر مذکورہ بالا طریقہ کے اپنانے کی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔ پھر جوں جوں ان کی استعداد بڑھتی جائے توں توں سبق میں اضافہ کرتے جائیں مگر اضافہ طلباء کی استعداد کو دیکھ کر کریں، جلدی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہاں پہنچ کر میں پھر وہی کہوں گا جو قاعدہ کی تختی نمبر ایک کے ضمن میں کہہ چکا ہوں کہ کشمیر میں جنت دکھانے کے درپے نہ ہوں، نہ چالیس روز میں ختم کرانا ضروری ہے، نہ چار ماہ میں، نہ چھ ماہ میں۔ اگر آپ نے پورے ایک برس میں بلکہ ساتویں اور آٹھویں کلاسوں کو دو برسوں میں بھی سارا قرآن پڑھا دیا تو یہ بھی بڑا کارنامہ ہوگا۔ البتہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو کلاس کو دو گروپوں میں تقسیم کر دیں۔ اس طرح کہ ذہین اور محنتی طلباء کا گروپ الگ بنا دیں اور دوسروں کا الگ۔ اس سے اول الذکر گروپ کی حوصلہ افزائی ہوگی اور دوسروں کے اندر محنت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

[1] مثلاً پہلے وَالضُّحٰی ۔ وَالَّیۡلِ ۔ اِذَا ۔ سَجٰی کو اس طریقہ کے موافق لکھ کر ہر کلمہ الگ الگ کہلائیں اور پھر لکیروں کو مٹا دیں اور پھر اس کے بعد پوری آیت مسلسل کہلائیں اور بچوں سے بھی اسی طرح سنیں۔ لیکن اگر آپ ناظرہ شروع کرانے سے پہلے مکمل قرآنی قاعدہ اچھی طرح اور محنت کیساتھ پڑھا چکے ہوں گے تو پھر آپ کو اس طریقہ کے اپنانے یعنی کلموں کو لکیروں کے ذریعہ جدا کرنے اور الگ الگ کہلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اس لئے کہ جب آپ کے شاگردوں کو فَوۡلَا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ اور وَعَلٰۤی اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ اور بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ یَّغۡشٰہُ جیسے بڑے بڑے اور مشکل مرکبات کی مشق ہو چکی ہوگی تو ان کے لیے وَالضُّحٰی وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۝ جیسی آسان آیتوں کا ایک دم ادا کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔

حفظ کے اساتذہ کیلئے مشورے اور ہدایات

۱ حفظ شروع کرانے سے پہلے ناظرہ ضرور پڑھایئے

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات جو یاد رکھنے اور عمل کرنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ قاعدہ ختم کراتے ہی بچے کو حفظ پر نہیں لگا دینا چاہیئے۔ اولاً تو بہتر یہ ہے کہ پورا ناظرہ ختم کرا چکنے کے بعد شروع کرایا جائے اور اگر استاذ یا شاگرد کو بہت ہی جلدی ہو یا حفظ شروع کرنے یا کرانے کا شوق کچھ زیادہ ہی دامن گیر ہو تب بھی اتنا ناظرہ تو ضرور ہی پڑھا دیا جائے کہ متعلم ناظرہ روانی کے ساتھ پڑھ سکنے کے قابل ہو جائے۔ اس مشورے پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے ورنہ اگر متعلم ناظرہ روانی کیساتھ نہ پڑھ سکتا ہوگا تو پھر اس سے استاذ اور شاگرد دونوں ہی کو مشقّت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ استاذ کو تو یہ کہ اسے سبق کئی مرتبہ کہلانا پڑا کرے گا اور شاگرد کو یہ کہ اسے پہلے وہ سبق ناظرہ یاد کرنا ہوگا اور پھر کہیں جا کر اس کو حفظ کر سکے گا، پھر اگر شاگرد ناظرہ میں کچھ زیادہ ہی کمزور ہوگا تو بہت ممکن ہے کہ اس محنت کی تاب نہ لا سکے اور طبیعت اکتا جائے اور سرے سے حفظ کا خیال ہی ترک کر دے۔ ہاں اگر بچہ بہت ہی ذہین اور ہونہار ہو اور استاذ کو اسکے متعلق اندازہ ہو کہ یہ قاعدہ ختم کرنے کے فوراً بعد حفظ میں چل سکتا ہے اور پھر یہ اندازہ تجربہ سے بھی صحیح ثابت ہو جائے تو ایسی صورت میں قاعدہ کے فوراً بعد شروع کرا دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ایسے بچے بہت ہی کم ہوتے ہیں اور یہ خیال بے معنیٰ ہے کہ اگر پہلے ناظرہ پڑھایا جائیگا تو اس سے حفظ کی تکمیل میں دیر لگ جائے گی، اسلئے کہ بچہ اگر ناظرہ پڑھنے کے بعد حفظ میں لگے گا تو ناظرہ میں صَرف شدہ وقت کی حفظ کے دوران تلافی ہو جائے گی کیونکہ روانی کیساتھ پڑھ سکنے والا طالب علم دوسروں کی بہ نسبت سبق جلدی اور زیادہ یاد کر لیا کریگا اور یاد بھی آسانی کیساتھ کر لیا کرے گا۔

۲ وقوف کی رعایت حفاظ کیلئے اور بھی ضروری ہے

ناظرہ کے شعبہ کے زیرِعنوان نمبر چار کے ذیل میں بچوں کو آیت ○ م ط اور ج پر وقف کرنے کے عادی بنانے کے بارے میں جو مشورہ دیا گیا ہے اس پر حفظ کرانے کے دوران بھی عمل کرنا ضروری ہے، بلکہ حفاظ کو مناسب اور صحیح موقعوں پر وقف کرنے کا عادی بنانا بہ نسبت ناظرہ خوانوں کے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر حفاظ کو بے جا ٹھہرنے کی عادت پڑگئی اور وہ یوں ہی شترِ بے مہار کی طرح جہاں جی میں آیا ٹھہرنے کے عادی بن گئے تو پھر آگے چل کر ان سے اس عادت کا چھڑانا ممکن نہ ہوگا اور بے جا وقف کرنے سے پڑھنے والوں کو احساس ہو یا نہ ہو، ذوقِ سلیم رکھنے والوں کو کوفت ضرور ہوتی ہے، کیونکہ بے جا وقف کرنے سے قرآن عظیم کے معانی کے سمجھنے میں بعض دفعہ التباس ہو جاتا ہے، مگر چونکہ بعض دفعہ ان علاماتِ اربعہ کے علاوہ دوسرے موقعوں میں بھی ٹھہرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ مثلاً پڑھنے والا بھول جاتا ہے یا اسکا سانس ٹوٹ جاتا ہے یا کھانسی وغیرہ کا عارضہ پیش آجاتا ہے، اس لئے طلباء کو یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ اگر ان علامتوں کے علاوہ کسی دوسری علامت پر یا یوں ہی کہیں درمیان میں ٹھہرنا پڑ جائے تو پھر آگے سے نہ پڑھیں بلکہ ایک دو کلمے اوپر سے لوٹا لیں تاکہ کلام مربوط ہو جائے۔ اگر آپ نے بچوں کو حفظ کے دوران مناسب موقعوں پر وقف کرنے اور بامرِ مجبوری بے جا وقف کرنے کی صورت میں اوپر سے لوٹا کر پڑھنے کا عادی بنا دیا تو یہ نہ صرف طلباء پر بلکہ تجوید پڑھانے والے اساتذہ پر بھی آپ کا بڑا احسان ہوگا۔

۳ ترتیب اور تجوید کی رعایت

رہی صحتِ لفظی اور ایسے ہی صحیح ترتیب کی اہمیت؟ سو اس بارے میں یہاں کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں، اسلئے کہ اگر تجوید اور ترتیب ناظرہ خوانوں کیلئے ضروری ہیں تو حفاظ کیلئے تو یہ چیزیں اور بھی زیادہ ضروری ہیں۔ پس اگر آپ نے اپنے شاگرد کو پہلے پارہ عَمَّ حفظ کرایا تھا

تب بھی ختم سورۃ مرسلٰت کے آخر پر نہ کرائیں بلکہ سورۃ مرسلٰت پڑھا چکنے کے بعد پارہ عَمَّ پھر سے سن لیں اور ختم سورۃ الناس پر ہی کرائیں اور پھر اس پر بھی بس نہ کر دیں بلکہ اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی ابتدائی چند آیتیں اَلْمُفْلِحُوْنَ○ تک بھی سنیں اور ضرور سنیں۔ یہ یعنی اَلْحَآلُّ الْمُرْتَحِلُ والا عمل حفاظ کیلئے بہ نسبت ناظرہ خوانوں کے اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

بعض معلّمین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ قرآن عظیم ختم کرانے کے بعد اَلْمُفْلِحُوْنَ○ تک سن تو لیتے ہیں، لیکن ختم وَالنَّاس پر نہیں کراتے بلکہ سورۃ مرسلٰت پر کراتے ہیں اور مرسلٰت کی آخری آیت سننے کے بعد ہی سورۃ فاتحہ اور بقرہ کی ابتدائی آیتیں سن لیتے ہیں، لیکن میرے خیال میں یہ ایک بے جوڑ سی بات ہے۔ سورۃ فاتحہ اور بقرہ کا جوڑ ختم کے ساتھ ہے اور ختم سورۃ وَالنَّاس پر ہوتا ہے نہ کہ سورۃ مرسلٰت پر۔

۴ تکبیر کہنے کی ہدایت بھی فرمایئے

ختم قرآن کے سلسلہ میں ایک کام یہ بھی کریں کہ جب بچہ پڑھتے پڑھتے سورہ والضحٰی پر پہنچے تو اس کو ہدایت فرمائیں کہ یہاں سے ختم تک ہر سورۃ کے آخر پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے اور اس کو تکبیر کہتے ہیں۔ یہ اگرچہ ضروری تو نہیں لیکن ایک پسندیدہ اور مستحسن عمل ضرور ہے مگر ان بائیس سورتوں کی آخری حرف کے لحاظ سے چونکہ مختلف حالتیں ہیں کہ کسی کا آخری حرف متحرک ہے اور کسی کا ساکن، کسی کے آخر میں تنوین ہے اور کسی کا آخری حرف ہاء ضمیر ہے اور ہر حالت میں آخری لفظ کو تکبیر سے ملانے کا طریقہ جدا ہے اور حفظ کے طلباء خصوصاً چھوٹے بچے ان طریقوں کو شاید بلکہ غالباً سمجھ نہیں سکیں گے، اسلیئے بہتر اور آسان صورت یہی ہے کہ سورۃ کے آخری لفظ پر وقف کر دیا جائے اور تکبیر اسکے بعد الگ سانس میں کہی جائے، تاکہ ان طریقوں کو سمجھنے کی فی الحال ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ ان چند تمہیدی معروضات کے بعد اب اصل کام سے متعلق مشورے عرض کیئے جاتے ہیں۔ توجہ سے پڑھیئے اور لگن کیساتھ پڑھایئے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔

۵ سبق کتنا پڑھایا جائے

اس ضمن میں سب سے پہلے یہ سوال آتا ہے کہ روزانہ سبق کتنا پڑھایا جائے؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ اس کی کوئی مقدار معین نہیں، یہ طالب علم کی استعداد پر موقوف ہے حتیٰ کہ بعض طالب علم ایسے سنے گئے ہیں جنھوں نے صرف ایک ہی سال میں حفظ کر لیا اور اسکے برعکس بعض ایسے بھی پائے گئے ہیں جو پانچ سال میں بھی نہیں کر پائے۔ پس اس بارے میں اگر کوئی ضابطہ ہے تو وہ یہی ہے کہ استاذ طالب علم کی استعداد کو مدنظر رکھے۔ شروع شروع میں اس پر کم سے کم بار ڈالے پھر جوں جوں طالب علم کا ذہن کھلتا اور شوق بڑھتا جائے توں توں مناسب رفتار کے ساتھ اضافہ کرتا جائے۔

۶ سبق کس وقت پڑھایا جائے اور پارہ کس وقت سنا جائے

رہا یہ سوال کہ پڑھانے کی ترتیب کیا ہونی چاہیے، یعنی کل کا پڑھایا ہوا سبق کس وقت سنا جائے اور آگے کس وقت پڑھایا جائے، نیز یہ کہ سبقی پارہ کس وقت سنا جائے اور پچھلا پارہ کس وقت؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ

① صبح سب سے پہلے تو کل کا سبق سنا جائے

② پھر اسکے بعد سبقی پارہ سنا جائے اور اسکے ساتھ سبق پھر دوبارہ سنا جائے

۱ صبح سب سے پہلے کل کا سبق سننا اسلیئے بہتر ہے کہ اس سے طالب علم کا بوجھ ہلکا ہو جائیگا اور وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرے گا، اس لئے کہ جب وہ سبق سنا چکے گا تو اب وہ یہ محسوس کر کے خوش ہوگا کہ میرا آج کا دن ضائع نہ ہوا اور اب مجھے آگے سبق مل جائیگا، کیونکہ طالب علم کی ترقی اگلے سبق کے ملنے پر ہی موقوف ہے۔ اور سبقی پارے کیساتھ دوبارہ پھر سننا اسلیئے مفید ہے کہ اگر استاذ نے یہ سمجھ کر آخری سبق نہ سنا کہ یہ سبق تو وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے سنا ہی چکا ہے اور آگے سبق پڑھا دیا، تو اس سے ایک طرح کا خلا سا پیدا ہو جائے گا اور ترتیب ٹوٹ جائے گی۔ مثلاً آج طالب علم نے سورۃ بقرہ کا آخری رکوع سبق کے طور پر سنایا تھا اور پھر پارے کیساتھ اگر اس نے یہ رکوع دوبارہ نہ سنایا اور وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ○ پر پہنچ کر رک گیا اور استاذ

③ پھر آگے سبق پڑھایا جائے[1]

④ اور پھر ظہر کے بعد منزل کا پارہ سنا جائے

جو لڑکے ذہین اور محنتی ہوں ان سے پہلے سنا جائے اور جو اس طرح کے نہ ہوں ان کا بعد میں سنا جائے تاکہ ان کو یاد کرنے کیلئے کچھ وقت مزید مل جائے۔ میرے اساتذہ کا یہی معمول تھا اور یہی بہتر بھی ہے، جیساکہ حاشیہ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

نے اس کو سورہ آل عمران کا پہلا رکوع آگے بطور سبق پڑھا دیا تو ظاہر ہے کہ اس سے ایک طرح کا خلا سا پیدا ہو جائیگا۔ ہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ پارے کیساتھ سبق سناتے وقت اگر استاذ محسوس کرے کہ سبق کچھ کچا ہے تو اس خامی کو نظرانداز کر دے اور آگے سبق اس صورت میں بھی پڑھا دے کیونکہ اس وقت کی خامی ایک عارضی ہے اور اصل حالت وہی تھی جسکا مشاہدہ استاذ نے صبح سبق سنتے وقت کیا تھا۔ نیز یہ کہ اگر استاذ اس وقت کی خامی کو پیش نظر رکھ کر آگے سبق نہیں پڑھائیگا تو اس سے شاگرد کا دل ٹوٹ جائیگا کیونکہ اسے کامیابی کے بعد پھر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑیگا لیکن یہ جب ہے کہ اس نے صبح سبق خوب یاد سنایا ہو اور اگر اس وقت ہی کچا تھا تو پھر اگلا سبق پڑھانے کیلئے پارے کے بعد خوب یاد سننا ہی ضروری ہے، کیونکہ پرانے استاذوں کا کہنا ہے کہ جو پارہ سبق میں کچا رہ جاتا ہے وہ پھر آگے چل کر کبھی یاد نہیں ہوتا اور تجربہ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے جن لوگوں نے دورانِ تعلیم حفظ پختہ نہ کیا ہو وہ بعد میں بڑی محنت کے باوجود بھی پختہ نہیں کر پاتے۔

[1] مگر سبق پڑھانے کی بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے شاگرد سے مطالعہ نکلوایا جائے اور پھر اس کو اپنے سامنے بٹھلا کر بقدرِ ضرورت ایک یا دو مرتبہ سن لیا جائے۔ اگر آپ پہلے شاگرد سے مطالعہ نہیں نکلوائیں گے اور پہلے ہی مرحلہ میں اپنے رُو برو بٹھلا لیں گے، تو طالب علم کے اندر خود اعتمادی پیدا نہیں ہوگی اور وہ آپ کے سامنے سے ہٹنے کے بعد بطور خود نہیں پڑھ سکے گا، لیکن یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ آپ نے پہلے اس کو ناظرہ پڑھایا ہو اور اگر قاعدہ پڑھاتے ہی حفظ پر لگا دیا ہوگا تو پھر آپ کے کئی مرتبہ کہلانے کے بعد بھی وہ شاید اپنی جگہ پر روانی کے ساتھ نہ پڑھ سکے۔ یہاں پہنچ کر میں پھر کہوں گا کہ حفظ شروع کرانے میں تعجیل سے کام نہ لیجیے۔ اگر پورا نہیں تو دس بارہ پارے تو ناظرہ ضرور ہی پڑھا دیجیے۔ ایسا کرنے سے آپ کو بھی آسانی رہے گی اور شاگرد بھی جی لگا کر یاد کیا کرے گا۔ اور یہ خیال مت کیجیے کہ اس سے حفظ کا کام شروع ہونے میں تاخیر ہو جائیگی، کیونکہ اس تاخیر کی حفظ کے دوران تلافی ہو جائے گی اور نہ صرف تلافی بلکہ استاذ اور شاگرد دونوں کو آسانی اور سہولت بھی حاصل رہے گی، آگے آپ کی مرضی۔

۷ سبق اور پارہ کس وقت یاد کیا جائے

سبق کم سے کم تین مرتبہ یاد کرنا چاہیئے:۔

① پڑھنے کے فوراً بعد کچھ دیر تک

② بعد از مغرب

③ صبح سبق سنانے سے پہلے

جب تک کوئی سبق تین مرتبہ یادنہیں کیا جاتا، پرانے استاذوں کا تجربہ ہے کہ وہ اس وقت تک اچھی طرح یادنہیں ہوتا۔

رہی پارے کی بات تو اسکے بارے میں یہ ہے کہ سبقی پارہ تو سنانے سے پہلے ایک دفعہ کہہ لینا ہی کافی ہے، کیونکہ وہ روزانہ سنایا جاتا ہے البتہ منزل کا پارہ یاد کرنے کیلئے محنت کرنا ہوگی کیونکہ اس کی باری کئی دنوں بلکہ بعض حالات میں کئی ہفتوں کے بعد آتی ہے اور اسکے یاد کرنے کیلئے یہ تین اوقات مناسب ہیں:۔

① مغرب کی نماز کے بعد سبق یاد کر کے

② دوپہر کی چھٹی سے پہلے تازہ پڑھا ہوا سبق یاد کرنے کے بعد

③ ظہر کی نماز کے بعد سنانے سے پہلے

بلکہ اگر ممکن ہو اور دماغ اجازت دے تو عشاء کی نماز کے بعد بھی کچھ وقت سبق اور منزل کا پارہ یاد کرنے پر صرف کرنا بہتر ہے۔ بلکہ اگر پڑھنے والے بیرونی اور مسافر طلبہ ہوں جو مدرسہ ہی میں مقیم ہوں اور استاذ صاحب بھی باہمت مستعد اور پڑھانے کے جذبہ سے سرشار ہوں تو فجر کی اذان سے پہلے بھی ایک گھنٹہ اس راہ میں صَرف کرنا بہت مفید ہے (خصوصاً موسم سرما میں) اور بزرگوں نے لکھا ہے کہ اس وقت میں جو محنت کی جاتی ہے اس میں بڑی برکت ہوتی ہے، لیکن اس وقت اٹھنا اور محنت کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ مگر اب تو حالات کا رخ ہی بدل گیا ہے۔ مدرسین کو یہ

شکایت ہے کہ شہری بچے رات کو تو ٹیلیویژن دیکھتے رہتے ہیں اور پھر دن کو کلاس میں اپنے ہم جولیوں کے ساتھ رات کو دیکھے ہوئے مناظر کی داستان بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ یعنی رات بھی ٹیلیویژن کی نظر ہوئی اور دن بھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اب حفظ میں بھی پختہ اور ماہر صرف بیرونی اور مسافر طلباء ہی ہوا کریں گے۔ شہری بچے حفظ میں بھی ماہر نہیں بن سکیں گے اور یہ پوری قوم کیلئے سانحہ ہے کہ کل تک جس چیز کو بیانگ دُھل قرآن مجید کا اعجاز کہا جاتا تھا، رفتہ رفتہ اب اُمّت اس سے بھی محروم[1] ہوتی جا رہی ہے۔ کیا یہ علم کے اٹھ جانے کا پیش خیمہ تو نہیں!

۸ پارہ کیسے سنا جائے

بہتر تو تمام مدرسین کیلئے یہی ہے کہ ہر ہر بچے کا الگ الگ اور فرداً فرداً سنا کریں کیونکہ اس سے استاذ کی شاگرد کی طرف توجہ پوری طرح منعطف رہتی ہے جس کی وجہ سے اس کی غلطیوں کی اصلاح اچھی طرح ہوتی رہتی ہے، لیکن یہ اسی مدرس کیلئے ممکن ہے جس کے پاس زیادہ سے زیادہ دس طالب علم ہوں، اس سے زیادہ کا فرداً فرداً سننا ممکن نہیں۔ لہٰذا جن معلّمین کے پاس طلباء کی تعداد زیادہ ہو تو وہ اگر دو یا زیادہ سے زیادہ تین کا بھی ایک ساتھ سن لیا کریں تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ان کے لئے ایسا کرنا ناگزیر ہے، مگر اس کیلئے طریقہ یہ اختیار کیا جائے کہ دو دو بچوں کی جماعت بنا دی جائے۔ پھر ایک جماعت کو اپنے دائیں اور دوسری کو بائیں اور اگر تین ہوں تو تیسری کو سامنے بٹھلائیں اور ہر جماعت کے دو میں سے ایک پڑھے اور دوسرا سنے[2] اور استاذ خوب

[1] اور ایک طلباء کا گروہ ہی کیا، عامۃ الناس کیلئے بھی اسکے مضرات سے بچنا ممکن نہیں رہا۔ یہ بات عام طور پر کہی اور سنی جا رہی ہے کہ ٹیلیویژن دیکھنے سے نظر متاثر ہوتی ہے، افسوس کہ ہم اپنے نفع ونقصان سے آنکھیں بند کر کے یورپ کی اندھی تقلید کی رو میں بہتے جا رہے ہیں۔ وقت بھی برباد، روپے کا بھی زیاں علم سے بھی محرومی اور اس سب کے علاوہ نظر کا بھی نقصان۔ اللہ ہدایت دے۔

[2] مگر استاذ اس بات کا خیال رکھے کہ سننے والا بچہ پڑھنے والے کو قرآن شریف نہ دکھلاتا رہے۔ اگر اسکا خیال نہ رکھا گیا تو ساری توجہ اور کری کرائی محنت برباد ہو کر رہ جائے گی، کیونکہ اسکا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچے کو منزل یاد ہی نہیں ہوگی۔

چوکنا اور مستعد ہو کر بیٹھے کہ پڑھنے اور سننے والے دونوں ہی کو استاذ کی مستعدی کا علم ہو اور پڑھنے والے کو غلط پڑھنے اور سننے والے کو غلطی نہ بتلانے کی صورت میں استاذ کی ڈانٹ ڈپٹ کا ڈر ہو۔ پھر کبھی دائیں طرف والے، کبھی بائیں طرف والے اور کبھی سامنے والے کی طرف پوری طرح کان لگائے۔ اس سے تینوں جماعتیں پوری طرح چوکس رہیں گی اور ہر جماعت یہ سمجھے گی کہ استاذ میری طرف متوجہ ہے۔ لیکن ایسا کرنا اسی استاذ کیلئے ممکن ہے جو ماہر ہو اور قرآن پر عبور رکھتا ہو اور ایک طویل زمانہ سے درجہ حفظ میں کام بھی کر رہا ہو اور ہو بھی مستعد اور چست طبع۔ لہٰذا اگر استاذ بالکل مبتدی ہو تو اسکے سپرد ایسا درجہ نہیں کرنا چاہیئے جس میں پندرہ بلکہ بارہ سے زیادہ طلباء ہوں ورنہ نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکلے گا، مگر اتنی چستی اور مستعدی کا مظاہرہ وہ استاذ بھی نہیں کر سکتا جو پچاس بلکہ پینتالیس سے متجاوز ہو چکا ہو خصوصاً اس زمانے میں جب کہ صحت کا فقدان، اشیائے خوردنی کی گرانی، دین اور بالخصوص حفظ کے معلّمین کی تنگ دستی ایک واضح اور کھلی ہوئی حقیقت ہے، اتنی محنت مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ لہٰذا مہتمم حضرات کو ان حقائق کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے اور جو استاذ بیس پچیس سال تک کام کرتے کرتے پینتالیس پچاس کو پہنچ گیا ہو، اس سے پڑھانے کی بجائے پڑھوانے یا بالفاظ دیگر تعلیم کی بجائے نگرانی کا کام لینا زیادہ مناسب ہے، لیکن یہ انہی مدارس میں ممکن ہے کہ جہاں کئی اساتذہ ہوں اور بلحاظ عمر و خدمت بھی ایک دوسرے سے متفاوت ہوں۔

حفظ کا کام بڑا مشقت طلب اور محنتِ شاقّہ کا متقاضی ہے۔ اس شعبہ میں کام کرنے کیلئے جب تک قرآن مجید کیساتھ گہرا شغف لگن اور استاذ کے اندر ماہر اور ضابط طلباء نکالنے کا جذبہ موجزن نہ ہو، اس کام کو کما حقہٗ انجام نہیں دیا جا سکتا۔

اگرچہ تقریباً نصف صدی گزر چکی ہے لیکن مجھے اب بھی یاد ہے کہ استاذ محترم حضرت حافظ قاری کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شاہ جہان پوری ثم امرتسری ثم لاہوری) جب کسی طالب علم کی سبق یا منزل یاد نہ ہونے کی وجہ سے چھٹی بند کیا کرتے تھے تو اس کے ساتھ خود کو بھی مدرسہ میں ہی مقید رکھا کرتے تھے اور تعلیم کی خدمت انتہائی چستی مستعدی اور لگن کے ساتھ انجام دیا کرتے تھے۔ خود بھی

مستعد ہوکر کلاس میں بیٹھتے اور طلباء کو بھی مستعد اور چوکنّا رکھتے اور اس کے لئے تھوڑی دیر کے بعد پوری کلاس میں چکر لگاتے جس سے طلباء ہوشیار اور اپنا کام کرنے میں پوری طرح منہمک رہتے۔

دوسرے بڑے استاذ حضرت حافظ قاری خدا بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کاندھوی ثم امرتسری ثم کاندھوی) کا حال تو اس سے بھی زیادہ قابل رشک تھا، نہ صرف مدرسہ کے دونوں اوقات میں بلکہ مغرب کے بعد بلکہ عشاء کے بعد بھی یاد پڑتا ہے کہ پڑھانے میں مصروف رہتے۔

لیکن اب تو حالات بالکل ہی بدل گئے ہیں۔ اب تو معلّمین مدرسہ کے اوقات میں بھی مستعدی اور شوق کیساتھ پڑھانے سے بالعموم کنی کتراتے ہیں، اِلّا ماشاء اللہ۔ مگر میں پھر کہوں گا کہ اس قدر مستعدی اور چستی کی توقع مہتمم کو اسی استاذ سے کرنی چاہیئے جو پینتالیس سے کم کا ہو۔ اس سے اوپر کے معلم سے ایسا مطالبہ یا اس کا تقاضا یا اس کی خواہش صدا البصحرا ہی ثابت ہوگی۔ خواہ اس کے اندر خدمت کرنے کا جذبہ بدرجہ اتم ہی کیوں نہ موجود ہو۔ اس لئے ایسے حضرات کے تو تجربات سے فائدہ اٹھانا ہی زیادہ مناسب رہے گا، مگر اس سے جو پڑھاتے پڑھاتے اس سِن کو پہنچا ہو اور جس کی عمر یوں ہی وقت ضائع کرنے، خوش گپیاں ہانکنے یا زیادہ سے زیادہ مالداروں کے بچوں کو ان کے گھروں میں جا جا کر ٹیوشنیں پڑھانے میں صرف ہوتی ہو وہ دوسروں کو تو کیا سکھائیگا خود بھی اس قابل نہیں کہ اسے اب حفظ جیسے کٹھن کام کی ذمہ داری سونپی جائے، وہ تو اب شاید قاعدہ بھی اچھی طرح نہ پڑھا سکے۔

ٹیوشنوں کا رواج پڑنے سے اچھے اچھے طالب علم بے کار ہوکر رہ گئے ہیں اور معلمی کے قابل نہیں رہے اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ کسی مدرسہ میں پڑھانے سے صحت برباد ہوتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ جو صرف تحصیلِ مال کے شوق میں گھر گھر جاکر دستک دیتا پھرتا ہے، وہ معلمی کے قابل نہیں ایک تو اسلئے کہ اسکا دل اس جذبہ سے خالی ہوگا جو اس کو محنت پر ابھار سکتا ہے اور دوسرے اس لئے کہ وہ یہ سوچتا رہے گا کہ اگر میں کسی مدرسہ میں اتنے گھنٹے کام کروں گا تو یہ ملے گا اور اگر اتنا

وقت ٹیوشنیں پڑھانے میں صرف کروں گا تو یہ ملے گا۔ پھر مدرسہ میں کام کرنے کی صورت میں مہتمم باز پرس بھی کرے گا، طلباء کو امتحان میں کامیاب بنانے کیلئے محنت بھی بہت کرنی پڑے گی اور ٹیوشنیں پڑھانے کی صورت میں نہ محنت کرنے کی ضرورت پڑے گی اور نہ کسی کی باز پرس کا اندیشہ ہوگا اور نہ امتحان دلانے کے چکر میں پھنسنا پڑے گا، وغیرہ وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ جو طلباء پڑھنے کے زمانہ میں ٹیوشنیں پڑھانے کے عادی بن جاتے ہیں ان کو پھر کسی مدرسہ میں کام کرنے کیلئے بڑی مشکل ہی سے آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جن کا مجھے بعض اپنے شاگردوں کے ذریعہ علم ہوا ہے۔

۹ غلطی کیسے بتائی جائے

اگر بچہ کسی جگہ بھول جائے یا غلطی کرے تو استاذ کو چاہیئے کہ فوراً نہ بتادے بلکہ پہلے زمین پر ہاتھ مار کر یا ہاتھ یا سر سے[1] اشارہ کر کے اسکو غلطی پر تنبیہ کرے۔ تاکہ اسکو اپنی غلطی خود نکالنے کی عادت پڑے۔ ایسا کرنے سے بچے کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوگی اور وہ یہ سمجھے گا کہ غلطی میں نے خود نکال لی ہے، جس سے اسکا دل بڑھے گا۔ ہاں اگر وہ اشارہ یا اس عمل سے بھی نہ سمجھ سکے تو پھر بتادی جائے لیکن اسمیں بھی پہلے کوشش اس بات کی کی جائے کہ غلطی سننے والا طالب علم بتائے، تاکہ اسکو بھی لقمہ دینے کا ڈھنگ آجائے اور سنانے والے پر بھی استاذ کی ہیبت طاری نہ ہونے پائے۔ ہاں اگر سننے والا بھی بتانے سے قاصر رہے تو پھر استاذ خود بتادے اور اسمیں بھی یہ کرے کہ پہلے اس کو دو تین آیتیں اوپر سے پڑھوائے، اس سب کے بعد بھی وہ صحیح نہ کر سکے تب کہیں جا کر بتائے۔

[1] مگر ملحوظ رہے کہ تراویح میں ایسا کرنا یعنی زمین پر ہاتھ مارنا یا اشارہ کرنا درست نہیں۔ تراویح میں پہلے ہی مرحلہ میں لقمہ دے دینا چاہیئے۔ البتہ ایک یا دو آیتیں اوپر سے پڑھوانا تراویح میں بھی بہتر ہے کیونکہ اگر اسی لفظ سے لقمہ دے دیا جائیگا تو سنانے والا گھبرا جائیگا۔ ہاں اگر بھولا نہیں اور پڑھتے پڑھتے رُک نہیں گیا صرف اتنا ہی ہوا ہے کہ کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے یا حرکت وسکون میں غلطی ہوگئی ہے تو ایسی صورت میں اس لفظ کی اصلاح کر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

۱۰ اگر منزل زیادہ کچی ہو تو کیا کیا جائے

لیکن ایسا کرنا جب ہی مناسب ہے کہ پورے پارے میں زیادہ سے زیادہ چار پانچ جگہ بتانے کی ضرورت پیش آئے۔ ورنہ اگر منزل کچھ زیادہ ہی کچی ہو تو پھر سنتے چلے جانا مناسب نہیں ایسی صورت میں طالب علم کو ہدایت کی جائے کہ وہ دوبارہ یاد کر کے لائے، کیونکہ ہر ہر رکوع میں یا اس سے بھی زیادہ موقعوں میں بتانے کی ضرورت پیش آئے گی تو اس سے استاذ کو بھی کوفت ہوگی اور شاگرد کو بھی۔ استاذ کو کوفت ہونا تو ظاہر ہے کہ بار بار بتانے سے انسان تنگ آجاتا ہے اور شاگرد کو کوفت اسلیئے ہوگی کہ جب اسے جگہ جگہ بتایا جائیگا تو وہ بار بار خفت محسوس کرنے کے علاوہ گرانی بھی محسوس کرے گا۔ پھر یہ کہ اسے پارہ یاد بھی نہیں ہوگا کیونکہ وہ چار پانچ غلطیوں کو تو یاد رکھ سکتا ہے، مگر پچیس تیس کو یاد رکھنا ممکن نہیں۔ لہٰذا زیادہ کچا ہونے کی صورت میں دوبارہ یاد کر کے لانے کیلیے فرمانا ہی بہتر ہے۔ مگر یہ جب کہ ایسا کبھی کبھار ہو اور اگر ہمیشہ یا اکثر ایسا ہی ہوتا ہو تو پھر اسکا مطلب یہ ہوگا کہ طالب علم یا تو بد محنت ہے اور یا پھر وہ اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتا جتنا آپ اس سے اٹھوانا چاہتے ہیں۔ اگر پہلی چیز ہو تو پہلے ترغیب و تشویق سے اور پھر مناسب حد تک زجر و توبیخ سے محنت کرنے پر آمادہ کریں اور اگر دوسری چیز ہو تو بوجھ ہلکا کر دیں۔ مثلاً اگر اب تک آپ اس سے ایک پارہ یومیہ سنانے کا تقاضا کرتے رہے ہیں تو اب پونا پارہ کر دیجیے اور اگر اتنا بھی نہ کر سکے تو آدھا کر دیجیۓ، مگر جتنا بھی سنا سکے سنائے روزانہ۔ ایک دن ناغہ کر کے دوسرے دن پورا سنانے سے روزانہ آدھا سنانا بہتر ہے۔ اس سے ایک تو ناغہ کی نحوست سے بچے گا جو تساہل اور تکاسل کا پیش خیمہ ہے اور دوسرے ہر روز کا کام اسی دن کرنے اور دوسرے دن پر نہ ٹالنے کی عادت پڑے گی۔ پھر یہ کہ اگر آج دوسرے دن سنانے کا عادی بن جائیگا تو کچھ دنوں کے بعد تیسرے دن سنانے لگ جائیگا۔ کیونکہ سستی اور تساہل ناغہ کا لازمی نتیجہ ہے اور اگر پابندی کے ساتھ سنانے کی عادت پڑ جائے گی تو آج اگر آدھا سناتا ہے تو کچھ دنوں کے بعد اڑھائی ربع سنانا شروع کر دے گا، ان شاء اللہ۔ اس لئے کہ مداومت میں برکت ہے اور اس سے عمل کو جاری رکھنے میں

بڑی مدد ملتی ہے۔

[۱۱] طالب علم سبق اور پارہ کیسے یاد کرے

سبق کے یاد کرنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ پہلے ایک آیت کو دیکھ کر اتنی مرتبہ کہے کہ زبان پر خوب رواں ہو جائے اور پھر قرآن شریف بند کر کے اسی آیت کو اتنی مرتبہ زبانی کہے کہ وہ دماغ میں بھی محفوظ ہو جائے، پھر اسی طرح دوسری آیت کو پہلے دیکھ کر اور پھر زبانی کہے اور پھر دونوں آیتوں کو ملا کر چند بار کہہ لے۔ ایسے ہی جتنا سبق پڑھا ہو ایک ایک آیت کر کے پہلے دیکھ کر اور پھر زبانی کہتا جائے اور ہر آیت کے بعد پچھلی تمام آیتوں کو ملاتا جائے، جب سارا سبق اس طرح یاد کر چکے تو اب اسی طرح آخر کی طرف[۱] سے شروع کی طرف یاد کرتا ہوا پہنچے[۲]، تاکہ محنت کا توازن سارے سبق پر یکساں ہو جائے، کیونکہ پہلی مرتبہ پہلی آیت پر زیادہ محنت ہوئی تھی اور دوسری پر اس سے کم اور پھر تیسری پر اس سے بھی کم، حتیٰ کہ آخری آیت پر سب سے کم محنت ہوئی تھی اور اس مرتبہ اسکے برعکس سب سے زیادہ محنت آخری آیت پر ہوگی، پھر اس سے کم اس سے پہلی پر اور پھر اس سے پہلی پر حتیٰ کہ پہلی آیت پر اب محنت سب سے کم ہوگی اور اس طرح محنت کا پورے سبق پر

[۱] مگر آخر کی طرف سے شروع کی طرف پلٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ یہ کام پہلے ہو چکا ہے، اس گردان کا مقصد تو صرف حفظ کو ہی مزید پختہ کرنا ہے۔

[۲] مگر ملحوظ رہے کہ آخر کی طرف سے شروع کی طرف پلٹتے ہوئے قرآنی ترتیب کو نہ پلٹے یعنی یہ نہ کرے کہ دوسری آیت کو یاد کرنے کے بعد دونوں کو ملاتے وقت آخری آیت کو پہلے کہے اور اس سے پہلی کو بعد میں۔ بلکہ پہلے اسے کہے جو قرآن میں پہلے ہے اور پھر اسے جو بعد میں ہے۔ مثلاً پہلی مرتبہ سورہ زلزال کے شروع اِذَا زُلْزِلَتِ سے اَوْحٰی لَهَا○ تک پہنچا تھا اور اس مرتبہ بِاَنَّ رَبَّكَ سے شروع ہو کر زِلْزَالَهَا○ تک پہنچے گا لیکن یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا○ کو یاد کرنے کے بعد جب دونوں آیتوں کو ملائے تو اب اس طرح نہ کرے کہ بِاَنَّ رَبَّكَ... الخ کو تو پہلے پڑھے اور یَوْمَئِذٍ... الخ کو بعد میں بلکہ اب بھی قرآنی ترتیب ہی کے موافق پڑھے کہ پہلے یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ کو پڑھے اور پھر بِاَنَّ رَبَّكَ کو۔

نوٹ: آیتوں کو ترتیب پلٹ کر پڑھنا بڑے گناہ کی بات ہے۔

توازن یکساں ہوگا مگر یہ طریقہ اس وقت اختیار کیا جائے کہ جب سبق زیادہ سے زیادہ ایک رکوع ہو اور اگر رکوع سے زیادہ ہو تو پھر سبق کو ایک سے زیادہ حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک حصہ کے اندر الگ الگ یہ عمل جاری کرے اور سب حصوں کو یاد کرنے کے بعد پھر سارے سبق کو چند بار کہہ لے کیونکہ اگر سبق رکوع سے زیادہ ہوگا اور سارے سبق کو ایک ہی حصہ قرار دے کر اس میں یہ طریقہ جاری کیا جائیگا تو بہت دیر لگ جائے گی اور یاد کرنے والے کی طبیعت بھی اکتا جائے گی۔ باقی یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ سبق یاد کرتے وقت علاماتِ وقف بالخصوص م ط اور ج پر وقف کرنے کی عادت ڈالے اور یوں ہی بے جا وقف کرنے سے حتی الامکان بچے۔ اس وقت تھوڑی سی توجہ سے جو کام ہو جائیگا وہ آگے چل کر بہت زیادہ توجہ سے بھی نہیں ہو سکے گا۔

ہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ آیت ○ م ط اور ج کے موقعوں پر صرف ٹھہرنا ہی ہے، خود ان حرفوں کو نہیں کہنا بعض حفاظ کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ ٹھہرنے کیساتھ ساتھ علاماتِ وقف کا نام بھی لیتے جاتے ہیں اور مثلاً اس طرح کہتے جاتے ہیں: اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ جِيْمْ || وَلَا نَوْمٌ جِيْمْ || وَمَا فِي الْاَرْضِ طَا وغیرہ وغیرہ، یہ بھی غلط بلکہ لغو ہے۔ اسلئے کہ میم، طاء اور جیم صرف علامات کے طور پر لگائے گئے ہیں ورنہ ان موقعوں میں یہ قرآن کے حروف نہیں ہیں۔ یہ تفصیل تو ہوئی سبق یاد کرنے سے متعلق اور پارہ یاد کرنے کا طریقہ بھی تقریباً یہی ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ سبق تو آیت آیت کر کے یاد کیا تھا اور پارہ رکوع رکوع یا آدھا آدھا رکوع کر کے یاد کرنا[1] ہوگا، لیکن ظاہر ہے کہ اس طریقہ پر دلچسپی کے ساتھ وہی بچہ عمل کرے گا جو حفظ کرنے کا خوب شائق ہوگا، لہٰذا جو ایسا نہ ہو تو اس کو کسی دوسرے طالب علم کی نگرانی میں دے دینا مناسب ہوگا، جو یا تو ختم کر چکا ہو یا پھر اکثر حصہ پڑھ چکا ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ نگراں سارا وقت اسی کے ساتھ لگا رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا کام بھی کرتا رہے اور اس کی نگرانی بھی۔

[1] لیکن اس طریقہ کے اختیار کرنے کی ضرورت منزل کا پارہ یاد کرتے وقت ہی پیش آئے گی، رہا سبقی پارہ تو وہ چونکہ روزانہ ہی سنایا جاتا ہے اسلئے اسکے یاد کرنے کیلئے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ ایک دفعہ پڑھ لیا جائے بلکہ بعض حالات میں تو نظر ڈال لینا ہی کافی ہو سکتا ہے۔

۱۲ ہو سکے تو طلباء کی جماعتیں بنا دیجئے

اس سلسلہ میں ایک یہ مشورہ بھی مفید معلوم ہوتا ہے کہ اگر استاذ کیلئے ممکن ہو تو دو دو تین تین طلباء کی الگ الگ جماعت بنا دے، اس طرح کہ ان کو سبق اور[1] منزل کے پارے میں شریک کر دے یعنی اس پوری جماعت کا سبق بھی ایک ہی ہو اور منزل کا پارہ بھی ایک ہی۔ اس سے طلباء کو بھی آسانی میسر آئے گی اور استاذ کو بھی۔ طلباء کو تو یہ کہ جب استاذ کو سناتے وقت ایک طالب علم دوسرے کا وہی پارہ سنے گا جو اسے بعد میں خود بھی سنانا ہوگا تو اسکا سننا بھی گویا ایک طرح کا یاد کرنا ہی ہوگا اور وہ خوشدلی اور رغبت کیساتھ سنے گا اور اسکے برعکس اگر دونوں کا پارہ مختلف ہوگا اور ایک نے ایک سنانا ہوگا اور دوسرے نے دوسرا، تو سننے والا بوجھ محسوس کریگا اور وہ اس میں حق بجانب بھی ہوگا۔ اسلیئے کہ اس سننے سے اسے استاذ کی بات ماننے کے سوا اپنا کوئی ذاتی فائدہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ ایک لحاظ سے اسکا وقت ضائع ہوگا اور ایسے ہی اگر دونوں کا سبق ایک ہی ہوگا تو اسکا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ استاذ کو سنانے سے پہلے ایک دوسرے کو سنا کر خوب اطمینان حاصل کر لیا کریں گے اور ایک کو دوسرا اس کی غلطی پر تنبیہ کر دیا کرے گا۔ اس سب کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوگا کہ طلباء کے اندر مسابقت اور ساتھیوں سے پہلے اپنا سبق اور پارہ یاد کر لینے کا جذبہ ابھرے گا اور وہ پیچھے رہ جانے کے ڈر سے کوئی لمحہ ضائع کیئے بغیر اپنا کام پورا کرنے میں لگے رہا کریں گے اور استاذ کو یہ کہ جب طلباء کا پارہ بھی خوب یاد ہوگا اور سبق بھی خوب، تو اس سے اسکا دل خوش ہوگا اور وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرے گا جس کی وجہ سے وہ بجائے مثلاً دس کے بارہ کو اور بجائے سولہ کے بیس کو پڑھا سکے گا۔ لیکن پارہ سنتے وقت دو سے زیادہ کو اکٹھا نہ بٹھایئے، اس لئے کہ اگر آپ دو سے زیادہ کو اکٹھا بٹھائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کے ذمہ اپنے سب ساتھیوں کا سننا لگائیں گے تو اس سے حرج لازم آئے گا۔ البتہ سبق پڑھاتے وقت سب کو پاس بٹھانا مفید ہے۔ اس لئے کہ جب استاذ تین چار کو ایک ہی سبق پڑھائے گا تو یہ ایسا ہوگا گویا ہر طالب علم نے استاذ

[1] رہی سبقی پارہ میں شرکت؟ تو وہ سبق میں شرکت سے خود بخود حاصل ہو جائے گی۔

سے سبق کئی بار پڑھا ہے۔

۱۳ سبقی پارہ کتنا سنا جائے اور منزل کا پارہ کتنا؟

اس بات کا انحصار استاذ اور طالب علم دونوں کی مستعدی، محنت، شوق لگن، جذبہ اور اس سب کے علاوہ طالب علم کے دماغ اور استاذ کی فراغت پر ہے۔ میں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں ایسے طلبا بھی دیکھے ہیں جو روزانہ چار چار، پانچ پانچ سیپارے سنایا کرتے تھے، لیکن اب چونکہ حالات بدل چکے ہیں، نہ گندم صحیح ملتی ہے نہ دودھ خالص دستیاب ہے اور چینی، چائے، سبزی بلکہ نمک، مرچ، ہلدی اور مصالحہ جات کا بھی یہی حال ہے۔ رہا گھی؟ تو اس کا حال تو اور بھی ابتر ہے۔ جاننے والے بتاتے ہیں کہ ڈالڈا گھی تیل سے بھی زیادہ خراب ہے۔ میرے بچپنے کی بات ہے کہ ڈالڈا کا کوئی نام تک بھی نہیں جانتا تھا اور اب حالت یہ ہے کہ ڈالڈا بھی بڑی مشکل سے اور تلاش وبسیار کے بعد دستیاب ہوتا ہے۔ رہ گیا گوشت؟ تو اسکا حال تو سب ہی جانتے ہیں کہ بالکل ہی ناگفتہ بہ ہے جس طرح کا گوشت آج سے چالیس برس پہلے ایک سیر چار آنے میں مل جاتا تھا، اب اس طرح کا سولہ[۱] روپے میں بھی نہیں ملتا۔ اس سب کے علاوہ بے برکتی کا سایہ تقریبًا سب ہی کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ آج سے تہائی صدی پہلے جس شخص کا گزارہ پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار میں ہو جاتا تھا، اب وہ ایک ہزار میں بھی اس طرح کا نہیں کھا پی سکتا۔ اس سب کے علاوہ طرح طرح کے امراض اور ہمت ہرادینے والی پریشانیوں سے کم وبیش سب ہی دوچار ہیں۔ ایسے حالات میں استاذ کیا محنت کرسکتا ہے اور طالب علم کیا مستعدی دکھلا سکتا ہے۔ شوق وذوق اور جذبہ بھی اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب ضروریات پوری ہو رہی ہوں اور صحت ساتھ دے رہی ہو۔ ورنہ سارے جذبے اور شوق دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں اگر مندرجہ ذیل طریقہ کو بھی اپنایا جاسکے تو احقر کی رائے میں یہ بھی کافی ہے۔ وَهِيَ هٰذِهٖ

[۱] یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے۔ اب تو ایک سو تیس[۱۳۰] روپے میں بھی صحیح گوشت مشکل ہی سے ملتا ہے۔ (خالد محمود)

※ عَمّ کا پارہ ختم ہونے تک تو روزانہ آموختہ سارا ہی سنا جائے۔ اسلئے کہ اس وقت سبق بھی یہی ہے اور منزل کا بھی یہی۔

※ پھر جب الٓمّ شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ جتنا پڑھ چکا ہو سارا اور عَمّ کے پارہ کا دوسرا نصف، یہ دونوں تو روزانہ سنے جائیں اور پہلے نصف کو دو ربع میں تقسیم کر کے ایک دن پہلا ربع اور دوسرے دن دوسرا ربع سنا[1] جائے اور نصف ہونے تک اسی طرح کیا جائے۔

پھر جب دوسرا نصف شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو صرف الٓمّ سنا جائے اور منزل کے طور پر پارہ عَمّ کو دو نصفوں میں تقسیم کر کے ایک دن پہلا نصف اور دوسرے[2] دن دوسرا نصف سنا جائے۔

※ پھر جب سَیَقُوْلُ شروع ہو جائے تو اب الٓمّ کا دوسرا نصف اور سبقی پارہ تو روزانہ سنا جائے اور اس کے ساتھ بطورِ منزل ایک دن عَمّ کا پہلا نصف، دوسرے دن دوسرا نصف اور تیسرے دن الٓمّ کا پہلا نصف سنا جائے۔

پھر جب سَیَقُوْلُ نصف سے متجاوز ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو صرف سَیَقُوْلُ ہی سنا جائے اور باقی دو پاروں کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ہر روز ایک حصہ سنا جائے اور اس طرح ساری منزل ہفتہ میں دو مرتبہ سنی جا سکے گی۔

※ پھر جب تِلْكَ الرُّسُلُ شروع ہو جائے تو اب سَیَقُوْلُ کے دوسرے نصف سے سبق تک تو سبقی پارہ کے طور پر سنا جائے اور باقی اڑھائی پاروں کو اڑھائی ربع کے چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر روز ایک حصہ منزل کے طور پر سنا جائے۔ اس طرح پوری منزل دو ہفتوں میں تین مرتبہ سنی جا سکے گی۔

[1] تاکہ ساری منزل پر محنت کا توازن برابر ہو جائے، کیونکہ پہلا ربع پہلے پڑھا تھا جس کی وجہ سے اس پر دوسرے کی بہ نسبت محنت زیادہ ہو چکی ہے اور اس ترتیب سے دونوں ربعوں پر محنت کا توازن برابر ہو جائیگا۔

[2] اس فرق کی وجہ بھی وہی ہے جو ابھی حاشیہ نمبر ایک میں بیان ہو چکی ہے۔

پھر جب تِلْكَ الرُّسُلُ نصف سے متجاوز ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو تِلْكَ الرُّسُلُ کے شروع سے سنا جائے اور باقی تین پاروں کو چار حصوں میں تقسیم کر کے پونا پارہ منزل کے طور پر سنا جائے اور تِلْكَ الرُّسُلُ کے ختم ہونے تک ایسا ہی کیا جائے۔

❁ پھر جب لَنْ تَنَالُوْا شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو تِلْكَ الرُّسُلُ کے نصف سے سنا جائے اور باقی ساڑھے تین پارے پانچ دنوں میں اس طرح سنے جائیں کہ پہلے دن تو نصف[1] سنا جائے اور باقی چار دن پونا پونا اور لَنْ تَنَالُوْا کے نصف ہونے تک اسی طرح کیا جائے۔

پھر جب لَنْ تَنَالُوْا کا دوسرا نصف شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو لَنْ تَنَالُوْا کے شروع سے سنا جائے اور پچھلے چار پارے پانچ دنوں میں منزل کے طور پر اس طرح سنے جائیں کہ پہلے چار دن تو پونا پونا سنا جائے اور پانچویں دن پورا۔[2]

❁ پھر جب وَالْمُحْصَنٰتُ شروع ہو جائے تو اب لَنْ تَنَالُوْا کے نصف سے تو روزانہ سنا جائے اور باقی ساڑھے چار پاروں کو منزل کے طور پر سننے کیلئے تین تین ربع کے چھ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس طرح ہفتہ میں پوری منزل ایک دفعہ سنائی جا سکے گی۔

پھر جب وَالْمُحْصَنٰتُ کا دوسرا نصف شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو وَالْمُحْصَنٰتُ کے شروع سے سنا جائے اور باقی پانچ پاروں کو سات حصوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ پہلے روز تو عَمَّ کا صرف پہلا نصف[3] سنا جائے اور باقی ساڑھے چار پاروں کو تین تین ربع کے چھ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور وَالْمُحْصَنٰتُ کے ختم ہونے تک اسی طریقہ کو اپنایا جائے۔

[1] [3] اسلئے کہ اب اسے پڑھے ہوئے دیر ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اس نصف پر اتنی محنت کرنی پڑے گی جتنی بعد کے تین تین ربعوں پر۔

[2] کیونکہ یہ حال ہی میں پڑھا ہے جس کی وجہ سے پورا بھی آسانی کے ساتھ سنایا جا سکتا ہے۔

٭ پھر جب لَا یُحِبُّ اللّٰہُ شروع ہو جائے تو اب وَالْمُحْصَنٰتُ کے نصف سے تو روزانہ سنا جائے اور عَمَّ سمیت باقی ساڑھے پانچ پاروں کو سات دنوں میں اس طرح سنا جائے کہ پہلے چھ دن تو تین تین پاؤ سنا جائے اور ساتویں دن پورا[1] اور لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کے نصف ہونے تک ایسا ہی کیا جائے۔

پھر جب لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کا دوسرا نصف شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو اس کے شروع سے سنا جائے اور باقی چھ پاروں کو تین تین پاؤں کے آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے ہر روز ایک حصہ منزل کے طور پر سنا جائے۔

٭ پھر جب وَاِذَا سَمِعُوْا شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کے دوسرے نصف سے سنا جائے اور باقی ساڑھے چھ پاروں کو منزل کے طور پر سننے کیلئے نو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اسطرح کہ پہلے دن نصف[2] سنا جائے اور باقی آٹھ دن تین تین ربع۔

پھر جب وَاِذَا سَمِعُوْا کا دوسرا نصف شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو وَاِذَا سَمِعُوْا کے شروع سے سنا جائے اور باقی سات پاروں کو نو حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ آٹھ دن تو تین تین پاؤ سنا جائے اور نویں دن پورا۔[3]

٭ پھر جب وَلَوْ اَنَّنَا شروع ہو جائے تو اب وَاِذَا سَمِعُوْا کے دوسرے نصف سے تو روزانہ سنا جائے اور منزل کے طور پر سنانے کیلئے باقی ساڑھے سات پاروں کو تین تین ربع کے دس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ پھر جب وَلَوْ اَنَّنَا کا دوسرا نصف شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو اسکے شروع سے سنا جائے اور باقی عَمَّ سمیت آٹھ پاروں کو اسطرح دس حصوں میں تقسیم کر دیا جائے کہ آٹھ روز تک تو تین تین پاؤ سنا جائے اور دو روز پورا پورا۔[4]

[1] [3] [4] کیونکہ یہ حال ہی میں پڑھا ہے جس کی وجہ سے پورا بھی آسانی کے ساتھ سنایا جا سکتا ہے۔
[2] اس لئے کہ اب اسے پڑھے ہوئے دیر ہو گئی ہے جس کی وجہ سے اس نصف پر اتنی محنت کرنی پڑے گی جتنی بعد کے تین تین ربعوں پر۔

❁ پھر جب قَالَ الْمَلَاُ شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو یٰبَنِیٓ اٰدَمَ سے سنا جائے اور باقی ساڑھے آٹھ پاروں کو گیارہ حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ دس دن تو تین تین ربع سنا جائے اور گیارہویں دن پورا۔[1]

پھر جب قَالَ الْمَلَاُ کا دوسرا نصف شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو اسکے شروع سے سنا جائے اور باقی نو پاروں کو تین تین ربع کے بارہ حصوں میں تقسیم کر کے ہر روز ایک حصہ سنا جائے۔ اسطرح دو ہفتوں میں پوری منزل کی ایک مرتبہ دوہرائی ہو جایا کرے گی۔

❁ پھر جب وَاعْلَمُوْٓا شروع ہو جائے تو اب حسب سابق سبقی پارہ تو نویں پارے کے دوسرے نصف سے سنا جائے اور باقی ساڑھے نو پاروں کو اب بھی بارہ ہی حصوں میں تقسیم کیا جائے اس طرح کہ پہلے دس دن تین تین ربع اور آخری دو دن پورا پورا سنا جائے۔[2]

پھر جب وَاعْلَمُوْٓا کا دوسرا نصف شروع ہو جائے تو اب سبقی پارہ کے طور پر تو اس کے شروع سے سنا جائے اور عَمَّ سمیت باقی دس پاروں میں سے ہر روز منزل کے طور پر ایک سیپارہ سنا جائے۔

یہاں پہنچ کر پارہ سننے کا مشکل مرحلہ طے ہو گیا۔ اب اسکے بعد کی بات آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ اب اس طرح کی ترتیب بنائی جائے کہ سبقی پارہ کے طور پر تو روزانہ پورا[3] ایک پارہ سنا جائے اور منزل کے طور پر اگر ہو سکے تو سوا پارہ ورنہ کم از کم ایک تو ضرور ہی سنا جائے اور پندرھویں پارے کے ختم تک اسی طریقہ کو اپنایا جائے۔

[1] [2] کیونکہ یہ حال ہی میں پڑھا ہے جس کی وجہ سے پورا بھی آسانی کے ساتھ سنایا جاسکتا ہے۔

[3] اور اس کی صورت یہ ہے کہ جوں جوں سبق آگے کی طرف بڑھتا جائے توں توں پیچھے کی طرف سے ایک سبق چھوڑتا جائے۔ مثلاً کل يَعْتَذِرُوْنَ کے شروع سے پڑھایا تھا اور سبقی پارہ کے طور پر وَاعْلَمُوْٓا کے شروع سے سنا تھا، آج يَعْتَذِرُوْنَ کا دوسرا سبق مثلاً وَالسّٰبِقُوْنَ سے پڑھایا جائیگا تو اب وَاعْلَمُوْٓا کے شروع سے ایک سبق چھوڑ دیا جائے اور مثلاً وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سے سننا شروع کیا جائے۔

٭ پھر جب سولھواں پارہ شروع ہو جائے تو سبقی پارہ تو اب بھی ایک ہی کافی ہے البتہ منزل کا پارہ اب ایک سے بڑھا کر سوا یا سوا سے بڑھا کر ڈیڑھ کر دیا جائے اور بیسویں پارے کے ختم تک یہی طریقہ اپنایا جائے۔

٭ پھر جب اکیسواں پارہ شروع ہو جائے تو سبقی پارے کے طور پر تو اب بھی ایک ہی پارہ سننا کافی ہے۔ البتہ آموختہ ڈیڑھ سے بڑھا کر دو پارے کر دینا چاہیئے اور ختم قرآن تک اسی کو معمول بنایا جائے، لیکن یہ جب کہ استاذ کے پاس بھی وقت ہو اور طالب علم بھی مستعدی کا مظاہرہ کرے۔ ورنہ بیسویں کے بعد بھی ڈیڑھ ہی کافی ہے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سوا تو ضرور ہی سنا جائے۔ یہ کم سے کم مقدار ہے، البتہ سبقی پارے کی مقدار ایک سے زیادہ نہ بڑھائی جائے۔ فقط

میں نے اپنی ناقص سمجھ کے موافق انتہائی غور وفکر اور سوچ وبچار کے بعد یہ ترتیب درج کی ہے اور اس میں اس بات کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے کہ قرآن مجید کے ہر ہر حصہ پر محنت یکساں ہو اور یہ نہ ہو کہ کسی حصہ پر تو محنت زیادہ ہو جائے اور کسی حصہ پر کم۔ یہ جو عام طور پر سننے میں آتا ہے کہ فلاں شخص کے فلاں فلاں پارے کچے ہیں، تو میرے خیال میں اس کی وجہ ان دو میں سے ایک ہوتی ہے:۔

٭ یا تو وہ پارے سبق میں ہی کچے رہ گئے ہوتے ہیں

٭ یا پھر یہ ہوتا ہے کہ ان پاروں پر محنت کا توازن دوسروں کے برابر نہیں ہوتا

اور حاصل ان دونوں کا ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان پاروں پر محنت کم کی گئی ہوتی ہے۔
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

۱۴ ہو سکے تو منزل بھی پڑھواتے رہیئے

اس سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ جو طلباء اپنے شوق سے پڑھ رہے ہوں اور دماغ کے بھی مضبوط ہوں کہ مزید محنت کا تحمل کر سکیں تو استاذ کو سبقی اور منزل کا پارہ سننے کے علاوہ انہیں

حسب ہمت و فراغت روزانہ کچھ نہ کچھ منزل اپنے طور پر بھی پڑھنے کی تاکید کرتے رہنا چاہیئے۔ خواہ ایک ہی پارہ کیوں نہ پڑھیں۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے:۔

☸ ایک یہ کہ انہیں بطور خود اور کسی داعیہ کے بغیر پڑھنے کی عادت پڑ جائے گی

☸ دوسرا یہ کہ حفظ ختم کر لینے کے بعد گردان کرنا اور منزل پڑھنا ان پر شاق نہیں گزرے گا کیونکہ عادی تو وہ اسکے پہلے سے ہی ہو چکے ہوں گے۔ اب صرف یہ ہوگا کہ انہیں مثلاً بجائے ایک پارہ کے پانچ یا دس پارے پڑھنا ہوں گے اور یہ زیادتی اسلیئے دشوار معلوم نہیں ہوگی کہ اب نہ انہیں سبق یاد کرنا ہے نہ سبقی پارہ اور نہ منزل کا پارہ، سارا وقت منزل کے پڑھنے پر ہی صرف کرنا ہے۔ گویا پہلے تین بوجھ تھے اور اب صرف ایک ہی ہوگا۔ لیکن اگر بچہ زیادہ شوق اور مستعدی کا مظاہرہ نہیں کرتا یا دماغ کا کمزور ہے تو پھر اس پر منزل پڑھوانے کا بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اور جتنا سننے کا مشورہ دیا گیا ہے بس اسی کو کافی سمجھا جائے۔ اتنا کرتے رہنے سے بھی انشاء اللہ قرآن مجید یاد ہو جائیگا۔ البتہ جب ختم کر چکے تو اس وقت منزل پڑھوانا ضروری اور انتہائی ضروری ہے ورنہ قرآن مجید یاد نہ رہ سکے گا۔ رہ گیا یہ سوال کہ کتنی پڑھی جائے؟ تو اسکا جواب آیندہ سطور میں دیا جائیگا۔

۱۵ ختم کرا چکنے کے بعد پھر کتنی منزل پڑھوائی جائے

اسکا انحصار طالب علم کی فراغت اور اسکے دماغ پر ہے۔ پس استاذ کو چاہیئے کہ بچے پر محنت کا بوجھ ڈالتے وقت اسکے دماغ اور فراغت کو مدنظر رکھے۔ بہت بہتر تو یہ ہے کہ ختم کر چکنے کے بعد ایک سال تک بچے کو اسکے والدین کسی دوسرے مشغلہ میں نہ ڈالیں۔ جہاں انہوں نے چار پانچ سال تک ایثار کیا ہے، وہاں اگر ایک سال مزید صبر کر لیں تو ان کا بچہ سونے پر سہاگہ کا مصداق بن جائے۔ اگر کسی بچہ کے والدین اس مشورہ کو مان لیں اور اسے مزید ایک سال تک اسی کام میں لگا رہنے دیں اور بچہ ہو بھی ذی استعداد اور دماغ کا مضبوط تو کم از کم دو پارے تو روزانہ استاذ کو سنائے

اور زیادہ نہیں تو پانچ پارے منزل کے طور پر بطورِ خود پڑھے[1]۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اب اس کی عمر بھی کم سے کم دس بارہ برس کی تو ہو ہی گئی ہو گی، دل بھی بڑھ گیا ہو گا، قرآن مجید کے ساتھ شغف بھی پیدا ہو گیا ہو گا، اسکے سوا کوئی اور کام بھی اسکے ذمہ نہیں ہو گا۔

احقر نے جب قرآن مجید ختم کر لیا تو حضرت قاری خدا بخش صاحب نے حکم فرمایا کہ پندرہ پارے یومیہ منزل پڑھنا تمہارے ذمہ ہے، جب تک میں اتنا نہیں پڑھ لیتا تھا اس وقت تک مجھے گھر جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، پھر کافی عرصہ کے بعد ایک صاحب سے سفارش کرا کر منزل کم کر دینے کی اجازت حاصل کی اور اب بجائے پندرہ کے دس پارے پڑھنا روزانہ کا معمول مقرر کیا گیا اور اس سے بھی زیادہ حیرت میں ڈال دینے والی وہ بات ہے جو حضرت قاری صاحب اپنے بارے میں فرمایا کرتے تھے، کہ:

"میں نے جب پہلا رمضان سنایا تھا تو سوا پارے کو روزانہ اکیس بار پڑھا کرتا تھا"

یعنی سوا چھبیس پارے یومیہ پڑھتے تھے، لیکن یہ تو ساٹھ ستر برس پہلے کی بات ہے، مگر اب حالات بدل چکے ہیں، نہ تو ایسے فارغ البال اساتذہ ہیں جو صبح سویرے سے عشاء کے بعد تک پڑھانے میں مصروف رہیں اور نہ پڑھنے والوں کے دماغ ہی زیادہ محنت کے متحمل ہیں۔ تاہم اگر طالب علم فارغ ہے اور اسکے ذمہ کوئی اور کام نہیں ہے تو مندرجہ بالا پروگرام کو آسانی کے ساتھ اپنا سکتا ہے یعنی پانچ پارے اپنے طور پر پڑھنے کے علاوہ روزانہ دو پارے استاذ کو سنا سکتا ہے۔ اگر ایک سال تک اتنا بھی کرتا رہے گا تو قرآن شریف انشاء اللہ قابو میں آجائیگا۔ اور اگر کسی بچے کے

[1] لیکن اگر آپ مسافر طلباء کو پڑھا رہے ہیں جو آپ ہی کے زیر اثر ہیں تو ان پر تو یہ ذمہ داری ضرور ہی ڈالی جائے اور ان کو شہری بچوں کی بہ نسبت اس کی ضرورت بھی زیادہ ہے، اسلئے کہ انہوں نے آگے چل کر یہی کام کرنا ہے۔ اگر ان کا اپنا حفظ ہی پختہ نہیں ہو گا تو پھر آگے شاگردوں کو کیا پختہ کرا سکیں گے نیز یہ کہ اگر انہوں نے خود محنت کی ہو گی اور اس راہ کی منزلوں سے واقف ہوں گے تو شاگردوں کی رہنمائی بھی صحیح خطوط پر کر سکیں گے ورنہ پھر یہی ہو گا:-

آنکس کہ خود گمراہ است کرا رہبری کند

والدین اسے پورے وقت کیلئے فارغ نہ کر سکیں تو پھر کم از کم ایک سال تک صبح کے چار گھنٹے تو ضرور ہی مدرسہ میں بھیجتے رہیں۔ اور اب بچہ خود تو تین پارے پڑھے اور استاذ کو سوا پارہ سنائے، پھر جوں جوں دوسرے مشاغل بڑھتے جائیں اور قرآن مجید پختہ ہوتا جائے توں توں منزل میں کمی کرتا رہے۔ حتیٰ کہ کچھ وقت گزرنے کے بعد استاذ کو سنانا چھوڑ دے، لیکن گردان کرنے اور منزل پڑھنے سے بے نیازی کبھی بھی نہ برتے اور اس کی آخری مقدار سوا پارہ یومیہ ہے، اس سے کم پڑھنے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ اگر سوا پارہ یومیہ بھی پڑھتا رہے گا تو اس کو رمضان شریف میں کوئی دِقّت پیش نہیں آیا کرے گی اور وہ تراویح میں سوا پارہ آسانی کے ساتھ سنا لیا کرے گا۔

۱۶ اگر کوئی کسی دوسری جگہ سے پڑھ کر آیا ہو؟

سوال: اگر کوئی طالب علم کسی دوسری جگہ سے کچھ پڑھ کر آیا ہو تو اس کو پڑھانے کا کیا طریقہ ہے۔ آیا جہاں تک وہ پڑھ چکا ہے اس کے آگے سے ہی پڑھانا شروع کر دیا جائے یا از سرِ نو شروع کرایا جائے؟

جواب: اس بات کا انحصار طالب علم کے تلفظ اور یادداشت پر ہے۔ جو کچھ اس نے پڑھ رکھا ہے اگر وہ اعلیٰ درجہ کا نہیں تو اوسط درجہ کا یاد ہے اور تلفظ بھی ایک حد تک درست ہے تو پھر آگے سے ہی پڑھانا مناسب ہے، سابق استاذ پر خواہ مخواہ اپنی برتری جتانے اور اس کی کارکردگی پر پانی پھیرنے کی غرض سے شروع پر لگا دینا خلافِ مصلحت ہی نہیں خلافِ عقل بھی ہے۔ اگر آج آپ کسی کے کام پر پانی پھیریں گے تو کل کو کوئی دوسرا آپ کو بھی ہدفِ تنقید بنائے گا۔ بلکہ اگر اس کا تلفظ تو درست ہو مگر آموختہ یاد نہیں تب بھی سبق کے طور پر تو آگے سے ہی پڑھاتے رہیئے اور آموختہ یاد کرانے کے لئے بقدر اسکے تحمل کے پیچھے سے سنتے رہیئے۔ البتہ جب تک تمام آموختہ دو تین مرتبہ سنا نہ لے، اس وقت تک سبق تھوڑا پڑھایئے، تاکہ آموختہ یاد کرنے کیلئے اسے وقت زیادہ ملتا رہے مگر پڑھایئے ضرور۔ ورنہ اگر آپ نے آگے سبق نہ پڑھایا اور ساری توجہ آموختہ یاد کرانے

پر ہی مرکوز کیئے رکھی تو بہت ممکن ہے کہ وہ بد دل ہو کر پڑھنے سے ہی دستبردار ہو جائے، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر اس کا تلفظ بھی صحیح نہیں تب بھی اس کو آگے سے ہی پڑھانا شروع کریں۔ اس لئے کہ تلفظ کی تصحیح کے لئے ضروری نہیں کہ عَمَّ کا پارہ ہی پڑھایا جائے بلکہ جس پارے، جس رکوع اور جس سورہ سے بھی پڑھایا جائے گا، اس کی تصحیح ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن کے الفاظ ہر جگہ ایک ہی طرح کے ہیں۔

ہاں اگر تلفظ بہت ہی غلط اور ناقابل اصلاح ہے کہ قرآن سے تصحیح نہیں ہو سکتی تو پھر قاعدہ پڑھانا ضروری ہے۔ البتہ اگر طالب علم بہت چھوٹا بچہ ہے کہ پچھلا چھڑوا دینے سے کوئی برا اثر نہیں لے سکتا اور منزل ہے بھی بہت کچی تو پھر میرے خیال میں پچھلے کو کالعدم قرار دے کر کسی دوسری جگہ سے از سر نو پڑھانا بہتر ہے، کیونکہ اگر آپ پڑھے ہوئے کو ہی دوبارہ پڑھائیں گے تو اس پر زیادہ محنت کرنے کے باوجود بھی وہ نتیجہ نہیں نکلے گا جو نہ پڑھی ہوئی جگہ سے پڑھانے کی صورت میں نکلے گا، کیونکہ نئی جگہ سے اصلاح کرنا بہ نسبت پرانی جگہ کے آسان ہوتا ہے۔

۱۷ حفظ کرانے کے دوران متشابہات یاد نہ کرایئے

قرآن مجید کے حافظ کیلئے ایک مسئلہ اسکے متشابہات کا ہے جو خاصا مشکل اور پیچیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ایک مضمون کو کئی کئی اور مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے۔

❁ مثلاً اگر ایک جگہ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ[1] ہے تو دوسری جگہ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ[2] ہے۔

❁ ایسے ہی اگر ایک جگہ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۝[3] ہے تو دوسری جگہ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ[4]، تیسری جگہ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ[5] اور چوتھی جگہ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۝[6] ہے۔

[1] بقرہ: ۱۲۶ [2] ابراہیم: ۳۵ [3] اعراف: ۱۱ [4] بقرہ: ۳۴ [5] کہف: ۵۰ [6] ص: ۷۴

❁ ایسے ہی اگر ایک جگہ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۝[۷] ہے تو دوسری جگہ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ۝[۸] اور تیسری جگہ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ۝[۹] ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہ سلسلہ بہت طویل ہے اور سارے قرآن میں پھیلا ہوا ہے اور صحیح معنیٰ میں حافظ وہی ہے جس کو متشابہات کے موقعوں میں غلطی نہ لگے اور جو آیت جس جگہ جس طرح ہو اسکو ٹھیک اسی طرح یاد ہو۔ اس مشکل کو حل کرنے کیلئے بعض علماء اور قرآن کے سچے خادموں نے متشابہات القرآن کے عنوان سے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ تاکہ طلباء متشابہات والی ان آیتوں کے باہمی فرق کو اچھی طرح سمجھ کر یاد کرلیں اور انہیں حفظِ قرآن کی دولت بدرجہ اتم اور بلاکم وکاست حاصل ہو جائے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ

لیکن احقر کے خیال میں بچوں کو حفظ کرانے کے دوران متشابہات کا باہمی فرق سمجھانا اور ان کا یاد کرانا کچھ مفید نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ اگر وہ متشابہات والی آیتوں کو سوچ سوچ کر پڑھیں گے تو ظاہر ہے کہ یہ چیزیں ان کیلئے بجائے آسانی کے دشواری کا باعث ہوگی۔ بچوں کے لئے تو صرف اتنا ہی کافی ہے کہ انہیں ہر آیت ہر موقع میں اسی طرح یاد ہو جس طرح وہاں ہے اور بس۔

انہیں میرے خیال میں یہ بتانے کی قطعاً حاجت نہیں کہ یہاں تو یہ آیت اس طرح ہے اور فلاں فلاں موقعہ میں اسطرح، کیونکہ اگر انہیں دورانِ حفظ متشابہات کے فرق سمجھائے جائیں گے تو وہ بےفکری اور روانی کے ساتھ نہیں پڑھ سکیں گے اور قدم قدم پر سوچنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ انہیں تو ہر آیت اپنے موقعہ میں کچھ اس طرح یاد ہونی چاہیئے کہ ان کی زبان پر اس موقعہ میں دوسری طرح جاری ہی نہ ہو سکے۔

البتہ جب حفظ مکمل ہو جائے تو پھر ان متشابہات کے فرق کو سمجھانا یقیناً مفید ہے۔ کیونکہ اس سے انہیں حفظ میں کمال کے علاوہ بصیرت بھی حاصل ہوگی نیز یہ کہ یہ محنت ان کو آئندہ بھی

[۷] حجر: ۴۵ اور ذاریات: ۱۵ [۸] مرسلات: ۴۱ [۹] طور: ۱۷۔

کام دیتی رہے گی۔ اس لئے کہ سہو ونسیان تو انسان کے ساتھ لگے ہی ہوئے ہیں، اس لئے اگر انہیں علمی طور پر متشابہات[1] یاد ہوں گے تو وہ آیندہ غلطی سے محفوظ رہ سکیں گے۔ یہ میری ذاتی رائے ہے باقی ماہر اساتذہ جو مناسب سمجھیں۔

۱۸ امتحان بھی دلاتے رہیئے

اس سلسلہ میں ایک مشورہ یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اولاً تو تین ماہ ورنہ چھ ماہ کے بعد تو ضرور ہی بچوں کا امتحان دلایا جائے۔ اس سے ایک تو منزل پختہ ہوتی رہے گی اور دوسرا بچوں کو امتحان کا خیال رہے گا اور وہ محنت پر لگے رہیں گے اور استاذ بھی نتیجہ کے اچھا نہ نکلنے کے ڈر سے کام محنت اور چستی کے ساتھ کرتا رہے گا۔

ممتحن صاحب امتحان لیتے وقت ذہن میں یہ ضرور رکھیں کہ وہ نوآموز بچوں کا امتحان لے رہے ہیں کسی پرانے اور تجربہ کار حافظ کا نہیں، کیونکہ امتحان سے مقصود معلم اور متعلم دونوں کو مستعد اور محنت پر لگائے رکھنا ہے، خدانخواستہ حوصلہ شکنی مقصود نہیں، لیکن اسکا مطلب یہ بھی نہیں کہ ممتحن بالکل ہی چشم پوشی اور اغماض سے کام لے۔ کیونکہ اس سے امتحان کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا اور اس ڈھیل سے بچوں کو یہ تاثر ملے گا کہ ہم خواہ محنت کریں یا نہ کریں اور امتحان کے وقت خواہ کتنے ہی کمزور کیوں نہ ثابت ہوں ممتحن ہمیں پاس تو بہرحال کر ہی دے گا۔ نیز اگر استاذ کے اندر محنت کرنے کا جذبہ موجود نہ ہوگا تو وہ بھی اسی ڈھیل سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا، اور محنت کرنے سے گریز کرے گا۔ لہٰذا امتحان تو بچے کی استطاعت کے مطابق کس کر ہی لیا جائے البتہ نمبر لگاتے وقت مناسب حد تک فیاضی کا مظاہرہ کیا جائے، تاکہ شاگرد اور استاذ دونوں محنت پر بھی لگے رہیں اور ان کی حوصلہ شکنی بھی نہ ہو۔

---

[1] اس موضوع پر علاوہ متقدمین کے دورِ حاضر کے استاذ محقق حضرت مولانا حافظ قاری مقری رحیم بخش صاحب صدر شعبہ تجوید وقراءات وحفظ مدرسہ خیر المدارس ملتان نے دو کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے اور دوسری بڑی۔ حفظ میں ماہر بننے کیلئے ان کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

19 امتحانات کب دلائے جائیں

رہ گیا یہ سوال کہ امتحانات کون سے مہینوں اور کن تاریخوں میں دلائے جائیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عربی اور قرآنی مدارس کا تعلیمی سال شوال سے شروع ہوتا ہے، اسلئے سہ ماہی امتحانات تو بیس محرم کے بعد دلائے جائیں اور ششماہی جمادی الاوّل کے پہلے ہفتہ میں اور اگر درمیانِ سال میں ایک ہی امتحان دلانا ہو تو پھر اس کیلئے ربیع الثانی کا پہلا ہفتہ زیادہ مناسب ہے۔

رہے سالانہ امتحانات؟ تو ان کے بارے میں عام دستور تو یہ ہے کہ پندرہ شعبان کے بعد دلائے جاتے ہیں اور بظاہر مناسب بھی یہی معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ شعبان تعلیمی سال کا آخری مہینہ سمجھا جاتا ہے لیکن میرے خیالِ نارسا میں حفظ کے امتحانات کیلئے یہ موقعہ مناسب نہیں کیونکہ اس سے تقریباً دو ماہ سبق بند رہتے ہیں اور تعلیم میں حرج واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے یکم شعبان سے پندرہ شعبان تک تو امتحان کی تیاری کیلئے بند رہتے ہیں اور پھر امتحانات کے بعد بعض مدارس میں تو سرے سے تعطیلات ہی ہو جاتی ہیں اور بعض میں گو تعطیلات تو نہیں ہوتیں لیکن رمضان شریف کی آمد کے انتظار میں اسباق ان میں بھی برائے نام ہی ہوتے ہیں اور پھر رمضان شریف میں تو ویسے ہی اسباق کا جاری رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ دن کو روزہ رکھنا ہوتا ہے اور رات کو تراویح پڑھنی ہوتی ہیں، اسلئے غیر رمضان کے تمام معمولات کا جاری رکھنا یعنی سبق یاد کرنا، سبقی پارہ سنانا اور پچھلا پارہ سنانا اور یاد کرنا شاگرد کیلئے تو مشکل ہوتا ہی ہے، استاذ کیلئے بھی مفوّضہ فرائض کا انجام دینا آسان نہیں ہوتا بلکہ اسے تو پڑھانے کے علاوہ رات کو تراویح میں سنانے کیلئے منزل بھی تیار کرنی ہوتی ہے۔ ان وجوہ کی بناء پر میری ذاتی رائے یہ ہے کہ حفظ کے سالانہ امتحانات شعبان کی بجائے رمضان شریف کے آخر میں دلائے جائیں اور اس کی صورت یہ کی جائے کہ اٹھائیس شعبان[1] تک تو حسب سابق اسباق پڑھائے جائیں اور پھر اسکے بعد انتیس شعبان سے نظام الاوقات اسطرح

[1] ہاں اگر ستائیس اور اٹھائیس شعبان کو دو دن اس خیال سے چھٹی کردی جائے کہ اساتذہ اور طلباء دونوں کچھ آرام کرلیں اور ضروری کاموں سے فارغ ہوکر رمضان شریف کیلئے تیار ہو جائیں تو اسمیں بھی کوئی مضائقہ نہیں

بنایا جائے کہ مدرسہ صرف پہلے وقت میں ہی لگے اور تیسرے پہر چھٹی رہے اور اسباق بند کر دیئے جائیں اور طلباء سارا وقت صرف منزل یاد کرنے اور اساتذہ صرف منزلیں[1] سننے پر ہی صرف کریں اور پھر رمضان کے آخر میں امتحان دلا دیا جائے اور اس نظام الاوقات کے اپنانے سے چار فائدے حاصل ہوں گے :۔

❊ ایک یہ کہ طالب علم اور استاذ دونوں کا کام ہلکا رہے گا۔ طالب علم کا تو اسلئے کہ اب اسے صرف منزل ہی یاد کرنی ہوا کرے گی اور بس، اور استاذ کا اسلئے کہ اسے سبق پڑھانے، سننے اور اپنی نگرانی میں یاد کرانے کی مشقت نہیں اٹھانی پڑا کرے گی۔

❊ دوسرا یہ کہ سبق کے ناغے بھی زیادہ نہ ہوں گے کیونکہ شعبان کا سارا مہینہ پڑھائی ہو چکی ہوگی۔[2]

❊ تیسرا یہ کہ طلباء پر جب سبق یاد کرنے کی ذمہ داری نہیں ہوگی تو وہ دن میں روزہ آسانی سے رکھ سکیں گے اور رات میں تراویح آسانی سے پڑھ سکیں گے۔ اور روزہ اور تراویح کا عادی بنانا سبق پڑھانے سے زیادہ ضروری ہے۔

❊ چوتھا یہ کہ جب طلباء سارا مہینہ صرف منزل یاد کرنے پر ہی صرف کریں گے اور پھر رات کو تراویح میں پڑھے ہوئے پارے سنائیں یا سنیں گے تو اس سے ان کا آموختہ خوب یاد ہو جائے گا اور وہ امتحان میں اعلیٰ نمبر حاصل کریں گے اور اس سے استاذ کے علاوہ مدرسہ کی بھی نیک نامی ہوگی۔

---

[1] البتہ سبقی پارہ کچھ دنوں تک سنا جائے ورنہ وہ کچا ہو جائے گا۔

[2] البتہ جن طلباء کے پارے زیادہ ہو چکے ہوں اور ان سے تراویح میں سماعت کا کام لینا ہو، ان کے اسباق اگر شعبان میں بھی بند کر دیئے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے کیونکہ اس سے انہیں منزل یاد کرنے کے دو موقع میسر آجائیں گے :۔ ایک شعبان میں رمضان کی تیاری کیلئے اور دوسرا خود رمضان میں سماعت کی خدمت انجام دینے کیلئے۔ اور اگر ایسوں کا شعبان میں سبق بند نہ کیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ پھر وہ سماعت کی ذمہ داری قبول کرنے سے کنی کترائیں یا اس خدمت کو کما حقہٗ انجام نہ دے سکیں۔

اور اسکے برعکس اگر ایسا نہیں کیا جائیگا اور مدرسہ دونوں وقت لگایا جائیگا اور اسباق جاری رکھے جائیں گے تو کوئی کام بھی صحیح معنیٰ میں نہیں ہو سکے گا بلکہ پھر یہ ہوگا کہ استاذ صاحب لڑکوں کو سامنے بٹھلا کر خود اونگھتے رہیں گے یا پھر اپنی منزل یاد کرنے میں لگے رہیں گے اور لڑکے غُل مچاتے رہیں گے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ تو طلباء کی پڑھائی ہو سکے گی اور نہ استاذ اپنی منزل ہی یاد کر سکے گا، اس لئے بہتر صورت یہی ہے کہ رمضان شریف میں اسباق بند کر دیئے جائیں اور مدرسہ صرف پہلے وقت میں ہی لگایا جائے[1] تاکہ استاذ دوپہر تک کام ختم کر کے ظہر سے پہلے کچھ آرام کر لے اور پھر ظہر کے بعد تازہ دم ہو کر اپنی منزل یاد کرنے میں مصروف ہو جائے اور چونکہ اب سبق پڑھانے یاد کرانے اور سننے کی ذمہ داری تو ہوگی نہیں صرف منزل ہی سُننی ہوگی، اسلئے اتنا کام پہلے وقت میں آسانی کے ساتھ ہو سکے گا اور یہ نظام الاوقات صرف گرمیوں کیلئے ہی نہیں سردیوں کیلئے بھی ہے، اس لئے کہ روزہ خواہ گرمیوں کا ہو یا سردیوں کا، اپنا اثر تو بہرحال دکھاتا ہی ہے۔ اگر گرمیوں میں پیاس ستاتی ہے تو سردیوں میں بھوک ستاتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں رمضان میں ملازمین سے کام ہلکا لینے کی فضیلت آئی ہے۔ پھر قرآن کے مدرسین تو ملازم ہیں بھی نہیں، یہ تو معاشرہ کے معزز افراد ہیں۔ تاہم یہ میری ذاتی رائے ہے، ضروری نہیں کہ صائب ہی ہو۔ البتہ بہت چھوٹے بچے چھ سات یا زیادہ سے زیادہ آٹھ برس کے جن پر ہنوز روزہ اور تراویح کی ذمہ داری عائد نہ ہوئی ہو، ان کے سبق اگر جاری رکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں، لیکن امتحان سے کچھ روز پہلے ان کا سبق بند کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ منزل یاد کر سکیں، مگر سہ ماہی اور ششماہی امتحانات کیلئے میرے خیال میں سبق بند کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور ان دو موقعوں میں صرف اتنے پاروں کا امتحان دلانا ہی کافی ہے جو گذشتہ تین ماہ یا چھ ماہ میں پڑھے ہوں اور اگر بند کرنا بھی ہو تو تھوڑے دنوں کے لئے کیا جائے تاکہ ناغے زیادہ نہ ہوں۔ البتہ سالانہ امتحان

[1] اس طرح کہ سردیوں میں فجر کی نماز کے زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ بعد اور گرمیوں میں دو ڈھائی گھنٹے بعد۔ تاکہ استاذ اور طالب علم دونوں رات کی نیند کی کمی پوری کر سکیں، کیونکہ گرمیوں میں رات چھوٹی ہوتی ہے۔

سارے ہی آموختہ کا دلانا ضروری ہے اور اسی وجہ سے اسکے رمضان شریف کے آخری ایام میں دلانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ تاکہ طلباء پچیس چھبیس دنوں میں سارا آموختہ آسانی کے ساتھ یاد کر سکیں اور پھر امتحان میں اعلیٰ نمبر حاصل کر کے ایک ساتھ دو خوشیوں سے ہمکنار ہوں:۔ایک امتحان میں کامیاب ہونے کی اور دوسری عید کی۔

۲۰ ایک ماہ کی فالتو تنخواہ

ہاں اس موقعہ پر میں مہتمم حضرات کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ تجوید وقراءات اور عربی کے اساتذہ کو تو تقریباً دو ماہ کی (پندرہ شعبان سے پندرہ شوال تک) چھٹیاں منانے کا موقعہ مل جاتا ہے لیکن حفظ کے اساتذہ اس سہولت سے محروم رہتے ہیں، اس لئے اگر ڈیڑھ ماہ کی نہیں تو کم از کم ایک ماہ کی فالتو تنخواہ تو انہیں ضرور ہی ملنی چاہیئے۔اس مشورہ پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ورنہ حفظ کے مدرسین کے ساتھ ناانصافی ہوگی اور وہ دل برداشتہ ہوں گے۔

۲۱ ہوشیار اور ہونہار طالب علموں سے تھوڑا بہت کام بھی لیتے رہیئے

جو بچے ہوشیار ہوں اور اپنا کام پورا کر کے جلدی فارغ ہو جاتے ہوں، خصوصاً وہ جنہوں نے قرآن مجید ختم کرلیا ہو اور اب صرف گردان ہی کر رہے ہوں اور ہوں بھی ہوشیار اور مستعد تو ان سے وقتاً فوقتاً دوسروں سے سننے کا کام بھی لیتے رہنا چاہیئے۔اس سے ایک تو آپ کی معاونت ہوتی رہے گی اور بوجھ ہلکا ہوگا اور دوسرا فائدہ خود بچوں کو پہنچے گا کہ وہ طالب علمی کے زمانہ ہی سے تدریس کے کام میں لگ جانے کی وجہ سے آگے چل کر بہترین مدرس بن جائیں گے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ختم کر چکنے کے بعد میں کافی عرصہ تک ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں استاذ محترم حضرت قاری کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ کر ساتھیوں کی منزلیں سنا کرتا تھا۔ اس طرح کہ مجھے خود بھی بڑا مستعد اور چوکنا ہو کر بیٹھنا پڑتا تھا، کیونکہ غلطی نہ بتانے کی صورت میں

ڈانٹ ڈپٹ کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔

مگر ملحوظ رہے کہ کسی بچے کو کلیتۃً اس طالب علم کے سپرد نہیں کر دینا چاہیئے، کیونکہ اگر وہ بچہ چھوٹا ہوگا تو یہ سمجھ کر کہ اب میں استاذ صاحب سے نہیں بلکہ ساتھی سے پڑھا کروں گا، محنت سے جی چرانے لگ جائے گا اور اگر سمجھدار اور معاملہ فہم ہوگا تو اسکا دل ٹوٹ جائے گا بلکہ وہ ایک طرح کی خفت سی محسوس کرنے لگے گا۔

لہٰذا معین سے صرف تھوڑی بہت مدد ہی لیں، کسی طالب علم کو مستقلاً اسکے حوالے نہ کریں۔ ہاں اگر دو چار سال تک پڑھاتے رہنے کی وجہ سے وہ معلمی کے قابل ہو گیا ہو تو پھر کچھ طلباء کو مستقلاً اسکے حوالے کر دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن مستقل طور پر اسکے سپرد انہی بچوں کو کیا جائے جو چھوٹے اور مبتدی ہوں اور اسکے ساتھ کلاس میں بیٹھ کر نہ پڑھ چکے ہوں، مگر پھر بھی کچھ عرصہ تک اسکے پڑھائے ہوئے طالب علموں کا وقتاً فوقتاً معائنہ کرتے رہیں تاکہ اس کو ذمہ داری کے ساتھ پڑھانے کی عادت پڑ جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے شاگردوں سے وقتاً فوقتاً تھوڑا بہت سنتے رہیں۔ پھر اگر کام تسلی بخش ہو تو شاگردوں کے روبرو اس کی تحسین و آفرین کریں[1]۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے،

❁ ایک تو استاذ کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ جی لگا کر کام کریگا

❁ دوسرا یہ کہ شاگردوں کا استاذ پر اعتماد بڑھے گا جس کی وجہ سے وہ استاذ کے پہلے سے بھی زیادہ شیدائی ہو جائیں گے

اور اگر کام اطمینان بخش نہ ہو تو پہلے ترغیب وتشویق سے اور اگر اسکا اثر نہ ہو تو پھر کسی قدر سرزنش اور زجر وتوبیخ سے اس کو محنت کرنے پر آمادہ کیا جائے، مگر یہ کام شاگردوں کے روبرو نہ کریں بلکہ الگ کر کے سمجھائیں، اسلئے کہ اگر آپ شاگردوں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کریں گے تو ایک تو وہ شرمسار ہوگا اور دوسرا شاگردوں کا اس پر سے اعتماد اٹھ جائیگا اور ان کے دلوں میں اس

[1] مگر نہ اس حد تک کہ وہ عجب اور خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہو جائے۔

کا پہلے سے جو احترام ہوگا وہ بھی جاتا رہے گا۔ پس تحسین و آفرین تو شاگردوں کے روبرو کریں اور زجر و توبیخ تنہائی میں اور الگ کر کے۔

علم نفسیات کے اس اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھیں ورنہ آپ کا کوئی شاگرد بھی آپ کی زیرنگرانی کام کرنے پر تیار نہ[1] ہوگا۔ اور معین کو مزید ماہر بنانے کیلئے ایسا کرنا بھی مفید ہے کہ روزانہ یا ہفتہ میں ایک دو دن پڑھانے کے وقت میں تھوڑی دیر کے لئے اس کو پاس بٹھلا لیا جائے اور اس کی موجودگی میں بچوں کی اصلاح کی جائے۔ اس سے اس کو اصلاح کرنے اور غلطی پکڑنے کا ڈھنگ اچھی طرح آجائے گا اور وہ آگے چل کر ایک کامیاب معلم ثابت ہوگا، انشاء اللہ۔

نیز یہ کہ وہ کل کو جب آپ سے الگ ہو کر کسی دوسرے مدرسہ میں تعلیم دینے پر فائز ہوگا تو اس خدمت کو کماحقہٗ انجام دے سکے گا جس سے اُخروی ثواب کے علاوہ دنیا میں بھی آپ کا نام روشن ہوگا۔ اکثر مدرسین کا کام جو غیر تسلی بخش رہتا ہے تو اس کی بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ انہیں پڑھنے کے زمانہ میں پڑھانے کی مشق نہیں کرائی گئی ہوتی اور اسکے برعکس ان لوگوں کا کام بالعموم عمدہ اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے جنہیں پڑھنے کے زمانے میں پڑھانے کا موقعہ مل چکا ہو۔

۲۲ ضرورت ہو تو طلباء کو تین گروپوں میں تقسیم کر دیں

اگرچہ عام دستور تو یہی ہے کہ عَمّ کا پارہ پڑھانے کے بعد الٓمّٓ کی طرف سے شروع کرایا جاتا ہے اور مناسب بھی یہی ہے مگر ملک کی آبادی میں روز بروز اضافہ کی وجہ سے چونکہ مزید مساجد

[1] جب استاذ کیلئے اس اصول کو مدنظر رکھنا ضروری ہے تو مہتمم کیلئے تو اسکا خیال رکھنا اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ پس جو مہتمم حضرات شاگردوں کے سامنے استاذ کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہیں وہ اپنے خلاف مدرسین کے دلوں میں نفرت کا بیج بوتے ہیں اور اسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کوئی قابل اور خوددار مدرس ان کی زیرنگرانی کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور اگر بامر مجبوری تیار ہو بھی جاتا ہے تو اس وقت تک ہی نباہ کرتا ہے جب تک اس کو کوئی دوسری جگہ نہیں مل جاتی اور اس سے مدرسہ کی شہرت کو دھچکا لگتا ہے اور نہ صرف مدرسہ کی شہرت کو بلکہ مہتمم صاحب بھی منتظمین کی نظر میں کھٹکنے لگ جاتے ہیں۔

کی تعمیر کی ضرورت پیش آرہی ہے اور بحمداللہ تعالیٰ تعمیر ہو بھی رہی ہیں اور کم و بیش ہر مسجد[1] میں تراویح میں قرآن مجید ختم ہوتا ہی ہے اور ہونا بھی چاہیئے اور صورت حال کچھ اس طرح کی ہے کہ پختہ اور مکمل حفاظ تو درکنار، کچے اور نامکمل بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم خود سنائیں اور سامع بننا پسند نہیں کرتے اسلئے اگر معلّمین حضرات مناسب سمجھیں تو میرے خیال میں ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ کچھ شاگردوں کو پہلے آخری دس پارے، کچھ کو بیچ والے اور کچھ کو شروع والے پڑھا دیئے جائیں پھر اسکے بعد پہلے والوں کو بیچ والے، بیچ والوں کو آخر والے اور آخر والوں کو بیچ والے پڑھا دیئے جائیں اور پھر تیسرے نمبر میں تینوں کو بقیہ ثلث پڑھا دیا جائے۔ اس سے یہ مسئلہ کافی حد تک حل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے مرحلہ میں تین ملکر ایک مکمل کا اور دوسرے مرحلہ میں دو کا کام دے سکتے ہیں اور دوسرا فائدہ اسکا یہ ہوگا کہ جب طالب علم پر تراویح میں دس یا بیس پارے سننے کی ذمہ داری ڈال دی جائے گی تو وہ محنت خوب خوب کرے گا جس سے پڑھا ہوا خوب یاد ہو جانے کے علاوہ اس کے اندر مکمل کرنے کا شوق بھی موجزن ہوگا۔ تاہم اس مشورہ کے قبول اور عدم قبول کا انحصار استاذ کی صوابدید پر ہے کوئی ضروری نہیں، ایک رائے ہے جو عرض کر دی گئی ہے۔

۲۳ حفاظ کو تو یہ چیزیں ضرور ہی پڑھائیے

جن رسائل اور کتابوں کے پڑھانے کا مشورہ اوپر ناظرہ کے طلباء کے بارے میں دیا گیا ہے یعنی رسالہ زینت القرآن تعلیم الاسلام کے چاروں حصے، نماز اور مسنون دعائیں وغیرہ، اگر آپ

[1] خصوصاً شہروں اور قصبات میں بلکہ بعض بڑی مساجد میں تو دو دو تین تین بلکہ اس سے بھی زیادہ حفاظ سناتے ہیں اسکے علاوہ بعض فیکٹریوں میں بلکہ بعض لوگ اپنے گھروں میں بھی سننے کا انتظام کرتے ہیں اور اس میں بظاہر کوئی حرج بھی نظر نہیں آتا بلکہ ایک لحاظ سے مفید معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ حفاظ کو سنانے کا موقعہ میسر آجاتا ہے اور اس بہانے کاروباری حفاظ بھی ہر سال قرآن مجید کا دَور کر لیتے ہیں اور تراویح کی جماعت غیر مسجد میں نامناسب بھی نہیں، البتہ اگر مکان مسجد سے قریب ہو تو فرض نماز مسجد ہی میں ادا کرنا نہ صرف بہتر بلکہ ضروری ہے۔

یہ چیزیں ناظرہ ختم کرانے کے بعد پڑھا چکے ہوں تو فَھُوَ الْمُرَاد اور اگر آپ نے ناظرہ کے بعد یہ چیزیں نہیں پڑھائی تھیں یا جو بچے حفظ کر رہے ہیں انہوں نے ناظرہ آپ سے نہیں پڑھا تھا تو اب حفظ ختم کرانے کے بعد تو یہ چیزیں انہیں ضرور ہی پڑھادیں، کیونکہ حفاظ کو ان چیزوں کا پڑھانا اور یاد کرانا اور بھی ضروری ہے اور ان کیلئے ان چیزوں کا یاد کرنا کچھ مشکل بھی نہیں۔ اسلئے کہ جب وہ اتنا بڑا قرآن مجید پورے کا پورا اور اوّل سے آخر تک یاد کر چکے ہیں تو اب نماز اور چند دعاؤں کا یاد کرنا کیا مشکل ہے اور اگر دعاؤں کے یاد کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو زینت القرآن اور تعلیم الاسلام تو ضرور ہی پڑھادیں اور دعائیں وہی کافی ہیں جو قرآن مجید میں آئی ہیں اور اگر اتنا کرنے پر بھی آمادہ نہ ہوں تو کوشش کر کے تعلیم الاسلام تو ضرور ہی پڑھادیں اور تجوید کے چند موٹے موٹے قاعدے یعنی اظہار، اخفاء، مد، راء اور لفظ اللہ کے لام کی تفخیم و ترقیق کے مسائل زبانی سمجھادیں، یا پھر رسالہ خلاصہ مسائل تجوید پڑھادیں۔ جہاں آپ نے اتنی محنت کی ہے وہاں تھوڑی سی اور کرلیں اور ہمت نہ ہار بیٹھیں۔ وَفَّقَنِيَ اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ لِهٰذَا

۲۴ بچوں کو درسگاہ میں اکیلا نہ چھوڑیئے

استاذ کیلئے بہتر ہی نہیں بلکہ ایک لحاظ سے ضروری بھی ہے کہ درسگاہ میں مدرسہ کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرے اور پھر چھٹی ہونے پر پہلے بچوں کو رخصت کرے اور پھر خود نکلے۔ ایسے ہی اگر مدرسہ کے وقت میں کسی ضروری کام کی وجہ سے باہر جانا پڑ جائے تو اپنے کسی رفیقِ کار یا ایسے شاگرد کو نگران مقرر کر جائے جو امتیازی حیثیت رکھتا ہو اور طلباء کے دلوں میں اس کی عزت ہو، تاکہ نظم درست رہے۔ ورنہ جتنا وقت آپ مدرسہ سے باہر رہیں گے نہ صرف یہ کہ طلباء اس میں پڑھیں گے نہیں بلکہ آپس میں دھینگا مشتی کرتے اور شور مچاتے رہیں گے جس سے علاوہ تعلیمی نقصان کے مدرسہ کی بدنامی بھی ہوگی۔

۲۵ ہمیشہ سختی سے ہی کام نہ لیجیے

اس سلسلہ میں، مَیں شعبہ ہائے حفظ کے اساتذہ کی خدمت میں ایک یہ گزارش کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ تسلیم ہے کہ آپ کا کام بڑا مشکل ہے اور آپ خدمتِ قرآن کا ایک نہایت دشوار اور کٹھن مرحلہ طے کر رہے ہیں، تاہم خدارا یہ بھی ذہن میں رکھیئے کہ اس زمانہ کے بچوں کا بالعموم نہ تو وہ حافظہ ہے جو آج سے چالیس پچاس برس پہلے کے بچوں کا ہوا کرتا تھا اور نہ ہی اب وہ حالات ہیں جو اس وقت تھے، اُس وقت تو اگر کوئی استاذ کسی بچہ کو جرم اور ضرورت سے زیادہ بھی سزا دے دیتا تھا تب بھی اس کے والدین برداشت کر جاتے تھے لیکن اب وہ حالات قطعاً نہیں ہیں۔ اوّلاً تو حفظ کا شوق ہی بہت کم ہے، ثانیاً دینی اساتذہ کا اب وہ احترام بھی باقی نہیں جو اُس وقت تھا اور اس سب کے علاوہ یہ کہ اس کام سے برگشتہ کرنے والے اور ارادے متزلزل کر دینے والے داعیئے بھی اب بہت ہو گئے ہیں۔ ایسے حالات میں اب آپ کو بھی سنبھل سنبھل کر قدم رکھنا ہوگا اور بڑی حکمتِ عملی، بردباری اور صبر وتحمل سے یہ کام انجام دینا ہوگا۔ ورنہ اگر آپ نے اس بارے میں چالیس پچاس برس پہلے کے اساتذہ کی نقالی کی اور خود کو بھی انہی کی طرح نصف صدی پہلے کا استاذ تصور کر لیا تو آپ کے شاگرد ایک ایک کر کے آپ کے ہاتھ سے نکل جائیں گے اور آپ تنہا بیٹھے رہ جائیں گے اور نہ صرف یہ بلکہ ممکن ہے کہ وہ سرے سے حفظ کرنے کا خیال ہی ترک کر دیں اور اسکا اثر دوسروں پر بھی پڑے گا۔ لہٰذا ہمیشہ ہاتھ میں ڈنڈا لیئے اور پیشانی پر غیض وغضب کے آثار نمایاں کیئے ہی نہ رہیئے بلکہ الفت ومحبت اور ترغیب وتشویق سے بھی کام لیتے رہیئے۔ بچے کو معمولی سی بات پر پیٹ ڈالنا تو آسان ہے لیکن اسکی غلطی پر صبر کرنا اور اس کو برداشت کرنا، اصل مردانگی یہ ہے اور استاذِ کامل کہلانے کا صحیح معنیٰ میں حقدار ہو بھی وہی سکتا ہے جو ضرب وستم سے نہیں بلکہ رحم وملاطفت سے کام لے۔ احقر کی تو اس میدان میں کوئی حیثیت ہی نہیں، ایک بڑے ماہر اور نہایت تجربہ کار استاذ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے، وہ فرماتے ہیں:۔

ایک عرصہ تک کام کرنے سے یہ تجربہ ہوا ہے کہ بچوں پر زیادہ سختی نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، جہاں تک ہو سکے عفو سے کام لیا جائے۔ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ نرمی سے ایک ماہ میں اتنا کام ہو جاتا ہے کہ سختی سے دو ماہ میں بھی اتنا نہیں ہو پاتا بلکہ بعض دفعہ زیادہ سختی بد دلی کا باعث بن جاتی ہے جس کی وجہ سے بچہ حفظ قرآن کی دولت سے محروم رہ جاتا ہے، اسلیئے جہاں تک ہو سکے ان کی شرارت و بے ادبی پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے کہ آدمی اپنی اولاد کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ بغیر سزا دیئے کام ہی نہ چلے تو خفیف سی سزا دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں مگر اتنی احتیاط ضرور برتی جائے کہ منہ پر قطعاً نہ مارا جائے کہ حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے اور سزا دینے کیلیئے نرم اور لچک دار چھڑی استعمال کی جائے۔ (آداب تلاوت از مولنا قاری رحیم بخش صاحب خیر المدارس ملتان)

۲۶ محتاط ہوکر رہیئے

استاذ کو چاہیئے کہ اپنا کوئی ذاتی یا مدرسہ کا کوئی کام لینے میں کسی ایسے شاگرد کیساتھ خصوصیت نہ رکھے جس کے بارے میں یہ خیال اور اندازہ ہو کہ وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دوسروں پر اترائیگا یا کسی اخلاقی جرم میں مبتلا ہو جائیگا، نیز وہ امرد یعنی سترہ اٹھارہ سال سے کم عمر اور بے ریش بھی نہ ہو، کیونکہ اپنے نفس پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، بالخصوص کسی حسین بچے کیساتھ تو تنہائی کسی طرح بھی نہ ہونے دے کہ یہ شیطان کا انتہائی خطرناک حربہ ہے۔ نبض شناس علماء نے فرمایا ہے کہ امارد کے ساتھ اختلاط، اختلاط مع النساء سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور اسکا کوئی اور ضرر نہ بھی ہو تب بھی تہمت لگنے کا کھٹکا تو ہے ہی اور تہمت کے موقعوں سے بچنے کی حدیث میں تاکید آئی ہے۔ زیادہ کیا لکھا جائے عاقل کیلیئے اتنا ہی کافی ہے۔

۲۷ قرآن مجید کو یاد رکھنے کی تاکید فرماتے رہیئے

جب آپ کے شاگرد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے قرآن مجید حفظ کر چکیں تو اب انہیں اسکے یاد رکھنے کی تاکید بھی فرماتے رہیں، یہ بہت ضروری ہے۔ حفظ کرنا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ کر چکنے کے بعد اس کو یاد رکھنا ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ایسے شخص کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے جو قرآن شریف یاد کر کے بھلادے۔ چنانچہ ایک حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ: ''مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں پایا کہ کسی شخص نے قرآن مجید یاد کر کے بھلادیا ہو''۔

حتیٰ کہ بعض حضرات نے ایسے شخص کو سورہ طٰہٰ کی آیات ۱۲۴، ۱۲۵ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝[1] کا مصداق قرار دیا ہے۔

اور ایک دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھ کر بھلادے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوڑھی ہونے کی حالت میں حاضر ہوگا۔ (فضائل قرآن)

اور اسکے یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ اسے چھوڑے نہیں، جتنا ہو سکے روزانہ اس کی منزل پڑھتا رہے اور تراویح میں سنانے کا التزام رکھے اور اگر کسی وجہ سے کسی سال نہ سنا سکے تب بھی دن میں تو ضرور ہی کسی کے ساتھ دَور کر لیا کرے یا کم سے کم سنا ہی دیا کرے، ورنہ بھول جانے کا شدید امکان ہے۔

چنانچہ ایک حدیث کا ترجمہ اس طرح ہے کہ قرآن مجید کی خبر گیری کرتے رہا کرو قسم ہے اس

[1] ترجمہ: اور جو شخص میرے ذکر سے اعراض کیئے رکھے گا تو اس کیلئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا اٹھائیں گے، وہ کہے گا اے میرے رب! آپ نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں آنکھوں والا تھا؟ ارشاد ہوگا اسی طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں پہنچی تھیں، سو تو نے انہیں بھلا دیا تھا اور آج تو بھی بھلا دیا جائیگا۔

ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے۔ (فضائل قرآن از حضرت مولنا زکریا صاحب مدظلہ العالی)

اور حفاظ کو قرآن مجید کے ساتھ متعلق رکھنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ استاذ ان کے حالات سے باخبر رہے اور ان کو مدرسہ سے منسلک رکھے۔ سارا سال نہیں تو رمضان شریف میں تو انہیں مدرسہ میں آکر ایک دوسرے سے دَور کرنے اور رات کو تراویح میں سنانے کی تاکید تو ضرور ہی کرتا رہے، اس سے شاگردوں کا استاذ کیساتھ تعلق بھی باقی رہے گا اور مدرسہ میں چہل پہل بھی رہے گی جس سے رمضان کا شہرالقرآن (قرآن کا مہینہ) ہونا صاف صاف معلوم ہوگا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ مدرسہ تجوید القرآن مسجد کوتوال چوک فرید امرتسر میں (جس میں کہ میں نے حفظ کیا تھا) رمضان شریف کے مہینہ میں اسی طرح کی چہل پہل رہا کرتی تھی اور پھر اسکے بعد مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں بھی ہر سال اس طرح کی چہل پہل دیکھنے میں آتی رہی اور غالباً اسکا کچھ نہ کچھ اثر اب بھی ہے۔ چنانچہ میں نے سنا ہے کہ مدرسہ کے ابنائے قدیم اب بھی رمضان شریف میں وہاں آکر ایک دوسرے کو سناتے اور دَور کرتے رہتے ہیں لیکن ایسا وہی استاذ کرسکتا ہے جس کا مطمعِ نظر محض وقت پاس کرنا نہ ہو بلکہ اسکے اندر مدرسہ کو ہرا بھرا اور سرسبز وشاداب دیکھنے کا جذبہ ہر آن اور ہر لحظہ موجزن رہتا ہو۔ ورنہ جو استاذ اس جذبہ سے خالی ہو اور اسکا مقصد محض وقت ہی پاس کرنا ہو، وہ یہ تو کیا کرے گا پڑھانے کو بھی ایک طرح کی چٹی اور تاوان سمجھے گا۔ ہاں اس کیساتھ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ابنائے قدیم کو رمضان شریف میں مدرسہ میں اسی استاذ کو بلانا چاہیئے جو انہیں قابو میں رکھ سکتا ہو۔ اس لئے کہ جو طلباء پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں اور مدرسہ سے جاچکے ہیں اور اب صرف رمضان ہی میں آتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اب وہ اس درجہ کی متانت اور انقیاد و اطاعت کا مظاہرہ نہیں کرسکیں گے جس درجہ کا طالب علمی کے دوران میں کیا کرتے تھے۔ اس لئے اگر وہ ایک طرف مدرسہ کی چہل پہل اور رونق کے دوبالا ہونے کا ذریعہ بنیں گے تو دوسری طرف شوخی اور آزادی کا مظاہرہ بھی یقیناً کریں گے اور اس سے مدرسہ

کے نظم اور فی الحال زیر تعلیم طلباء کے بگڑنے کا احتمال ہوگا، لہٰذا اگر استاذ یہ سمجھے کہ ان کے آنے سے مدرسہ کے انتظام میں خلل آئیگا اور موجودہ طلباء اسکا اثر لیں گے تو ایسی صورت میں نہ بلانا ہی بہتر ہے، اسلئے کہ دفعِ مضرت جلبِ منفعت پر مقدم ہے۔ تاہم اگر استاذ قابو میں رکھ سکے تو بہت پرانے نہیں تو تین تین چار چار سال کے فارغین کو تو بلانا ہی چاہیئے کیونکہ انہیں ابھی تک نگرانی کی ضرورت ہوگی اور ان کے اندر تا حال زیادہ شوخی بھی نہیں آئی ہوگی۔ یہ میری رائے ہے۔ باقی اصل فیصلہ ہر استاذ اپنے حالات کو دیکھ کر خود کرسکتا ہے۔

۲۸ ہو سکے تو کچھ مشق بھی کرا دیجیئے

اور آخری مشورہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس وقت ہو تو چند خوش الحان بچوں کو دو دو چار چار رکوع ترتیل میں بھی مشق کرا دیجیئے۔ اس سے ایک تو آپ کے مدرسہ کی خوشبو دُور دُور تک پھیلے گی اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں اپنے بچوں کو قرآن حفظ کرانے کا شوق پیدا ہوگا۔ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں تو یہ چیز تھی ہی مگر تجوید القرآن چوک فرید امرتسر میں بھی تھوڑا بہت اس پر عمل ہوتا تھا اور پھر اسکے بعد مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا کہ تجوید کے مستقل طلباء کے علاوہ بعض شہری بچوں کو بھی مشق کرائی جاتی تھی۔ لیکن یہ چیز صرف ترغیب اور تشویق کی غرض سے ہی کی جانی چاہیئے۔ شہرت اس سے ہرگز مقصود نہ ہو اور وہ بھی جب کہ استاذ کے پاس وقت ہو یا مدرسہ میں اس کام کیلئے دوسرا استاذ رکھنے کی گنجائش ہو ورنہ کوئی ضروری نہیں۔ اگر وقت نہ ہونے کے باوجود یہ چیز کی جائے گی تو پھر اصل کام یعنی حفظ کا کام متاثر ہوگا۔

الحمد للہ کہ یہاں پہنچ کر شعبہ حفظ سے متعلق ہدایات اور مشوروں کا سلسلہ تمام ہوا اور اب اس کے بعد تجوید وقراءات کے شعبہ جات سے متعلق مشورے عرض کرنا ہیں۔

شعبہ تجوید میں کام کرنے کا دستور العمل

طلباء کے چار گروہ

درجہ تجوید میں داخلہ لینے والے طلباء کو چار گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔

پہلا گروہ

وہ جنہوں نے نہ تو اس سے پہلے کسی قاری سے مشق کی ہو اور نہ تجوید کی کوئی کتاب ہی پڑھی ہو، البتہ ان کا حفظ اس حد تک پختہ ہو کہ علم الصرف تعلیم الاسلام اور جمال القرآن ان تین سبقوں کیساتھ کم سے کم ایک پاؤ پارہ روزانہ یاد کر کے سنا سکتے ہوں اور اردو بھی پڑھ سکتے ہوں، ایسوں کو اگر بہت جلدی بھی فارغ کرنا ہو تب بھی کم سے کم دو سال تو لگوانے ہی چاہئیں۔ تاکہ وہ اس مدّت میں مشق کرنے اور تجوید کی کتابیں پڑھنے کیساتھ ساتھ تین چار ختم بھی سنا لیں اور دو کتابیں صَرف کی اور دو نحو کی تعلیم الاسلام اور کم سے کم دس پارے قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھ لیں۔ ایسوں کو ایک ہی سال میں سند فراغت دے دینا فن کیساتھ ہی نہیں خود ان کیساتھ بھی ایک طرح کا ظلم[1] ہوگا۔ اسلئے

[1] افسوس کہ ناظرہ اور حفظ کے اساتذہ کی طرح اب تجوید کے اساتذہ بھی جلدی سے جلدی اور زیادہ سے زیادہ فارغ کرنے کے درپے نظر آتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر اس وقت خامی رہ گئی تو عمر بھر اس کی تلافی نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ قاری صاحب بن جانے کے بعد تو پھر وہ صاحب کسی کو سنانا تو درکنار شاید کسی سے دُور کرنا بھی گوارا نہ کریں۔ رہی تجوید میں خامی؟ اس کے تو بعد میں دُور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب انہیں سند مل جائے گی اور وہ قاری صاحب کہلانے لگ جائیں گے تو پھر کسی کی کیا مجال کہ ان کی غلطی پکڑ سکے۔ اور تو اور شاید وہ اپنے استاد کی اصلاح کو بھی اب برداشت نہ کریں، اِلّا ماشاء اللہ۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ متقدمین نے اساتذہ کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے گرد شاگردوں کا مجمع زیادہ ہونے کی خواہش نہ

کہ ایک سال میں نہ تو ان کی مشق اچھی ہو سکے گی اور نہ وہ مندرجہ بالا نصاب ہی پڑھ سکیں گے۔

کریں۔ (اَلتِّبْيَانُ فِي آدَابِ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ لِلْعَلَّامَةِ النَّوَوِيّ رحمه الله)

اس سے بھی زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ استاذ شاگرد کو یہ عہد دیکر داخل کرے کہ میں تمہیں اسی سال میں فارغ کر دوں گا جبکہ حالت یہ ہو کہ وہ دو سال میں بھی فارغ ہونے کے قابل نہ ہو۔ یاد پڑتا ہے کہ متحدہ ہندوستان کے تجوید وقراءات کے سب سے بڑے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں طلباء کو پانچ پانچ چھ چھ سال تک مشق کرنی پڑتی تھی، تب کہیں جا کر انہیں سند کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا تھا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے ترتیب یہ ہوتی تھی کہ جب بچہ پانچ پارے حفظ کر لیتا تھا تو اب اس کیلئے روزانہ آدھ گھنٹہ تجوید کے درجہ میں جا کر مشق کرنا لازمی ہو جاتا تھا۔ کوئی اگر بہت ہی ذہین لڑکا ہوتا ہوگا تب بھی پچیس پاروں پر دو سال تو لگتا ہی ہوگا۔ حفظ پورا کر لینے کے بعد پھر اس کو پانچ کتابیں صرف نحو کی پڑھنی پڑتی تھیں:۔ نحو میر، صرف میر، میزان منشعب، پنج گنج اور پانچویں غالباً علم الصیغہ تھی یا ممکن ہے کہ نحو کی کوئی کتاب ہو اور ظاہر ہے کہ ان پانچ کتابوں پر بھی دو سال کا عرصہ تو لگتا ہی ہوگا۔ یہ سارے مراحل طے کرنے کے بعد تب کہیں جا کر اسے مستقلاً درجہ تجوید میں داخل کیا جاتا تھا۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ اس مدرسہ کے پڑھے ہوئے بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے کے باوجود جس جماؤ سے پڑھ سکتے ہیں، پاکستان کے مدارس کے اکثر وبیشتر فارغین جوانی کی عمر میں بھی اس جماؤ کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مدرسہ کے اساتذہ بڑے بڑے شیوخ قراءات، اعلیٰ درجہ کے مشاق اور اپنے وقت کے امامِ تجوید ہوتے تھے اور طلباء بھی بالعموم خوش الحان ہوتے تھے لیکن اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ ہمارے پاکستان کے مدارس کے اکثر اساتذہ شاگردوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر کرنے کی فکر میں ایسے منہمک ہیں کہ طلباء کے مستقبل کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے۔ اور جو تھوڑی بہت توجہ کرتے بھی ہیں تو وہ بھی یہ کہ دو چار رکوع مشق کرا دیئے اور تین چار لڑکوں کو اکٹھے بٹھلا کر حدر سن لیا اور وہ بھی دیکھ کر۔ مجھ سے قرآن مجید کے ایک انتہائی مخلص اور سچے خادم① نے بیان کیا کہ فلاں قاری صاحب ہر سال فارغ تو بہت کر دیتے ہیں لیکن کام کا ان میں ایک بھی نہیں ہوتا۔ کیا قراء حضرات کیلئے یہ لمحہ فکریہ نہیں کہ اگر ان کے شاگرد آج پڑھنے کے زمانہ میں ہی نہیں پڑھ سکتے تو پھر کچھ مدّت گزرنے کے بعد وہ کیا خاک پڑھ سکیں گے۔ یہ بات الگ ہے کہ کوئی بڑا خوش آواز طالب علم ریڈیو (اور ٹیپ ریکارڈر) کے ذریعہ مصری قاریوں کی نقالی کر کے لہجہ بنا لے لیکن نقل بہرحال نقل ہی ہوتی ہے۔ کیا یہ واقعہ

① یہ بزرگ نہ تو اس شعبہ سے تعلق رکھتے تھے اور نہ ہی یہ انکشاف انہوں نے لاہور کے کسی مدرسہ کے استاد کے بارے میں کیا تھا۔ البتہ مردم شناس خوب تھے اور اس راہ میں خرچ بھی خوب خوب کیا کرتے تھے (رحمہ اللہ علیہ)۔

بلکہ اگر ذہین نہ ہوں گے تو تجوید کے مسائل بھی ضبط نہیں کرسکیں گے۔ اس سب کے علاوہ حدر میں پڑھنے پر بھی قادر نہیں ہوسکیں گے۔ اس وقت اگر وہ دو[1] سال لگالیں گے تو اس محنت کا پھل عمر بھر کھاتے رہیں گے کیونکہ وہ اس کی بدولت کام اچھا کرسکیں گے اور اچھے طلبار نکال سکیں گے۔

دوسرا گروہ

وہ جن کا حفظ بھی پختہ ہو اور اس سے پہلے وہ کسی قاری سے کچھ مشق بھی کر چکے ہوں اور تجوید کی ایک آدھ کتاب مثلاً جمال القرآن اور صرف ونحو کے ابتدائی کچھ رسائل بھی پڑھ چکے ہوں اور اس سب کے علاوہ اردو بھی پڑھ سکتے ہوں، ایسے لوگوں کو مدرسین کی بڑھتی ہوئی ضرورت اور مانگ کے پیش نظر اگر ایک ہی سال میں فارغ کر دیا جائے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ تاہم جتنا گڑ ڈالا جائیگا میٹھا اتنا ہی ہوگا۔

نہیں کہ ایسے خوش الحان تھوڑے ہی عرصہ کے بعد گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور ڈھیلے پڑجاتے ہیں، کیونکہ کسی استاذ کے سامنے بیٹھ کر جو مشق کی جائے وہ اور ہے اور ریڈیو وغیرہ کے واسطہ سے جو نقل اتاری جائے وہ اور۔ دونوں مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں ہوسکتے، پھر یہ کہ نقل سے گو لہجہ تو آسکتا ہے مگر تجوید نہیں آسکتی اور اصل مقصود تجوید ہی ہے، لہجہ بھی وہی محمود اور مستحسن ہے جو تجوید کے مطابق ہو، ورنہ جس لہجہ کے بنانے میں تجوید کی حدود کی رعایت نہ رکھی گئی ہو وہ لہجہ نہ صرف یہ کہ مستحسن نہیں بلکہ ناجائز اور حرام ہے۔ افسوس کہ اس زمانہ میں تجوید کے فن کو بھی معاذ اللہ گانے بجانے کی طرح سمجھ لیا گیا ہے اور محض آواز کے ہلانے اور نچانے کو ہی تجوید سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ لہجہ کیساتھ مشق کرانے کی غرض تو یہ تھی کہ تجوید اور جماؤ کیساتھ پڑھنا آجائے۔ کیونکہ ترتیل اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی صورت میں قواعدِ تجوید کو ملحوظ رکھنا آسان ہوتا ہے اسلئے پہلے کچھ دن ترتیل میں مشق کرائی جاتی ہے اور پھر اسکے بعد حدر میں پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن قاریوں نے صرف ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ مشق کی ہوتی ہے وہ حدر میں نہیں پڑھ سکتے۔ حالانکہ اکثر موقعوں میں حدر میں ہی پڑھنے کی ضرورت پیش آتی ہے خصوصاً تراویح میں تو سارا قرآن حدر میں ہی پڑھا جاتا ہے۔

[1] بلکہ حق یہ ہے کہ دو سال بھی کم ہیں، مگر اساتذہ کی مصروفیت، طلبار کی کم ہمتی اور مدرسین کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر بامرِ مجبوری یہ مدّت تجویز کرنی پڑی ہے۔

تیسرا گروہ

وہ جن کی نہ تو منزل یاد ہو اور نہ وہ اردو ہی پڑھ سکتے ہوں، اگر آپ کے پاس وقت کی گنجائش بھی ہو تب بھی انہیں ایک دم درجہ تجوید میں داخل نہ کریں بلکہ پہلے ان کی ان دونوں خامیوں کو دور کرنا یعنی منزل یاد کرانا اور اردو پڑھنا سکھانا ضروری ہے، کیونکہ اگر سرے سے منزل ہی یاد نہ ہوگی تو حدر میں با تجوید کیسے پڑھ سکیں گے اور ایسے ہی اگر اردو نہیں پڑھ سکتے ہونگے تو کتاب سے مطلب کیسے اخذ کر سکیں گے۔ اسلئے میرے خیال میں پہلے ان کا ایک سال ان دو چیزوں پر لگوانا نہ صرف بہتر بلکہ ضروری اور ازبس ضروری ہے۔ ورنہ استاذ صاحب کی ساری محنت رائیگاں جائیگی۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے ذہن کی آنکھیں کھول دی ہوں اور وہ عبارت نہ پڑھ سکنے کے باوجود مسائل سمجھ سکتا اور ان کو اخذ کر سکتا ہو تو اور بات ہے۔ تاہم منزل کا یاد کرانا تو بہرحال ضروری ہے ہی۔ اسلئے کہ کچا حافظ اگر قاری بن بھی جائیگا تو وہ مدرسہ میں طلباء کا وقت اور تراویح میں مقتدیوں کی نماز ضائع کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکے گا، کیونکہ تراویح میں سنانا اور مدرسہ میں پڑھانا یہ دو موقع امتحان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ناپختہ حفاظ اور ناتجربہ کار استاذ تو درکنار، اچھے اچھے اور صحیح پڑھنے والے لوگ بھی ان موقعوں میں ناکام ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ البتہ اگر استاذ کے پاس وقت ہو تو صرف مشق ابھی سے شروع کرا دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مفید ہے کیونکہ اگر وہ استاذ سے تین سال تک مشق کرتے رہیں گے تو اس میں مزید پختگی آجائیگی۔

چوتھا گروہ

وہ جو عالم ہوں، انہیں چونکہ عربی پڑھنے کی ضرورت تو ہوگی نہیں، اسلئے ان کو فارغ کرنے کیلئے ان کی صرف تجویدی استعداد ہی کو دیکھنا ہوگا اور اسکی رو سے یہ بھی مذکورہ بالا تین گروہوں میں تقسیم کیئے جا سکتے ہیں کہ بعض کو تو ایک ہی سال میں فارغ کیا جا سکے گا، بعض کو دو سال میں اور بعض کو تین سال میں اور ممکن ہے کہ بعض ایسے بھی ہوں جو تین سال میں بھی کامیاب نہ ہو سکیں۔

نصاب کی تفصیل

اس تمہید کے بعد اب میں نصاب کی طرف آتا ہوں۔ سب سے پہلے اوّل الذکر گروہ کی بات کرتا ہوں یعنی جن کے بارے میں کم سے کم دو سال میں فارغ کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

ان کو مندرجہ ذیل نصاب پڑھایئے:۔

① علم الصرف کے پہلے تین[1] حصے

② صفوۃ المصادر

③ تعلیم الاسلام کے چاروں حصے

④ کتاب الصرف

⑤ علم النحو

⑥ عوامل النحو

⑦ زادالطالبین

⑧ روضۃ الادب

⑨ قرآن مجید کا ترجمہ (کم سے کم دس پارے)۔ اور تجوید کی مندرجہ ذیل پانچ کتابیں:۔

⑩ جمال القرآن

⑪ معلم التجوید[2]

[1] بس چوتھا حصہ پڑھانے کی ضرورت نہیں اسلئے کہ وہ خاصا مشکل ہے اور مبتدیوں کو اسکی ضرورت بھی نہیں

[2] اگر آپ کسی وجہ سے معلم التجوید پڑھانا مناسب نہ سمجھیں تو پھر اسکی جگہ پر ضیاء القراءۃ یا پھر قاری عبدالخالق صاحب سہارنپوری حفظہ اللہ کا رسالہ تیسیر التجوید پڑھادیں، لیکن جمال القرآن اور فوائد مکیہ کے درمیان ان میں سے ایک نہ ایک پڑھائیں ضرور۔ اسلئے کہ فوائد مکیہ ایک مشکل رسالہ ہے۔ اسکے علاوہ بعض مقامات میں اس میں غایت درجہ کا اختصار ہے خصوصاً صفات کا بیان تو بہت ہی مختصر ہے۔

⑫ فوائد مکیہ

⑬ مقدمۃ الجزریہ

⑭ اجراء التجوید[1]

پڑھانے کی ترتیب

سال اول میں پہلا وقت جو چار گھنٹے کا ہوتا ہے وہ تو تجوید والے استاذ کے پاس لگوایا جائے اور دوسرا وقت جو ظہر سے عصر تک ہوتا ہے عربی والے استاذ کے پاس۔ پھر پہلے وقت میں تو مشق کرانے اور جمال القرآن پڑھانے کے علاوہ روزانہ کم سے کم ایک پاؤ پارہ حدر میں حفظ سنا جائے۔

پھر جب ایک قرآن ختم ہو جائے تو دوسرے قرآن میں منزل کی مقدار کچھ بڑھا دی جائے یعنی اب پارے کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ہفتہ کے تعلیمی چھ دنوں میں دو سپارے سنے جائیں۔ اس طرح پہلے سال میں وہ مشق کرنے اور جمال القرآن پڑھ لینے کیساتھ ساتھ دو دفعہ اوّل سے آخر تک پورا قرآن مجید بھی سنا لے گا[2] اور دوسرے وقت میں جو ظہر سے عصر تک ہوتا ہے عربی والے استاذ کے پاس علم الصرف اور تعلیم الاسلام دونوں کتابیں ایک ساتھ شروع کرا دی جائیں۔

[1] اس میں جمال القرآن معلم التجوید، فوائد مکیہ اور مقدمۃ الجزریہ ان چاروں کے مسائل کا اجراء کرایا گیا ہے۔

[2] بشرطیکہ استاذ بھی پابندی سے پڑھائے اور شاگرد بھی ناغے نہ کرے اور اگر دونوں میں سے کسی کی طرف سے بھی سستی کا مظاہرہ ہوا تو پھر دوسرا قرآن پورا نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے کہ تعلیم کے دس مہینوں میں سے دو سو دس (۲۱۰) دن جب ہی نکل سکیں گے کہ غیر ضروری ناغے نہ کیئے جائیں کیونکہ :-

* دس ماہ میں بیالیس (۴۲) تو جمعہ ہی پڑیں گے۔
* اس کے علاوہ دس بارہ ناغے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر بھی ہوں گے۔
* پھر سہ ماہی اور ششماہی امتحانوں کی تیاری کیلئے بھی کم سے کم ایک ایک ہفتہ تو سبق بند کرنا ہی پڑے گا۔
* اس سب کے علاوہ کبھی استاذ کو اور کبھی طالب علم کو کسی ضرورت، مجبوری یا بیماری کی وجہ سے چھٹی کرنی پڑ جائے گی، وغیرہ وغیرہ۔

پھر سال کے پہلے نصف میں تعلیم الاسلام کے چاروں حصے ختم کرا کے دوسرے نصف میں سورۃ بقرہ کا ترجمہ[۱] پڑھا دیا جائے اور اس کے ساتھ ادھر پہلے آٹھ ماہ میں علم الصرف کے تین حصے پڑھاکر باقی دو مہینوں میں صفوۃ المصادر یاد کرادی جائے۔ یہ تو ہوا پہلے سال کا نصاب۔

اور دوسرے سال کا نصاب یہ ہے کہ تجوید کا استاذ تو مشق کے علاوہ

- معلم التجوید
- فوائد مکیہ
- مقدمۃ الجزریہ
- اور اجراء التجوید

یہ چار کتابیں اسی ترتیب سے پڑھائے اور اوّل سے آخر تک کم سے کم ایک مرتبہ پورا قرآن مجید حدر میں حفظ سنے[۲] اور عربی کا استاذ کتاب الصرف علم النحو، عوامل النحو اور سورہ آل عمران سے

[۱] لیکن ترجمہ صرف لفظی اور کسی قدر بامحاورہ پڑھایا جائے تفسیر بیان کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ البتہ صیغوں کا اجراء کرانا ضروری ہے۔ پھر علم النحو پڑھا چکنے کے بعد موٹی موٹی ترکیب بھی کرائی جائے۔ تاکہ ترجمہ کیساتھ ساتھ صرف ونحو میں بھی استعداد بڑھتی جائے۔

[۲] اگرچہ یہ بات کسی حد تک تسلیم ہے کہ تجوید کے استاذ کی ذمہ داری صرف تجوید پڑھانا ہے، حفظ پختہ کرانا اس کے فرائض میں داخل نہیں، لیکن طلباء کا فائدہ تامّہ اسی میں ہے کہ ہر ایک سے شروع سے آخر تک پورا قرآن مجید فرداً فرداً حفظ سنا جائے۔ اگر آپ ہمّت کر کے یہ خدمت انجام دے لیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ آپ کو حفظ کرانے کا ثواب بھی مل جائیگا۔ اور یہ بلاشبہ ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ اگر حافظ کیلئے فضائل ہیں تو کیا اس کو حفظ کرانے والے کیلئے نہیں ہوں گے! اگر آپ کے پاس پندرہ طالب علم بھی ہوں گے تب بھی آپ ان میں سے ہر ایک کا پاؤ پارہ فرداً فرداً اور الگ الگ سن سکتے ہیں اور وہ بھی اتنا آسانی کیساتھ سنا سکتا ہے کیونکہ دو قرآن تو وہ اس سے پہلے سال اوّل میں معین استاذ کو سنا ہی چکا ہوگا اور اگر آپ ایک دن مشق کرائیں گے اور ایک دن حدر سنیں گے تب بھی تعلیم کے دس مہینوں میں سب کا ایک ایک ختم تو سن ہی لیں گے اور اگر آپ کے پاس کچھ طلبہ پہلے سال کے بھی ہوں گے تو پھر آٹھ یا زیادہ سے

سورہ توبہ کے ختم تک ترجمہ پڑھائے۔ اس طرح کہ پندرہ شوال کو کتاب الصرف علم النحو اور سورہ

زیادہ دس کو فارغ کریں اور بقیہ وقت پہلے سال والوں پر صرف کریں۔ البتہ مشق اگر سب کو روزانہ نہ کرا سکیں تو دو دو طالب علموں کی جماعتیں بنا دیں اور ہر جماعت میں سے ایک کو ایک دن مشق کرائیں اور دوسرے کو دوسرے دن اور دوسرا پاس بیٹھ کر سنتا رہے اور حفظ سننا اسلئے بھی ضروری ہے کہ اس زمانہ میں جو طلباء تجوید پڑھنے کیلئے آرہے ہیں، وہ بالعموم کچے بلکہ بعض تو بالکل ہی کچے ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے ان سے حفظ نہ سنا اور وہ دیکھ کر ہی سناتے رہے اور اسی حالت میں انہیں سند مل گئی تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مدرسہ میں داخلہ لیتے وقت انہیں جو تھوڑا بہت یاد تھا، فارغ ہونے تک وہ بھی بھول چکا ہوگا اور پھر سند مل جانے کے بعد تو یاد ہونے کا بظاہر کوئی امکان ہی نہیں، اسلئے کہ قاری صاحب بن جانے کے بعد پھر وہ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ کیوں طے کرنے لگیں۔ اولاً تو مجھے معلوم نہیں کہ حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے دیگر اساتذہ سب کا دیکھ کر ہی سنا کرتے تھے لیکن اگر یہ بات ثابت بھی ہو جائے کہ یہ حضرات دیکھ کر ہی سنا کرتے تھے تب بھی اس کو ناظرہ سننے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ عالیہ فرقانیہ کے متعلق تو میں اوپر لکھ ہی آیا ہوں کہ وہاں کا اندازِ تعلیم کیا تھا۔ خود اس مدرسہ میں حفظ کرنے کے باوجود چار چار پانچ پانچ سال تک مشق کرنی پڑتی تھی۔ ایسوں کا اگر مجیز استاذ دیکھ کر بھی سن لیتے ہوں گے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں اسلئے کہ یاد تو انہیں پہلے ہی اچھی طرح ہو چکا ہوتا تھا۔

رہا حضرت قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لاہور میں معمول؟ تو سوال یہ ہے کہ قاری صاحب کے پاس پڑھنے کیلئے جس معیار اور صلاحیت کے لوگ جاتے تھے، کیا ہمارے پاس بھی اسی معیار اور اسی صلاحیت کے لوگ آرہے ہیں؟ اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ان طلباء کو قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرنے والوں پر قیاس کر کے محض ناظرہ سن کر ہی ٹرخا دینا اور وہ بھی تین تین، چار چار کو اکٹھے بٹھلا کر ایک رکوع ایک سے، دوسرا دوسرے سے اور تیسرا تیسرے سے سن کر ختم کرا دینا، یہ کہاں کا انصاف ہے! پھر یہ کہ قاری صاحب جس عمر میں لاہور تشریف لائے تھے اور جس مرتبہ پر فائز تھے، ان سے تو صرف نسبت قائم کرنا بھی غنیمت سمجھا جاتا تھا۔ ستر پچھتر برس کی عمر میں اتنی محنت کون کرا سکتا ہے کہ ہر ایک کا فرداً فرداً حفظ سنیں۔ پھر قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے حفظ کا حال یہ تھا کہ جب کسی آیت کے تلاش کرنے کی ضرورت پیش آتی تو جو لوگ خود کو بڑے پکے حافظ سمجھتے ہوتے وہ تلاش نہ کر پاتے اور قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان سے پہلے ہی وہ آیت پڑھ کر سنا دیتے۔ ہاں اگر پڑھاتے پڑھاتے آپ بھی اس عمر کو پہنچ گئے ہیں اور آپ کے پاس بھی ان ہی صلاحیتوں اور استعدادوں کے طلباء آرہے ہیں، یا پھر آپ کے پاس آنے سے پہلے آپ کے معین

آل عمران سے ترجمہ یہ تینوں ایک ساتھ شروع کرا دیئے جائیں۔ ترجمہ تو سارا سال چلتا رہے گا، کیونکہ اسکے بغیر سورہ توبہ کے ختم تک نہیں ہو سکے گا۔ رہی کتاب الصرف اور علم النحو؟ تو یہ دونوں کوشش کر کے صفر یا زیادہ سے زیادہ ربیع الاوّل کے آخر تک ختم کرا دی جائیں اور پھر اسکے بعد علم النحو کی جگہ پر عوامل النحو[1] اور کتاب الصرف کی جگہ پر پہلے روضۃ الادب اور پھر زاد الطالبین پڑھائی جائے۔ یہ نصاب تو ان لوگوں کیلئے ہے جنہیں دو سال میں فارغ کرنا ہے۔

رہے وہ لوگ جنہیں ایک ہی سال میں فارغ کر دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں وہ چونکہ جمال القرآن اور صرف ونحو کے کچھ رسائل پہلے ہی پڑھ چکے ہوں گے اسلئے اب ان کیلئے ایک ہی سال میں باقی ماندہ نصاب کا مکمل کر لینا کوئی مشکل نہ ہوگا اور اگر بالفرض وہ ترجمہ سورہ توبہ تک نہ بھی پڑھ سکیں تو صرف اس ایک چیز کیلئے انہیں مزید ایک سال تک نہ روکے رکھیئے۔ البتہ سند دیتے وقت انہیں اس بات کی تاکید ضرور کی جائے کہ وہ جہاں کام کریں اسکے قریب میں کسی عالم دین سے قرآن مجید کا ترجمہ پورا کر لیں، لیکن یہ جب ہے کہ ان کی حدر اور مشق دونوں قابل اطمینان ہو گئے ہوں، اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی اطمینان نہ ہو تو پھر ان کا بھی دوسرا سال لگوانا ضروری ہے۔ اسلئے کہ یہ دونوں چیزیں اس فن میں اصل کی حیثیت رکھتی ہیں اور

نے اچھی طرح ان پر محنت کر لی ہے اور ان کا حفظ پختہ کرانے کے علاوہ اپنے امکان کی حد تک ان کی تجوید بھی پختہ کرا دی ہے اور اب وہ آپ سے صرف نسبت ہی قائم کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ بھی اگر صرف ناظرہ ہی سن کر سند دے دیں گے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ورنہ اگر آپ نے کچے اور ناپختہ حفاظ کو ان سے صرف ناظرہ ہی سن کر سند دے دی (جیسا کہ فی زمانہ عام طور پر ہو رہا ہے) تو دس بیس سال میں نام کے قاریوں کا تو بہت بڑا گروہ بیشک تیار ہو جائیگا، مگر حفظ ختم ہو جائیگا اور پھر غلط پڑھنے والے حفاظ قاریوں کو ہدفِ تنقید بنایا کریں گے اور یہ منطق سنایا کریں گے کہ قاری وہ بنے جسے قرآن بھلانا ہو یا یہ کہ جسے قرآن بھلانا ہو وہ قاری بن جائے اسلئے کہ حفظ اور قراءۃ دونوں چیزیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں وغیرہ وغیرہ۔ وَمَا عَلَيَّ إِلَّا الْبَلَاغُ

[1] مگر عوامل النحو پڑھاتے وقت صرف ترجمہ کرا دینے پر ہی اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ ترکیب بھی کرائی جائے اور ضرور کرائی جائے۔ چھوٹا سا رسالہ ہے، پانچ ماہ میں آسانی سے پڑھایا جا سکتا ہے اور اسی لئے بجائے شرح مائۃ عامل کے اس کو تجویز کیا گیا ہے۔

اگر وہ یہ نصاب پہلے ہی پڑھ چکے ہوں تو پھر کتاب النحو، شرح مائۃ عامل اور نور الایضاح پڑھا دیجئے مگر پڑھائیں ضرور، صرف حدر سنانے اور تجوید کی کتاب پڑھنے پر دن بھر لگائے رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ ورنہ ان کا اپنا وقت بھی ضائع ہوگا اور دوسرے طلباء کو بھی وہ خواہ مخواہ خوش گپیوں میں مصروف رکھا کریں گے۔ ہاں اگر عربی کے استاذ کے پاس ان کو پڑھانے کیلئے وقت نہ ہو تو پھر ان سے مبتدیوں کی اعانت کرنے کا کچھ کام لیتے رہیئے۔

رہ گئے وہ لوگ جن کا نہ تو حفظ پختہ ہو اور نہ وہ اردو ہی پڑھ سکتے ہوں؟ ان کو جیسا کہ اوپر بھی لکھ آیا ہوں، ایک دم درجہ تجوید میں داخل نہ کیا جائے بلکہ پہلے ایک سال میں ان کی یہ دونوں خامیاں دور کی جائیں یعنی اردو پڑھنا سکھایا جائے اور منزل یاد کرائی جائے۔ البتہ وقت ہو تو مشق ابھی سے شروع کرادی جائے، بس اسکے علاوہ پہلے سال میں ان پر کوئی اور بوجھ نہ ڈالا جائے اور پھر اسکے بعد دو سالوں میں ان کو بھی وہی نصاب پڑھایا جائے جس کی تفصیل اوپر بیان کی جاچکی ہے۔ اسلئے کہ سند پانے کیلئے سب کا نصاب ایک ہی ہونا چاہیئے، خواہ کوئی یہ نصاب ایک ہی سال میں پورا کرے یا دو سال میں یا تین سال میں یا اس سے بھی زیادہ مدّت میں۔ اسلئے کہ یہ نصاب بہت ہی مختصر ہے، تجوید کی سند پانے والوں کو اتنا تو پڑھنا ہی چاہیئے۔ یہ تو تفصیل ہوئی اس شعبہ کے عام طلباء کے نصاب کی۔

مگر اب چونکہ تجوید پڑھانے والے اساتذہ کی ضرورت روز بروز بڑھتی جارہی ہے، مدارس عربیہ میں بھی تجوید کے اساتذہ کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے اور مستقل درجے بھی قائم کیئے جا رہے ہیں، اسکے علاوہ سعودی عرب، کویت اور ممالک افریقہ[1] وغیرہ میں بھی قرآن پڑھانے والے

[1] سنا ہے کہ بعض افریقی ممالک میں روایتِ حفص بالکل مروج نہیں، قالون کی روایت پڑھی پڑھائی جاتی ہے یا ورش کی اور مختلف روایتیں یاد کرانے کے لئے حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب (صدر شعبہ حفظ وقراءات خیر المدارس ملتان) نے الگ الگ رسالے تالیف فرمائے ہیں، لیکن محض رسالے دیکھنے سے کسی روایت میں پڑھنا نہیں آسکتا بلکہ استاذ سے پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اسلئے کہ کتاب صرف علمی رہنمائی ہی کرسکتی ہے پڑھ کر نہیں بتا سکتی اور زیادہ بہتر یہی ہے کہ دوسرے ملک میں اس کو بھیجا جائے جو قراءاتِ سبعہ پڑھا ہوا ہو۔

اساتذہ کی مانگ ہے، اسلیئے اس شعبہ کے اساتذہ کو چاہیئے کہ فارغ ہونے والے طلباء میں سے جن کی آوازوں میں مناسبت ہو اور ہوں بھی ذہین، انہیں ترغیب دے کر مزید ایک دو سال پڑھائیں تاکہ وہ تجوید پڑھانے اور عربی بولنے والے ممالک میں کام کرنے کے قابل بن سکیں اور اس مدت میں ان کو مشق کرانے کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں پڑھائی جائیں:۔

① شرح مائۃ عامل

② ہدایۃ النحو

③ نفحۃ العرب

④ نور الایضاح

⑤ بقیہ بیس پاروں کا ترجمہ

نیز انہیں تجوید کے عربی رسائل کا مطالعہ کرنے کی بھی ترغیب دی جائے اور اس سب کے علاوہ اگر طلباء ہمت کر سکیں تو کچھ ایسی کتابیں بھی پڑھائی جائیں یا وہ خود مطالعہ کر لیں جن کا مقصد عربی بول چال سکھانا ہے اور اس مقصد کیلیئے میرے خیال میں سب سے بہتر عربی کا معلم ہے جو بمبئی کے مولانا عبدالستار صاحب کی تالیف ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر انتہائی کامیاب کوشش ہے اور فاضل مصنف نے بڑی کاوش اور غایت درجہ کی لگن کے ساتھ مرتّب کی ہے، پھر یہ کہ اس کی کلیدیں بھی دستیاب ہیں جن میں عربی فقروں کے اردو اور اردو فقروں کے عربی ترجمے مصنف نے خود ہی درج کر دیئے ہیں اور اسکا فائدہ یہ ہے کہ اگر طالب علم ذہین اور سمجھدار ہو تو ان کلیدوں کی مدد سے وہ کتاب کا خود بخود مطالعہ کر سکتا ہے اور وہ یہ کلیدیں ہی معلم کا کام دے سکتی ہیں۔ اس سب کے علاوہ اس عرصہ میں ایسے طلباء سے پڑھانے کا بھی کچھ کام لیتے رہنا چاہیئے تاکہ وہ فارغ ہو کر کامیاب خدمت انجام دے سکیں۔

اور اب آخر میں چوتھے گروہ کے بارے میں عرض کرتا ہوں یعنی علماء کا گروہ، انہیں چونکہ عربی پڑھنے کی ضرورت تو ہوگی نہیں اسلیئے ان کا کچھ وقت تو تجوید کی تحصیل میں لگوایا جائے

اور باقی میں کسی دوسرے دینی مشغلہ میں مصروف رہنے کی ہدایت کی جائے اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں ہے تو اس کو حفظ کرنے کا شوق دلایا جائے اور ہدایت کی جائے کہ فاضل وقت میں حفظ کے استاذ کے پاس بیٹھ کر قرآن یاد کیا کرے۔ اگر وہ ذہین ہوگا اور اسکا دماغ محنت کرتے کرتے تھک نہیں گیا ہوگا تو دو سال کی مدّت میں جہاں وہ ایک طرح قاری اور مجود بن جائیگا، وہاں وہ اسی مدّت میں قرآن مجید کا حافظ بھی بن جائیگا انشاء اللہ، اور یہ صرف اُسی کیلئے نہیں خود آپ کیلئے بھی بڑی سعادت ہوگی لیکن یہ جب ہے کہ وہ ناظرہ اچھی طرح پڑھ سکتا ہو اور اگر ناظرہ ہی اچھی طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو پھر پہلے اس کے ناظرہ کی تصحیح ضروری ہے اور اگر ناظرہ تو اچھا پڑھ سکتا ہے لیکن پھر بھی حفظ کرنے پر آمادہ نہیں تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ اسکو کسی قریبی جامعہ یا دارالعلوم میں دَورۂ حدیث کی اہم کتابوں کی دوبارہ سماعت یا کسی دوسرے فن کی اہم کتاب کے پڑھنے میں اپنا وقت لگانے کا مشورہ دیا جائے اور اگر وہ اس کیلئے بھی آمادہ نہ ہو سکے تو پھر اپنے مدرسہ میں ہی اس کے سپرد کوئی خدمت کر دیجئے۔ مثلاً اگر وہ سمجھدار ہے تو عربی کے طلباء کو تکرار کرانے کی خدمت اس کے سپرد کی جاسکتی ہے، یا اگر خوشخط اور اچھا لکھ سکتا ہے تو طلباء کو لکھائی سکھانے پر مامور کیا جاسکتا ہے۔ البتہ دوسرے طلباء کی بہ نسبت اسکی وظیفہ وغیرہ کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی کچھ زیادہ[1] کرنی ہوگی، تاکہ وہ یہ خدمت رغبت اور خوش دلی کے ساتھ انجام دیتا رہے مگر اس کو ان مشاغل میں مشغول رکھنا انتہائی ضروری ہے ورنہ وہ دن بھر خود بھی خوش گپیوں میں مصروف رہا کرے گا اور دوسرے طلباء کا وقت بھی ضائع کیا کرے گا مگر یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لیجئے کہ تجوید کی سند اسی عالم کو دی جائے جو کم سے کم ناظرہ تو روانی کے ساتھ پڑھ سکتا ہو اور اگر چار پانچ ماہ میں آپ کو اندازہ ہوگیا ہے کہ یہ شخص دو سال کے اندر بھی ناظرہ صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہو سکے گا تو پھر اس کو چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کی مشق کرا کر اور بقدر امکان ناظرہ کی تصحیح کرا کر چھٹی دے دیجئے اور سند دینے کی حرص نہ کیجئے۔ سند دینا بڑی ذمہ داری کی بات ہے، اسکا یہ

[1] بشرطیکہ اس کو اس کی ضرورت بھی ہو ورنہ بلا ضرورت اور خواہ مخواہ مدرسہ پر بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ وہ پڑھنے کیساتھ ساتھ پڑھانا بھی سیکھ رہا ہے۔

حصہ ہمیشہ پیش نظر رکھیے:۔

وَتَعَلَّمَ مِنِّی التَّجْوِیْدَ بِالتَّکْرِیْرِ وَالتَّسْدِیْدِ

یعنی یہ شخص جس کو میں سند دے رہا ہوں، تجوید میں بڑا ماہر اور ضابط ہے۔

اور اگر آپ نے اس مشورہ پر عمل نہ کیا اور یوں ہی دو چار رکوع مشق کرا کے سند دے دی تو اس سے فن تجوید کے ساتھ ناانصافی کے علاوہ خود آپ کی شہرت کو بھی نقصان پہنچے گا، کیونکہ وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرے گا کہ میں فلاں قاری صاحب سے فارغ ہوں۔ فقط

قراءاتِ سبعہ وعشرہ

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ صرف طلبائے تجوید کے بارے میں تھا،لیکن جیسا کہ علمائے تجوید جانتے ہیں کہ علم تجوید کی حیثیت صرف تمہید اور مقدمہ کی ہے اور اصل علم علمِ قراءات ہے۔ جس کو عام طور پر قراءاتِ سبعہ وعشرہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر ممکن ہو تو شعبہ تجوید[1] میں کام کرنے کیلئے جن لوگوں کو تیار کرنا ہو،انہیں عشرہ نہیں تو کم از کم سبعہ تو ضرور ہی پڑھائی جائے۔ اگرچہ روایتِ حفص پڑھانے والے اساتذہ کیلئے سبعہ وغیرہ کا جاننا چنداں ضروری تو نہیں لیکن بہتر اور اولیٰ ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔ اگر ہدایت النحو، کافیہ بلکہ نحو میر پڑھانے کے لئے بھی وہی استاذ موزوں سمجھا جاتا ہے جو دَورۂ حدیث سے فارغ ہو تو پھر روایتِ حفص پڑھانے والے کیلئے قراءاتِ سبعہ کا جاننا کیوں بہتر بلکہ ضروری نہیں۔ چنانچہ حضرت مولنا قاری مقری عبدالخالق صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ تیسیر التجوید میں تحریر فرماتے ہیں:-

> روایتِ امام حفص کی مشق کے بعد قراءاتِ سبعہ اور عشرہ ضرور پڑھنی چاہئیں،آج کل اس کے جاننے والے بہت کم ہیں اور اسکا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے،جس طرح علم تجوید سے لوگ غافل ہیں اس سے زائد سبعہ عشرہ سے ناواقف ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی سبعہ عشرہ میں پڑھتا ہے تو علماء کو بھی عام طور سے شبہ ہوتا ہے کہ غلط پڑھا ہے۔ یہ سب علم سے بے توجہی کا نتیجہ ہے.... الخ

راقم عرض کرتا ہے کہ خصوصاً اب جب کہ یہ انکشاف ہوچکا ہے کہ بعض افریقی ممالک میں ایسے علاقے بھی ہیں جہاں صرف روایتِ ورش یا روایتِ قالون ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہے اور روایتِ حفص کو کوئی جانتا تک نہیں تو ان حالات میں روایتِ حفص کے علاوہ دوسری روایتوں کا پڑھنا

[1] بلکہ عربی بولنے والے ممالک میں پڑھانے والوں کو بھی۔

پڑھانا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے، تاکہ ان علاقوں میں بھی کام کرنا ممکن ہو سکے۔[1]

سبعہ کا نصاب

اور سبعہ کا نصاب یہ ہے:۔

① شَاطِبِيَّة

② رَائِيَّة

یہ دو کتابیں تو ضرور ہی پڑھانی چاہئیں۔ ان کو مکمل طور پر پڑھائے بغیر سبعہ میں فارغ کر دینا انتہائی نامناسب ہے بلکہ اگر ہو سکے تو

③ تَيْسِير

④ نَاظِمَةُ الزُّهْر

بھی پڑھا دی جائیں۔ تیسیر کے بارے میں تو سب جانتے ہیں کہ یہ شاطبیہ کا ماخذ ہے اور علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے مضامین کو نظم میں بیان فرمایا ہے۔ رہی نَاظِمَةُ الزُّهْر؟ تو یہ آیات

[1] البتہ اس سلسلے میں یہ مشورہ دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایسے طلباء کی کسی نہ کسی طریقہ سے تھوڑی بہت حوصلہ افزائی ہوتی رہنی چاہیئے، تاکہ وہ دلجمعی کے ساتھ اپنی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ مثلاً کسی قریبی جگہ میں کچھ وقت کیلئے ان کو مدرس رکھوا دیا جائے یا کوئی اور صورت نکال لی جائے مثلاً امامت وغیرہ۔ کیونکہ اب تحصیل علم کیلئے مشقتیں برداشت کرنے اور تکلیفیں اٹھانے کا زمانہ نہیں رہا۔ اس زمانہ میں تو اگر کوئی طالب علم کھا، پی کر اور خوش پوشی کر کے بھی علم کی تحصیل کرتا ہے تو اسکی بھی بڑی ہمت ہے اور استاذ کو اسکی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے، کیونکہ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ اب ضروریات بھی بڑھ چکی ہیں، خواہشات اور جذبات کا رخ بھی بالعموم دنیا ہی کی طرف ہو گیا ہے۔ ہاں اگر کوئی طالب علم ضرورت نہ ہونے یا ہونے کے باوجود ایثار اور علم کے ساتھ شیفتگی اور عشق و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسرے تمام مشاغل سے یکسر منہ موڑ کر صرف تحصیل علم میں ہی لگا رہنے کو ترجیح دے تو پھر اس کو خواہ مخواہ کسی دوسری خدمت کے انجام دینے کیلئے مجبور کرنے کی بھی ضرورت نہیں، لیکن فی زمانہ ایسے لوگ بہت کم اور خال خال ہیں۔

کے اختلاف میں ہے اور علّامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تصنیف ہے۔ یہ کتابیں پڑھانے کے علاوہ سبعہ میں اجراء کرانا بھی ضروری ہے کیونکہ صرف مسائل کے پڑھ لینے سے مختلف قراءتوں میں پڑھنا نہیں آجاتا اور اجراء میں ماہر بننے کیلئے

⑤ غَیْثُ النَّفْعِ فِی الْقِرَاءَاتِ السَّبْعِ

بہت مفید اور لاجواب کتاب ہے۔ اس سے استفادہ کیئے بغیر کوئی شخص اجراء میں نہیں چل سکتا۔ یہ شاطبیہ کی شرح سراج القاری کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے (مکتبہ علمیہ لیک روڈ لاہور سے مل سکتی ہے) لیکن اس سے پہلے شروع شروع میں اجراء کی استعداد پیدا کرنے کیلئے حضرت مولنا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا رسالہ

⑥ تَنْشِیْطُ الطَّبْعِ فِیْ اِجْرَآءِ السَّبْعِ

نہایت مفید اور اس باب میں اپنی نظیر آپ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں پہلے تمام روایتوں کے مختصر پیرائے میں اصول بیان فرمائے ہیں اور پھر اسکے بعد جمع الجمع کے طریق پر پارہ الٓمّٓ کے پہلے ربع کا اجراء نہایت عمدہ طریقہ سے تحریر فرمایا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم اس رسالہ کی روشنی میں اور سمجھ کر پاؤ سیپارے کا اجراء کر لیتا ہے تو اجراء میں چل نکلتا ہے اور اب اس کیلئے اجراء نکالنا کوئی مشکل نہیں رہ جاتا تو گویا کہ یہ اجراء کی مفتاح ہے۔

رہا یہ سوال کہ اجراء کتنا کرایا جائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصل تو اس میں بھی یہی ہے کہ پورے قرآن مجید کا اجراء کرایا جائے اور اسلاف ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور سند دینے کیلئے صحیح بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ سبعہ کی سند میں یہ عبارت درج ہوتی ہے:۔

قَرَاَ عَلَیَّ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ حَرْفًا حَرْفًا بِنَھْجِ جَمْعِ الْجَمْعِ

اور یہ جملہ لکھنا اس وقت ہی زیب دیتا ہے جبکہ طالب علم نے اول سے آخر تک پورا قرآن مجید جمع الجمع میں سنا لیا ہو، لیکن چونکہ اس زمانہ میں ہمتیں پست ہیں، نہ اساتذہ کے اندر ہمت ہے اور نہ ہی طلباء کے اندر مستعدی، جانفشانی اور وقت لگانے کا جذبہ، اس سب کے علاوہ وقت میں

بھی برکت نہیں رہی، اسلیئے اگر بأمر مجبوری صرف ایک منزل بھی سن لی جائے تو اتنا بھی کافی ہوسکتا ہے لیکن سند کے الفاظ بدلنے ہوں گے کیونکہ ایک منزل سن کر کُلَّهٗ حَرْفًا حَرْفًا لکھنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ایک دو پارے جمع الجمع میں سن لئے جائیں اور پھر اس کے بعد سارا قرآن مجید جمع حرفی میں سن لیا جائے۔ ایسا کرنے سے گو بِنَھْجِ جَمْعِ الْجَمْعِ کے تو خلاف ہوگا لیکن کُلَّهٗ حَرْفًا حَرْفًا کے خلاف نہیں۔

یہ میری رائے ہے، باقی صَاحِبُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْهِ کوئی استاذ اپنے اور اپنے شاگردوں کے حالات سے جتنا واقف ہوسکتا ہے، اتنا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔

پڑھانے کی ترتیب

پڑھانے کی ترتیب اس طرح قائم کی جائے کہ جب تک شاطبیہ کے اصول اور سورۃ بقرہ کے فروش ختم ہوں اس وقت تک کتاب پڑھانے کیساتھ ساتھ روایتِ حفص میں مشق بھی کرائی جائے بلکہ ہوسکے تو ایک آدھ مرتبہ حدر میں بھی سن لیا جائے۔ خواہ دو دو اور تین تین کو اکٹھے بٹھلا کر ہی[1] ہی، کیونکہ اب آپ انہیں تجوید پڑھانے کیلیئے تیار کر رہے ہیں، اسلیئے ان کی مشق اور حدر دونوں عام طلباء کی نسبت اچھے ہونے چاہئیں اور اس کیساتھ ساتھ انہیں ان کی استعداد کے موافق نحو ادب، معانی، فقہ یا حدیث وغیرہ کے ایک دو سبق بھی اگر مدرسہ میں کوئی ایسا انتظام ہو تو ضرور شروع کرا دیئے جائیں۔ اس سے دو فائدے حاصل ہوں گے :- ایک یہ کہ وہ مصروف رہا کریں گے اور دوسرا یہ کہ ان کے علم میں اضافہ ہوگا اور تجوید پڑھانے والے کیلیئے دوسرے علوم کا بھی کچھ نہ کچھ جاننا ضروری ہے۔

پھر جب سورۃ بقرہ کے فروش ختم ہو جائیں تو اب حدر سننا موقوف کر کے اسکے بجائے اجراء شروع کرا دیا جائے اور اس کیلیئے جیسا کہ اوپر بھی لکھ آیا ہوں، شروع شروع میں تَنْشِیْطُ الطَّبْعِ

[1] کیونکہ اسکے سننے سے مقصود حروف میں مزید پختگی پیدا کرنا ہے۔ ورنہ کُلَّهٗ حَرْفًا حَرْفًا پر عمل تو پہلے ہی ہو چکا تھا، مگر سنا اب بھی زبانی ہی جائے۔

کو سامنے رکھنا ضروری ہے تو گویا اب طالب علم کو تین کام کرنے ہوں گے :-

① شاطبیہ کا سبق پڑھنا

② سبعہ کا اجرار سنانا

③ عربی کے حسب استعداد اور فراغت ایک دو سبق پڑھنے

پھر جب شاطبیہ ختم ہو جائے تو اب اس کی بجائے رائیہ شروع کرا دیا جائے اور اجرار اب بھی جاری رہنا چاہیئے۔ البتہ ہفتہ میں ایک دو دن کبھی جمع الجمع میں اور کبھی روایتِ حفص کے علاوہ کسی اور روایت میں مشق بھی کراتے رہیئے۔ پھر اگر یہ دونوں کتابیں یعنی شاطبیہ اور رائیہ ڈیڑھ سال میں ختم ہو جائیں تو دوسرے سال کے دوسرے نصف میں نَاظِمَۃُ الزُّھْرِ پڑھا دی جائے ورنہ کوئی ضروری نہیں۔ ہاں اگر سبعہ کے بعد ثلاثہ بھی پڑھانی ہوں تو پھر دُرَّۃ کے بعد نَاظِمَۃُ الزُّھْرِ ضرور پڑھائی جائے کیونکہ دُرَّۃ چھوٹی سی کتاب ہے جو زیادہ سے زیادہ چار پانچ ماہ میں ختم ہو سکتی ہے اور اس کے بعد اسی سال میں نَاظِمَۃُ الزُّھْرِ آسانی سے پڑھائی جا سکتی ہے، لیکن یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ استاذ اور طالب علم دونوں پوری مستعدی دکھائیں ورنہ یہ سب کچھ تو درکنار شاطبیہ اور رائیہ بھی شاید پورے نہ ہو سکیں۔ ایسے ہی عربی کے اسباق بھی جب ہی پڑھائے جا سکتے ہیں کہ طلبار زیادہ ہوں اور مدرسہ کے پاس بڑی کتابیں پڑھانے کیلئے دوسرے استاذ کی خدمات حاصل کرنے کی گنجائش بھی ہو، ورنہ اگر طالب علم ایک دو ہی ہوں تو ظاہر ہے کہ اتنوں کیلئے اگر گنجائش ہو بھی تب بھی نہیں رکھا جا سکتا۔ ایسی صورت میں پھر اس مشورے پر عمل کرنا ہوگا جس کا ذکر اس سے پہلے شعبہ تجوید کے زیرِ عنوان چوتھے گروہ کے ضمن میں کیا جا چکا ہے کہ کچھ وقت کیلئے کسی دوسرے دارالعلوم میں جا کر تحصیل پر آمادہ کیا جائے یا اپنے ہی مدرسہ میں ان کی حسب استعداد کوئی دوسرا کام ان کے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ وہ فارغ رہ کر اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع نہ کریں۔

ثَلٰثَۃ

سات کی بعد والی تین قراءتیں

اگر سبعہ کے بعد ثلاثہ بھی پڑھانی ہو تو اس کیلئے درسی کتاب تو صرف ایک ہی ہے یعنی

٭ اَلدُّرَّۃُ الْمُضِیْئَۃُ

اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور رسالہ بھی پڑھانا ہو تو پھر

۲ اَلْوُجُوْہُ الْمُسْفِرَۃُ

ہے اور یہ نثر میں ہے۔ رہا ثلاثہ کا اجرا؟ تو اس کیلئے غالباً کوئی کتاب نہیں اور اسکی چنداں ضرورت بھی نہیں، اسلئے کہ یہ آسان ہے۔ اس سب کے بعد اور اس سلسلہ کی آخری درسی کتاب علّامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کی

۳ طَیِّبَۃُ النَّشْرِ فِی الْقِرَاءَاتِ الْعَشْرِ

ہے اس میں شاطبیہ کی سات اور دُرّہ کی تین، مجموعی دس قراءتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہ درج ہیں، جو انہی دس قراء سے بطریقہ جزری منقول ہوئی ہیں۔

مقام شکر

مقام شکر ہے کہ ان سب کتابوں یعنی شَاطِبِیَّۃ، رَائِیَّۃ، نَاظِمَۃُ الزُّھْرِ، دُرَّۃ وُجُوْہُ الْمُسْفِرَۃ، تَیْسِیْر اور طَیِّبَۃُ النَّشْرِ کی اردو شروح طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ ان میں سے پہلی پانچ کی شروح تو خود جزریٔ زمان اور شاطبیٔ وقت حضرت مولٰنا حافظ قاری مقری فتح محمد صاحب پانی پتی ثم کراچوی ثم المدنی نے تالیف فرمائی ہیں اور تیسیر و طیبہ کی ان کے تلمیذ ارشد حضرت مولٰنا حافظ قاری مقری رحیم بخش صاحب پانی پتی، حال شیخ التجوید والقراءات مدرسہ

خیرالمدارس ملتان نے لکھی ہیں[1] اور نہ صرف یہ بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں آپ نے اس موضوع پر تالیف فرمائی ہیں مثلاً :۔

تَکْثِیْرُ النَّفْعِ فِی الْقِرَاءَاتِ السَّبْعَةِ، تَکْمِیْلُ الْاَجْرِ فِی الْقِرَاءَاتِ الْعَشْرِ، هَدَایَاتُ الرَّحِیْمِ فِیْ اٰیٰتِ کِتٰبِ الْحَکِیْمِ وغیرہ وغیرہ۔ اس سب کے علاوہ ہر ہر روایت اور قراءۃ میں الگ الگ رسالے بھی آپ نے تصنیف فرمائے ہیں۔ مثلاً روایتِ قالون، روایتِ ورش، قراءۃ ابنِ کثیر، قراءۃ ابوعمرو، روایتِ شعبہ اور ایسے ہی دوسری قراءتوں اور روایتوں میں بھی۔ ایسے ہی ان کے تلمیذِ رشید مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی شیخ التجوید مدرسہ قاسم العلوم ملتان نے بھی اس سلسلہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں :۔

سِلْكُ اللَّاٰلِیْ وَالْمَرْجَانْ شَرْحُ نَظْمِ اَحْکَامِ الْاٰنْ

وُضُوْحُ الْفَجْرِ فِی الْقِرَاءَاتِ الثَّلٰثَةِ الْمُتَمِّمَةِ لِلْعَشْرِ

اور علم قراءات کی تاریخ وغیرہ وغیرہ[2]۔ بلکہ اب تو مؤخر الذکر عزیز اَلنَّشْرِ کا اردو ترجمہ لکھ رہے ہیں۔ اللہ کرے جلد شائع ہو جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں اور ان کے تلمیذِ رشید نے علم قراءات کے طالب علموں پر احسان فرمایا ہے اور عربی کی طرح اردو کے دامن کو بھی اس مقدس علم کے جواہر پاروں اور گلہائے رنگا رنگ سے بھر دیا ہے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْجَزَآءِ عَنَّا وَعَنْ کَافَّةِ الْقُرَّآءِ

کاش کہ اس ناکارہ سے بھی اس سلسلے میں کوئی کام ہو جاتا، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد

[1] البتہ ان میں سے شاطبیہ کا مطلب خیز ترجمہ جناب مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی شیخ التجوید مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور نے بھی لکھا ہے۔

[2] یہ سب کتابیں مندرجہ ذیل پتہ سے مل سکتی ہیں: حافظ محمد اسحاق مسجد سراجاں حسین آگاہی، ملتان

✵ مکتبۃ القراءۃ نے شاطبیہ کی شرح تلخیص المعانی اور طیبۃ النشر کی شرح شائع کی ہیں۔ (ناشر)

خاتمہ

اَلتِّبْيَانُ فِي اٰدَابِ حَمَلَةِ الْقُرْاٰنِ کے بعض اقتباسات کا ترجمہ

الحمد للہ کہ یہاں پہنچ کر "طریقہ تعلیم الصّبیان" کا دوسرا حصہ بھی تمام ہوا اور قاعدہ کی طرح ناظرہ، حفظ اور تجوید وقراءات کے معلّمین کیلیے بھی ایک بہترین لائحہ عمل اور دستور نامہ مرتّب ہوگیا ہے۔ حق جلّ مجدہٗ اپنے لطف وکرم سے اس حقیری خدمت کو قبول فرما کر مؤلف پُرتقصیر کیلیے ذخیرۂ آخرت اور قرآن حکیم کے معلّمین کیلیے نافع بنائے اور انہیں اس سے خوب خوب متنفع ہونے کی توفیق عطاء فرمائے اور اب خاتمہ میں علاّمہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اَلتِّبْيَانُ فِي اٰدَابِ حَمَلَةِ الْقُرْاٰنِ کے اُن اقتباسات کا اردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے جن کا تعلق حضرات معلّمین اور اساتذہ سے ہے اور باقی حصوں کے ترجمہ کو بشرط مہلت وصحت کسی دوسری کتاب کے ضمن میں درج کیا جائے گا۔ چونکہ اس وقت مؤلف کے مخاطب صرف حضرات معلّمین ہی ہیں، اسلیۓ اسکے بقیہ مضامین کو یہاں درج کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ بغیر کسی تصنّع اور رسمی انکساری کے بالکل صحیح عرض کرتا ہوں کہ میں خود ان آداب سے عاری اور یکسر عاری ہوں اور صحت کی خرابی کی وجہ سے رہی سہی ہمت بھی رخصت ہوچکی ہے، لیکن پھر بھی اس خیال سے کہ شاید ان سطور سے متاثر ہوکر کوئی صاحب ان آداب کو اپنالیں تو گو خود عمل کرنے کا نہیں تو دوسروں کو عمل کی راہ پر ڈالنے کا ثواب تو مل ہی جائے، ان اقتباسات کو درج کرنے کی جسارت کی ہے اور اس سے دوسری امید یہ بھی لگائے ہوئے ہوں کہ ممکن ہے کہ کسی صاحب دل کی نظر سے یہ سطریں گزریں اور وہ متاثر ہوکر دل کی گہرائیوں سے اس محروم القسمت کیلیۓ دعاء فرمادیں تو اسکا بیڑہ بھی پار ہوجائے۔

شنیدم کہ دَر روز اُمید وبیم — بدارا بہ نیکان بخشد کریم

نوٹ : آئندہ صفحات میں چونکہ علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیفِ لطیف کے ذریعہ آپ سے خطاب فرمارہے ہیں، اس لئے راقم الحروف کو خود راہِ فضیحت و دیگراں راہِ نصیحت کا الزام دینا کسی طرح بھی مناسب نہ ہوگا، کیونکہ اس کی حیثیت صرف ناقل کی ہے اور بس۔ بلکہ یہ ترجمہ بھی مولٰنا محمد یوسف ٹونکوی کی کاوش کا رہینِ منّت ہے۔ جو عرصہ ہوا پاکیزہ دارالکتب حیدرآباد سندھ سے شائع ہوا تھا۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ذیل میں اَلتِّبْیَان کے اقتباسات کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمایئے :۔

۱ عملوں کا اعتبار نیتوں پر ہے

علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کا پڑھنے والا ہو یا پڑھانے والا، ان دونوں کا مقصد اللہ کی رضا مندی اور اس کی خوشنودی کا حصول ہونا چاہیئے اور اس میں کوئی دُنیوی غرض شامل نہیں ہونی چاہیئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی ہے :۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ۚ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ۝ (بینہ: ۵)

ترجمہ : یعنی ہم کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی اس طرح یکسو ہو کر عبادت کریں کہ عبادت اسی کیلئے خاص ہو اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی سیدھا دین ہے۔

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان وارد ہے کہ عملوں کا اعتبار نیتوں پر ہے اور ہر ایک آدمی کیلئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔

۲ پسندیدہ عادات وخصائل

معلم قرآن کو چاہیئے کہ خود کو شریعت کے بتائے ہوئے محاسن وصفات، پسندیدہ عادات وخصائل سے آراستہ و پیراستہ کرے اور دنیا کے تعلق کو کم کرے۔ اسکی حرص (لالچ) دل سے مٹائے دنیا اور دنیا والوں کی پرواہ نہ کرے۔ اپنے میں سخاوت اور جود وکرم کی عادت پیدا کرے اور اخلاقِ

کریمانہ کو اپنا شعار بنائے اور خندہ پیشانی سے رہے لیکن تہذیب کے دائرے سے نہ نکلے۔ حلیم وصابر بنے، بری کمائی سے اجتناب کرے، خشوع وخضوع، سکون و وقار، تواضع وفروتنی اور تقویٰ کو اپنے لیئے لازم سمجھے، ہنسنے سے اجتناب کرے، زیادہ مذاق سے بچے، شریعت کے بتائے ہوئے افعال واعمال کو اپنا شعار بنائے مثلاً میل کچیل کو دور کرے، موچھیں کترے، ناخن کاٹے، داڑھی میں کنگھی کرے، بری بوخودپر سے دور کرے، بدوضع لباس سے پرہیز کرے۔ حسد، ریاکاری، خود پسندی اور دوسرے کو حقیر جاننے کی عادات سے بہت پرہیز کرے اور اپنے میں "میں" ہرگز پیدا نہ ہونے دے۔ دوسرا گو اس سے چھوٹا ہو لیکن پھر بھی اس کو بنظر حقارت نہ دیکھے۔ تسبیح تہلیل کی جو احادیث وارد ہیں یا جو اذکار واوراد احادیث میں منقول ہیں ان پر عمل پیرا رہے۔ پوشیدہ اور اعلانیہ حالت میں اللہ کا دھیان دل میں رکھے اور تمام کاموں میں بھروسہ اللہ ہی پر رکھے۔

۳ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ...

معلم قرآن کو چاہیئے کہ نصیحت کرنے میں کوئی دریغ نہ کرے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: دین نصیحت ہے، اللہ کیلیئے اور اسکی کتاب کیلیئے اور اسکے رسول کیلیئے اور مسلمانوں کے ائمہ اور عام مسلمانوں کیلیئے (صحیح بخاری)۔

اللہ کیلیئے اور اسکی کتاب کیلیئے نصیحت یہ ہے کہ طالب قرآن کا احترام واکرام کیا جائے، اسکی مصلحت اس کو دکھائی جائے اور اسکے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ غرض طلب قرآن کے سلسلہ میں جہاں تک ممکن ہو اسکی مدد کی جائے، اسکے دل کو خوش رکھا جائے، نرمی اور فراخدلی سے اس کو تعلیم دی جائے، محبت و پیار سے اس کو تعلیم دیں، تعلیم کی طرف اس کو رغبت دیں اور تعلیم کی فضیلت اسکے سامنے بیان کریں تاکہ وہ تعلم میں خوشی خوشی دل لگائے اور اس کی طرف زیادہ سے زیادہ رغبت کرے، دنیا کو اس سے بے تعلق رکھنے کی کوشش کریں اور دنیا کی طرف جھکنے یا اس پر مغرور ہونے سے اس کو بچائیں تعلیم قرآن و دیگر علوم شرعیہ کی فضیلت اس کے سامنے رکھیں۔ عارفین باللہ اور صالحین کا یہی وطیرہ ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی درجہ اور مرتبہ ہے۔

۴ قصور سے درگزر

معلم قرآن کو چاہیئے کہ اگر متعلم سے کوئی بے ادبی اور قصور سرزد ہو تو بعض وقت اس کو عذر پر محمول کر کے اس کے قصور سے درگزر کرے اور صبر سے کام لے، کیونکہ انسان تو بہرحال نقائص کا نشانہ ہے خصوصاً جب کہ بچپن کا دور ہو۔ معلم قرآن کو چاہیئے کہ جو بھلائی اپنے لیئے پسند کرے وہی اپنے متعلم کے لئے پسند کرے اور جس عیب و برائی کو خود کے لئے ناپسند کرے وہی متعلم کے لئے بھی ناپسند کرے، کیونکہ صحیحین میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

یعنی تم میں سے کسی کا ایمان معتبر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلیئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیئے پسند کرتا ہے۔

۵ نرمی اور تواضع

معلم کو چاہیئے کہ متعلّمین پر اپنی بڑھائی نہ کرے بلکہ نرمی اور تواضع سے پیش آئے۔ تواضع کیلیئے بہت سی جگہ ہر فرد انسان کیلیئے حکم ہے تو پھر ایسوں کیساتھ تواضع کیوں نہ برتی جائے جو اولاد کی جگہ شمار ہوتے ہیں اور قرآن کی تعلیم کا ان کو مزید فخر بھی حاصل ہے۔ پھر ہر وقت پاس بیٹھنے اور بار بار آنے جانے کا امتیاز بھی ان کو نصیب ہے۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: تم جن کو تعلیم دیتے ہو یا جن سے تعلیم حاصل کرتے ہو، دونوں کیساتھ نرمی برتو۔

۶ اخلاص، صدق اور حسنِ نیت

متعلّمین کو رفتہ رفتہ اعلیٰ آداب اور پسندیدہ عادات سکھائیں اور ان کے نفس کو پوشیدہ دقائق سمجھنے کا عادی کریں۔ ظاہری و باطنی امور میں کجروی سے بچنے کی مشق کرائیں۔ بار بار قول و فعل سے ان میں اخلاص، صدق اور حسنِ نیت کی امنگ پیدا کریں اور ان کو اس قابل بنائیں کہ وہ ہر وقت اللہ

کا دھیان اپنے میں پیدا کریں۔ پھران کو اس سے بھی باخبر کریں کہ اگر انہوں نے یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کر لیئے تو علوم کے انوار ان پر کھل جائیں گے، انشراحِ صدر ہوگا اور ان کا دل حکم ولطائف کے لئے سرچشمہ ہو جائے گا۔ علم وعمل میں برکت پیدا ہوگی۔ اَفعال واقوال میں توفیق بھی سازگار رہے گی۔

۷ تعلیم میں ہوشیاری سے کام لے

معلم کو چاہیئے کہ طالبینِ قرآن کو پڑھانے کا حرص کی حد تک شوق رکھے۔ اپنے غیر ضروری امورِ دنیوی پر تعلیم کو مقدم رکھے۔ جب تعلیم دینے بیٹھے تو دل کو ان تمام امور سے خالی کرلے جو اس کی توجہ کو منتشر کرنے والے ہیں۔ پھر تعلیم میں ہوشیاری سے کام لے۔ جو زیادہ مطالب کا متحمل ہوسکتا ہے اس کو زیادہ سکھائے پڑھائے اور اس میں کوتاہی نہ کرے۔ پڑھے ہوئے کو دہرانے کا ان کو عادی بنائے۔ ان میں جن کی سوجھ بوجھ غیر معمولی ہو اس کی تعریف کرے (لیکن نہ اس حد تک کہ اسکے دل میں خود پسندی کا مادہ پیدا ہو)۔ جو تعلیم حاصل کرنے میں کوتاہی برتے، اس پر سختی کرے، نہ اتنی کہ اس کو تعلیم سے نفرت ہو جائے۔ اگر کسی میں غیر معمولی ہوشیاری ومہارت پائے تو اس پر حسد کی نظر نہ ڈالے، کیونکہ حسد تو اجنبی لوگوں پر کرنا بھی شدید حرام ہے نہ کہ اسکے ساتھ جو بمنزلہ اولاد کے ہے اور جس کی فضیلت وبرتری کا ثمرہ آخرت میں خود معلم ہی کی طرف اجر وثواب کی شکل میں لوٹے گا۔

۸ عدل وانصاف

متعلّمین کا اگر ہجوم ہو تو نمبروار تعلیم دے۔ اگر کوئی اپنی باری خوشی سے دوسرے کو دے دے تو اس کو مقدم رکھے۔ بہرحال خوش مزاجی وخندۂ پیشانی سے ان کے ساتھ پیش آئے۔ اور ان کے حالات کی پوری پوری معلومات رکھے۔ اور جو غیر حاضر ہو اس کے بارے میں سوال کرے۔

۹ بدظنی سے اجتناب

علماء نے فرمایا ہے کہ کسی کو تعلیم دینے سے صرف اس وجہ سے محروم نہ کر دے کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ متعلّمین کا طلبِ علم کیلئے قدم اٹھانا یہ بھی صحتِ نیت کی ایک نشانی ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ علم ہم کو غیر اللہ کے لئے طلب کریں لیکن وہ خود بخود اللہ کیلئے ہو جاتا ہے۔

۱۰ نشست کے آداب

معلم کے ضروری و اہم آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ پڑھاتے وقت ہاتھوں سے نہ کھیلے۔ بلا ضرورت نظر کو اِدھر اُدھر نہ گھمائے۔ طہارت کے ساتھ قبلہ رو ہوکر باوِقار بیٹھے اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھے۔ جب نشست گاہ پر پہنچے تو دوگانہ نماز نفل ادا کرے، خواہ نشست کی جگہ مسجد ہو یا غیر مسجد۔ اگر مسجد ہو تو دو رکعت ادا کرنا اور بھی ضروری ہے، کیونکہ مسجد میں بغیر ادائیگی نفل بیٹھنا ہی نہیں چاہیئے۔ نشست میں چاہے دوزانو ہوکر بیٹھے چاہے دوسری ہیئت سے۔

۱۱ نشست گاہ کی کیفیت

چاہیئے کہ تعلیم دینے کی نشست گاہ کشادہ اور فراخ ہو تاکہ شرکاء درس آسانی سے بیٹھ سکیں۔ حدیث میں اسطرح وارد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خَیْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا کہ مجلسوں میں بہتر مجلس وہ ہے جو کشادہ اور فراخ ہو۔ (سنن ابو داود: کتاب الادب)

۱۲ علم کا احترام

معلم قرآن کیلئے اہم آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ علم کو ذلّت سے بچائے یعنی ایسا نہ کرے کہ متعلم کے گھر جاکر تعلیم دے، گو متعلم خلیفۂ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ علم کے وقار کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے جس طرح سلف نے اس کا لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ بہت سی حکایات اسی

سلسلہ کی زبانِ زد خلائق ہیں۔

۱۳ تجوید اور صحتِ لفظی کا خیال

علاّمہ نووی رحمہ اللہ نے منجملہ دوسرے آداب کے ایک ادب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو صحتِ لفظی اور تجوید کے ساتھ پڑھا جائے۔ ہمیں یہاں اس پر کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس موضوع پر کافی کچھ پہلے موجود ہے اور احقر نے بھی ایک مستقل تصنیف میں اس موضوع پر مفصل ومبرہن کلام کیا ہے۔ البتہ یہاں ایک خاص امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ تجوید کیساتھ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں اور باقاعدہ طور پر اس فن کی تحصیل بھی کرتے ہیں، دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ تراویح کے اندر تجوید اور صحتِ لفظی کو بالائے طاق رکھ کر اور اس کی پرواہ کیئے بغیر جلدی جلدی غلَط سلط جیسے بن پڑتا ہے پڑھ کے ختم کر دیتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے۔ حالانکہ تراویح ہی وہ موقع ہے جس میں حدر پڑھنا ضروری ہے اور پڑھنے والی کی یادداشت اور اسکی تجوید کے امتحان کا موقعہ دراصل ہے ہی تراویح کی تلاوت۔ اگر تراویح ہی میں غلَط سلط پڑھا اور گڈ مڈ کی تو پھر وہ کونسا موقع ہے جس میں صحتِ لفظی کا خیال رکھنا اس سے زیادہ ضروری ہے۔ ایک آدھ رکوع ترتیل میں مشق کر کے مجمعوں میں پڑھ دینا، یہ تو کوئی کمال نہیں اور نہ اس سے تجوید کا حق ہی ادا ہوتا ہے، خوبی کی بات تو یہ ہے کہ جب تراویح میں قرآن کریم پڑھا جائے تو اول سے آخر تک ساری تلاوت میں تجوید کا خیال رکھا جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيّٰتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ○ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

العبد الضعیف ابو الاشرف محمد شریف
ماڈل ٹاؤن لاہور
شوال المکرم ۱۳۹۸ ہجری
ستمبر ۱۹۷۸ء

اِستدعا

میں اپنے تمام احباب اور دوستوں کی خدمت میں جو اس کتاب سے استفادہ کریں یا جن کے مطالعہ میں یہ کتاب آئے، نہایت ہی لجاجت اور منّت کے ساتھ درخواست کروں گا کہ مؤلف پُرتقصیر کے لئے حسنِ خاتمہ اور فلاحِ دارین کی دُعا فرمائیں اور اگر یہ تالیف اُن کے ہاتھوں میں مؤلف کے مرنے کے بعد پہنچے تو قبر اور آخرت کی مشکلات کی آسانی اور اُن کی کٹھن منزلوں سے پار ہو کر دخولِ جنت اور حصولِ رضائے مولا کے لئے دُعا فرمائیں۔ کیا عجب ہے کہ کسی صاحبِ دل کی دعا ہی میری نجات کا ذریعہ بن جائے۔

اور ایسے ہی جن لوگوں نے اس تالیف میں میری مدد کی ہے، اور اسکے منظرِ عام پر آنے کا ذریعہ بنے ہیں، اُن کی طرف سے بھی ناظرین کی خدمت میں یہی درخواست ہے۔

گر قبول افتد زہے قسمت

العبد الضعیف ابو الاشرف محمد شریف
ماڈل ٹاؤن لاہور
شوال المکرم ۱۳۹۸ ہجری
ستمبر ۱۹۷۸ء

التوفی ۶ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ/۱۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء

اللفظ والمفهوم

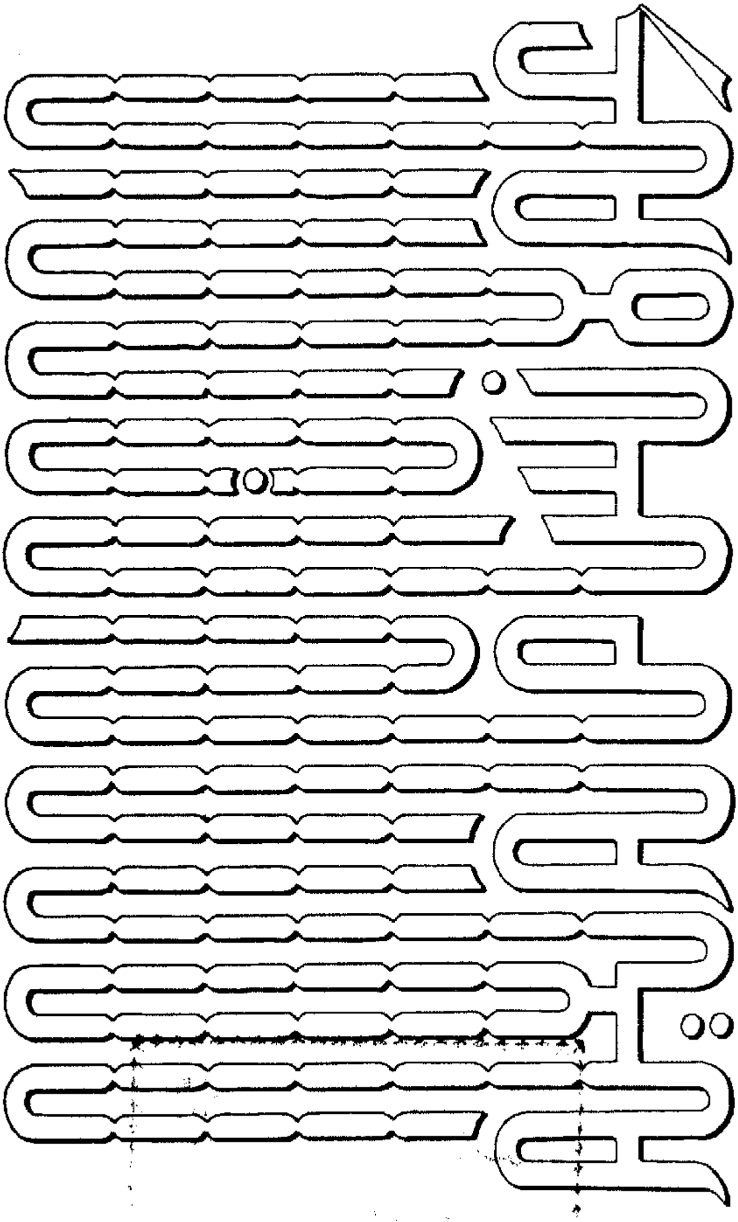
زیر مطالعہ کتاب میں استعمال شدہ نسبتاً مشکل الفاظ کا مفہوم

لفظ	مفہوم	لفظ	مفہوم
آموختہ	پڑھا ہوا سبق	تواضع وفروتنی	عاجزی وانکساری
اذہان وطبائع	ذہن، مزاج وعادات	جلب منفعت	فائدہ اٹھانا
اعراض	منہ پھیرنا	جود وکرم	سخاوت ومہربانی
اغماض	چشم پوشی	چنداں	اسی قدر، اتنی
امرد/امارد	کم عمر (بغیر داڑھی کے)	خفت	شرمساری
انشراح	واضح، شرح صدر	داعیہ داعیئے	سبب، اسباب
انقیاد واطاعت	کہا ماننا، فرماں برداری	دفع مضرت	نقصان سے بچنا
بایں ہمہ عزوشرف	اس عزت وعظمت کے باوجود	زجر وتوبیخ	ڈانٹ وڈپٹ
برگشتہ	بد دل ہونا	سرزنش	ملامت کرنا، سزا دینا
بلند وبام	بڑائی، اونچائی	شاق	مشکل
تحسین وآفرین	شاباش، حوصلہ افزائی	شائق	شوق رکھنے والا
ترغیب	توجہ وفکر دلانا	شمول قرارات	قرارات میں شامل
تشویق	شوق دلانا	شیفتگی	شوق ومحبت
تعجیل	جلد بازی	صائب	درست، صحیح
تکاسل	سستی	صرفِ نظر	درگزر، رعایت
تنشیط طبع	دل لگی، خوش طبعی	غایت	انتہا، انتہائی

فہیم وفطین	سمجھدار،عقلمند	مداومت	ہمیشہ،مسلسل
کجروی	ٹیڑھاپن	متداول	رائج
لائق اعتنار	قابل توجہ	مسرور	خوش ہونا
لبیب	عقلمند	معکوس	الٹا عکس، برعکس
مبذول	خرچ کیا گیا،لگایا گیا	معین	مددگار
متانت	سنجیدگی	مفوضہ	سپرد کیا ہوا کام
متزلزل	ڈگمگانا	مندرجات	درج کی ہوئی
متوحش	خوف زدہ	منصۂ شہود	دستیابی، حاضر ہونا
محظوظ	فائدہ اور خوشی کا حاصل ہونا	منعطف	پھر جانا
محمول	اٹھایا گیا،گمان کیا گیا	نشاط وفرحت	خوشی وسکون

فارسی اشعار ونثر کا مفہوم

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج تاثریا می رود دیوار کج	معمار جب پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھے گا تو اوپر تک دیوار بھی ٹیڑھی ہی جائے گی
حافظا مے خور و رندی باش و لے دام تزویر مکُن ہرگز قرآن را	خبردار! بدبخت بنتا ہے تو بن، مگر قرآن سے دھوکہ وفریب ہرگز نہ کرنا
گر ہمی باشد مکتب و ملّا کارِ طفلاں تمام خواہد شُد	اگر مدرسہ ومدرس اسی طرح کے ہوئے تو پھر طلبار کا انجام کیا ہوگا!!!
شنیدم کہ دَر روز اُمید وبیم بدان را بہ نیکان بخشد کریم	میں نے سنا ہے کہ قیامت کے دن اسکے کرم سے اچھوں کے سبب بد بھی بخشے جائیں گے
آنکس کہ خود گمراہ است کرا رہبری کند	جو خود گمراہ ہے،وہ دوسروں کی رہبری کیسے کریگا
گر قبول افتد زہے قسمت	اگر یہ قبول ہو جائے تو میرے لئے سعادت ہے



قواعد ھجاء القرآن

مع

طریقۃ تعلیم الصبیان

قرآن حکیم کے معلّمین کے لیے ایک بہترین مشیر ایک کامل رہنما اور ایک مکمل دستور العمل

اس کتاب میں موجود ہے:-

- قاعدہ (چھوٹے بچوں سے لیکر سکولوں کے طلباء تک)
- قرآن کریم کے لفظوں کے جوڑ (ہجے)
- ناظرہ قرآن کریم
- حفظ القرآن الکریم اور حفظ قرآن کے بعد منزل کی دہرائی وغیرہ
- علم تجوید کی تعلیم اور اس کا نصاب
- علم قراءاتِ سبعہ کی تعلیم اور اس کا نصاب
- علم قراءاتِ ثلاثہ (عشرہ) کی تعلیم اور اس کا نصاب
- طلباء کیساتھ نرمی و سختی، سمجھانے کا انداز، امتحانات کا طریقہ کار وغیرہ

مکتبۃ القراءۃ لاھور